

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون، ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



من جانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الْوَمَانِ اور کشمیر



لپک یا حسین

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوان

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL USE

غزیب بند

الگو ذر عفاری

ڈاکٹر علی شریعتی

پروفیسر فضیلت زہراء

ترجمہ

تالیف

جتنی ملکہ
بے باری

(حضرت ابوذر غفاریؓ)

حبلِ سکھیہ
حمدہ بالین آباد، یون ۷ نمبر

ڈاکٹر علی شریعتی

مشتری

پروفسر فضیلت زہرا

ادلاء منہج الصالحین جناح ٹاؤن

ٹھوکر نیاز بیگ لاہور فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

غزہ رنڈہ

ك

جودة السمار

مؤلف

ڈاکٹر علی شریعتی

اضافه

میر فیض احمد سعید

2

مولانا رضا حسین جعفری

1

ایم اچار احمد، اداره منہاج الصالحین

١٢٣

5425372 فون

三

دوسم 2003

三

۱۳۵

1

اللهم إني أنت بِكَ مُهْمَّلٌ
وَأَنْتَ بِنِعْمَتِكَ مُسْتَحْيِلٌ

الجَمِيعُ مَكَبِيتٌ - فَرِسْطٌ فَلُورٌ - دَكَانٌ نُمْبِرٌ ۲

مدداریت - ۰۴۲-۷۲۲۵۲۵۲ لاہور اردو یازار

فہرست

10	شہید بھائی ڈاکٹر علی شریعتی کی تصنیفات کا مجموعہ
15	ابوذر غفاریؓ
16	یادداشت
18	بنا م خدا
31	نور کا ایک لپکا
46	ابوذرؓ کا غیظ و غضب
50	طلوع صبح
69	قبلے کا نی زن شاد مانی میں نہیں آتا
74	مذینہ مسلمان ہو جاتا ہے
80	غفار خدا کی مغفرت اور پناہ میں
83	مذینے کی جانب ...
87	اہل صفحہ
91	وصیت
99	مکہ کی جانب
107	عالم بالا میں
111	شاید ابوذرؓ ہو ”یقیناً یہ ابوذرؓ ہی ہو گا“
118	تو پیغام

جتنی ملکہ
بے باری

(حضرت ابوذر غفاریؓ)

حبلِ سکھیہ
حمدہ بالین آباد، یون ۷ نمبر

ڈاکٹر علی شریعتی

مشتری

پروفسر فضیلت زہرا

ادلاء منہج الصالحین جناح ٹاؤن

ٹھوکر نیاز بیگ لاہور فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

خوب رہنے

۲۷

جودة السمار

مؤلف

ڈاکٹر علی شریعتی

اضافه

میر فیضیت زہرا

28

مولانا رضا حسین جعفری

10

ایم اچار احمد، اداره منہاج الصالحین

۱۷۰

5425372 فون

三

دوسم 2003

三

۱۳۵

1

اللهم إني أنت بِكَ مُهْمَّلٌ
وَأَنْتَ بِنِعْمَتِكَ مُسْتَحْيِلٌ

الجَمِيعُ مَكَبِيتٌ - فَرِسْطٌ فَلُورٌ - دَكَانٌ نُمْبِرٌ ۲

اردو بازار لاہور 042-7225252

فہرست

10	شہید بھائی ڈاکٹر علی شریعتی کی تصنیفات کا مجموعہ
15	ابوذر غفاریؓ
16	یادداشت
18	بنا م خدا
31	نور کا ایک لپکا
46	ابوذرؓ کا غیظ و غضب
50	طلوع صبح
69	قبلے کا نی زن شادمانی میں نہیں آتا
74	مذینہ مسلمان ہو جاتا ہے
80	غفار خدا کی مغفرت اور پناہ میں
83	مذینے کی جانب ...
87	اہل صفحہ
91	وصیت
99	مکہ کی جانب
107	عالم بالا میں
111	شاید ابوذرؓ ہو ”یقیناً یہ ابوذرؓ ہی ہو گا“
118	تو پیغام

فہرست

10	شہید بھائی ڈاکٹر علی شریعتی کی تصنیفات کا مجموعہ
15	ابوذر غفاریؓ
16	یادداشت
18	بنام خدا
31	نور کا ایک پکا
46	ابوذرؓ کا غینظ و غضب
50	طلوع صبح
69	قینیے کافی زن شادمانی میں نہیں آتا
74	حدیثہ مسلمان ہو جاتا ہے
80	غفار خدا کی مغفرت اور پناہ میں
83	مدینے کی جانب
87	اہل صفحہ
91	وصیت
99	ملکہ کی جانب
107	عالم بالا میں
111	شايد ابوذرؓ ہو ”یقیناً یہ ابوذرؓ ہی ہو گا“
118	نویں

122	فرق
133	حضرت ابو بکر
136	قفل فتنہ
142	ابو ذرؑ محدث
146	انقلاب پند
151	اشتراك پند (کیونٹ)
164	جلاد وطنی
187	ابو ذرؑ ربزہ میں
205	ابو ذرؑ ایک بار پھر
226	ابو ذرؑ ایک بار پھر
228	ابو ذرؑ ایک بار پھر (ستچ)
229	شرک اور توحید کی جنگ
230	ابو ذرؑ ایک بار پھر "تقریر"

حسن کلام

قارئین کرام!

یہ کتاب کہ جس کا آپ مطالعہ کر رہے ہیں، یہ تاریخ اسلام کے اس عظیم سپوت اور مردمجاذب کے بارے میں ہے کہ جس کا اسلامی و انسانی تاریخ میں ذکر نہ کیا جائے تو وہ تاریخ ادھوری نظر آتے اور اس انقلابی شخصیت کے حیرت انگیز کارناموں کو بیان نہ کیا جائے تو دنیا کا کوئی انقلاب نہیں رہ سکتا اور نہ ہی کسی بہادر و جری شخص کو ہیر و بنا کر سامنے لایا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کو مصر کے ممتاز دانشور، نامور مورخ عبدالحمید جودۃ الحسар نے تحریر کیا تھا، لیکن بعد میں دنیا نے اسلام کے عظیم سکالر ڈاکٹر علی شریعتی نے اپنے عالمانہ فاضلانہ دانشمندانہ اور مفکرانہ انداز میں ڈھال کر دنیا لباس پہنا کر باذوق قارئین کے سامنے پیش کیا ہے تاکہ اس نایاب تاریخی "خزانہ" سے بھر پور طریقے سے استفادہ کیا جائے۔

میرے نزدیک اگر ڈاکٹر شریعتی شہید جناب ابوذر غفاریؓ کے بارے میں اپنی طرف سے کتاب لکھتے تو شاید اس سے بہتر انداز میں لکھ سکتے تھے لیکن یہ ترجمہ انہوں نے شاید تین وجہات کی بناء پر کیا ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جناب عبدالحمید ایک

سنی المذہب عالم دین تھے، ان کے کسی بھی تاریخی نوعیت کے اعتراض یا کسی قسم کی تقید کو کوئی بھی مسلمان شخص مسترد نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کو ایک خاص فرقے کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب ایک لحاظ سے فلمکاروں، تجزیہ نگاروں کو سمجھا رہے تھے کہ اگر کسی اچھے موضوع پر کسی رائٹر کی عدمہ کاوش نظر آ جائے تو مجائزے ایک الگ تھلک کوشش کرنے کے اسی کا ترجمہ کیا جائے، تیسرا وجہ یہ ہے کہ جب جناب ابوذر غفاریؓ کی سیرت نگاری اور سوانح حیات کی بات آتی ہے تو تاریخ کے چند معروف مشہور نام عوای و تاریخی لحاظ سے "احساب" کی زد میں آ جاتے ہیں۔ اگر اس حقیقت پسندی کا مظاہرہ ڈاکٹر شریعتی اپنی طرف سے کرتے تو اس کو ایک خاص فرقے کی "سوچ"، قرار دیا جا سکتا تھا، گویا شریعتی صاحب نے ایک اسلامی فریضہ بھی ادا کر دیا ہے اور لوگوں کے اعتراضات کا دروازہ بھی بند کر دیا کہ اس نقطے نظر کو ایک اہل سنت عالم دین نے پیش کیا ہے، اب جو بھی اعتراض کرنا ہے، انہی پر کیا جائے۔

مولف کتاب نے اس کو "خدا پرست سو شلسٹ" کے نام سے موسم کیا تھا، لیکن ہم نے اس کتاب کا نام بدل کر "غريب ربذہ" رکھ دیا ہے۔ اس نام کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ ایک عام فہم اور آسان نام ہے، دوسری ہمارے ہندو پاک کے مذہبی و ادبی حلقة اس قسم کے ثقل ناموں اور بھاری بھر کم القبابات کو پسند نہیں کرتے، غریب یعنی فقیر پر دیسی، بیکس اور "ربذہ" ایک خوناک صحراء کا نام ہے۔ جناب شریعتی کہتے ہیں کہ اگرچہ پوری تاریخ اسلام کو منسخ کرنے اور اس کے خوبصورت و تابناک اور روشن چہرے کو بگاڑ کر پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، لیکن حقیقت پسند اور منصف میانچے برقہ ہر دو میں موجود رہا ہے جو جماعتی تقاضوں مقامی و عملی قابل تہذیب و تجدیف کی

نزاکتوں، ہر طرح کی مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر حق و انصاف کی بات کہتا اور اس کی حمایت کرتا ہوا چلا آیا ہے۔ یہ جور و شنی کے آثار اور حقیقت و شرافت کے نقش و نگار اور انصاف و عدالت کے بلند و بالا مینار نظر آ رہے ہیں، ان جیسے مجاہدوں اور علمبرداروں کی شبانہ روز کی کوششوں کا نتیجہ تو ہے۔ اس کتاب کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، شاید اب تک لاکھوں کی تعداد میں یہ کتاب شائع ہو چکی ہے، جو کتابوں کی دنیا میں ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ اس علمی، تاریخی کاؤش کو ن فقط پسند کیا گیا، بلکہ وسیع پیمانے پر سراہتے ہوئے تاریخ نویسی، سیرت نگاری کے حوالے سے صدی کی بہت بڑی "کوشش" قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شریعت بنیادی طور پر درمیانی طبقے کے آدمی تھے لیکن وہ خود کو غریبوں مسکینوں بے نواؤں محتاجوں کا ترجمان سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کا انداز زندگی انتہائی سادہ تھا، وہ اس زندگی کو زندگی نہیں سمجھتے تھے کہ جس میں جہاد و انقلاب کی خوبصورت، فخر و انبساط کی وجہ سے نازاں نظر آ رہا ہے کہ وہ گھشا قسم کے افسانوں، جھوٹ پر بنی رومانوی کہانیوں کو لکھنے کی بجائے ایک ایسے عظیم اور بہادر شخص کی سوانح حیات اور داستان جرات رقم کر رہا ہے کہ جس کو قیامت تک پسمندہ تو میں خراج تحسین پیش کرتی رہیں گی۔ والغتاً اس کتاب میں صحراۓ ربدہ کے اس غیور فرزند کا تذکرہ موجود ہے کہ جس کی انقلابی جدوجہد اور ظلم کے خلاف انداز احتجاج کو دیکھ کر دنیا بھر کے حریت پسند انسانوں اور آزادی کے متواuloں کو زندگی گزارنے کا حوصلہ ملتا ہے اور ان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔

ابوذر! وہ عظیم مجاہد کہ تنگدستی اور غربت جس پر نازاں ہے وہ کسی کے سامنے

ہاتھ پھیلانے اور کسی کے زیر بار رہنے اور کسی کے رحم و کرم پر زندگی گزارنے کو عار سمجھتا ہے۔ ہم سلام پیش کرتے ہیں رسول پاک کے اس جلیل القدر صحابیؓ کو کہ جس کا چہرہ آفتاب کی حرارت اور گرمی کی شدت سے مرجھا چکا تھا اور ہونٹ خشک ہو چکے تھے سفر کی سختی، پردیس کا غم، جلا و طبی کے جبر، بھوک و پیاس کی وجہ سے جسم لاغر ہو چکا تھا۔ عالم غربت میں بیٹھے اور یوں کی المناک موت نے اس کی آنکھوں میں اندر ہمرا کر دیا تھا اور موت اس کے سامنے تھی، ایک نہیں سی بیٹھی جوان کی موت کے بعد تھارہ جائے گی، اس کا غم الگ کھائے جا رہا تھا۔ لیکن لیکن جوں جوں وقت گزر رہا تھا، اس مرد حریت کے ایقان و عرفان اور ایمان و استقامت میں اور مضبوطی پیدا ہو رہی تھی۔ استقلال ایسا کہ ظالموں، جاگیرداروں، ڈیروں، سرمایہ داروں کے خلاف آپ کے دل میں جونفرت تھی اس میں ذرا بھر کی نہیں آئی پھر کیا ہوا؟ ابوذر غفاریؓ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ یکسی مظلومیت ایسی کہ جو بیان سے باہر ہے۔ ہم تو صرف یہی کچھ کہہ سکتے ہیں، زندہ باد اے مرد حریت، پابندہ باد اے رسول اکرمؐ کے پاک باز صحابیؓ، تابندہ باد اے غریب رینہ۔ ہم اور ہمارے بعد آنے والی نسلیں آپ کی جانبازی کی اس لازوال داستان کو ہڑے عزم و حوصلہ، فخر و مسرت کے ساتھ رقم کرتی رہیں گی۔ ڈاکٹر شریعت شہید کے بارے میں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ وہ علم و عرفان اور فکر و نظر کی دنیا میں انوکھی طرز کا جدت طراز ہے وہ کہیں پہ سمندر بن جاتا ہے کہ اس کی علم کی وعیتیں دور دراز تک پھیل جاتی ہیں کہ کہیں بادل بن کر موسلا دھار بارش برسا کر پیاس سے ذہنوں اور خشک خیالوں میں جل تھل کر دیتا ہے اور کہیں پر معرفت کا سبزہ زار دکھائی دیتا ہے کہ جس کو دیکھ کر اداں طبیعتوں کو سکون میسر آئے اور تھکی ماندہ

نگاہوں کو تارگی ملے۔ مختار مہ پروفیسر فضیلت زہرائی انتہائی صاف و شفاف اور

آسان لفظوں میں ترجمہ کر کے ترجیح کا حق ادا کر دیا ہے، امید کی جاتی ہے کہ محترمہ آئندہ بھی اپنی علمی و قلمی خدمات کو جاری رکھیں گی۔ برادر عزیز مولانا ریاض حسین جعفری کے لئے ڈھیر ساری مبارکبادیں کہ جنہوں نے نیاز بیگ جیسی پسماندہ عقب ماندہ بستی کو علم و عرفان کا مرکز بنایا، وہ کتابوں پر کتابیں شائع کر کے علمی کارناموں کی طویل فہرست تیار کر رہے ہیں۔ دعا ہے رب کریم اس مخلص اور دیندار نوجوان عالم و سکالر کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ان کو اپنے نیک مقاصد اور پاک و پاکیزہ اہداف میں بہت زیادہ کامیابیاں عطا فرمائے۔

ادارہ منہاج الصالحین جو ایک پوڈے سے شروع ہوا تھا، اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک سربز و شاداب اور تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ہماری ڈھیر ساری پر خلوص دعا کیں اس عظیم مکتب کے لئے کہ جو علم و عمل اور فکر و نظر کی کئی کئی بستیاں آباد کرتا ہو اپنی منزل کی طرف رواں دوال ہے۔ خدا کرے یہ حوصلے بلند رہیں اور صالحین کا یہ کارواں آگے بڑھتا رہے۔

والسلام

علامہ عبدالعزیز کری (فضل قم)

لاہور

شہید بھائی ڈاکٹر علی شریعتی

کی تصنیفات کا مجموعہ

زیرنظر مجموعے کی طباعت کی غرض و عایت خدا نے کریم کی تائید و نصرت اور ”فہرست قلیلہ“ کے استقلال کے سبب شہید بھائی علی شریعتی کی تمام تحریریوں کی تدوین اور طباعت انتہائی غور و خوض اور دقت کے بعد عمل میں لائی گئی۔ ان میں سے کچھ تحریریں زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں اور کچھ نہیں ہو سکیں؛ البتہ ان سب تحریریوں (تصنیفات) میں تجدید نظر سے کام لیا گیا ہے اور ان میں ہر قسم کی یہ وہی مداخلت اور تصرف سے بھی کلی اجتناب کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ تمام تقریریں اور تحریریں جو شہید بھائی ڈاکٹر علی شریعتی کی ہیں، وہ زیرنظر ہیں اور ابھی چھپی نہیں ہیں۔ ہر قسم کی غلط فہمیوں سے بچتے ہوئے اور اپنے اہداف کا تعین کرتے ہوئے دستوری وضاحتوں کے ساتھ ایک مرتبہ پھر سے اصلی تحریریوں کو کیسٹش کے ساتھ بڑے غور و خوض اور محنت کے ساتھ مطابقت دی جائے گی۔

کوشش یہ کی جائے گی کہ وہ تمام مطالب و مفہومیں جو ایک موضوع سے مربوط ہیں اور فی الحال وہ جھوٹے اور درحقیقے اجزاء کی صورت میں بکھرے ہوئے ہیں، ان کو

ایک یا چند جملوں میں ایک عنوان کے تحت زیور طباعت سے آراستہ کیا جائے۔ یہ عظیم کام درحقیقت ہمارے شہید بھائی کی تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔

تمام جلدؤں کے مسلک خصیبوں میں مطالب و مفہیم اور اصطلاحات کی ایک نسبتاً مکمل فہرست اور اس کے بیان کی وضاحت دی جائے گی۔ اس کے مفہیم کے بارے میں ڈاکٹر علی شریعتی کی کوشش یہ ہے کہ اس میں جتنے بھی مطالب ہیں وہ فرہنگ و معارف اسلامی میں ان کے ”باقیات صالحات“ میں سے ایک ہے اور اس طرف توجہ دینے کا مقصد واحد ہی ہے کہ اس میراث سے زیادہ سے زیادہ استفادہ بہتر طور پر کیا جائے۔

نیز یہ کہ کچھ نکات کو روشن کرنے کے لئے ان کے مآخذ کا ذکر بھی ہوا ہے جن کا متن میں اشارہ نہ کیا گیا ہے۔ پادا شتوں اور مختصر تو ضیحات کو منسلکہ فہرست میں اضافہ کیا گیا ہے۔ آخر میں مزید ایک کلکتے کی یاد آوری ضروری ہے کہ مسئلہ حصہ ناشر کے توسط سے تیار کیا گیا ہے۔ ان سب کے باوجود ہمیں امید ہے کہ اس عزیز بھائی کے شاگرد اور دوست اس مجموعے کو اس کا اصل ترین اور اطمینان بخش ترین مجموعہ پائیں گے اور یقیناً اس سلسلے میں تعاون کریں گے کہ یہ تحریریں تحریفات کے شر سے محفوظ و مصروف رہیں، خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

وَاللَّهُ الْهَادِيُّ إِلَىٰ سُبُّلِ الرُّشَادِ

"اور خدا ہی ہدایت کے راستے کی طرف گامزد کرنے والا

6

ڈاکٹر علی شریعتی نے یہ فیصلہ کیا کہ سچ پر یہ نمائش دیکھنے سے جو صدمہ پہنچ گا تو وہ خود ہی تفصیل کے ساتھ یہ بات کہہ ڈالے تاکہ اگر کسی کو تکلیف پہنچنی ہی ہے تو وہ خود اس کی اپنی ذات ہی ہو۔ اس اعتبار سے اس اخلاص سے بھرپور تقریر کی پیشائی پر

ایسی اشارکی علامات ہیں۔

جس طرح کہ ہم نے گذشتہ کتابوں میں بھی عرض کیا ہے کہ کیسٹس سے مطالب و مفہوم اخذ کرنے میں ہماری ہر ممکن کوشش یہ ہو گی کہ نہ صرف تمام مطالب بلکہ ایک خاص حد تک ان کی طرز ادا نہیں، انکار اور استفہام کے تمام پہلو جن سے صرف لحن سے ہی استفادہ کیا جاسکتا ہے، ان کو ہم فقط گزاری کی مدد سے نمایاں کریں۔ اس طرح ان غلط فہمیوں سے بچا جاسکتا ہے جو حکیم کے فرمودات نہیں ہیں ان کاماً اخذ اور منع حدود پر بنتی نہیں ہے اور ان کو ہر صورت میں دستور (گرامر) کی پیروی کرنا ہے اور ان میں سے بہت سے ایسے مطالب ہیں جو کہ وقت اور غور کے ساتھ کیٹ سے اخذ نہیں کئے گئے۔ یہ امر اس بات کا موجب ہنا ہے کہ وہ بہت سارے جملات جن کی تحریر ہوتی ہے، ان کو نقل کریں ہم نے متن میں ممکنہ حد تک مداخلت اور تصرف سے احتساب کیا ہے جبکہ جملہ کامل ہو جانے کی صورت میں اگر ایک بھی لفظ زائد ہو جائے تو ہم نے اس کو () میں داخل کیا ہے، لیکن ان الفاظ کی جگہ جو کہ ساعت کے لئے آشنا نہیں ہیں، ان کو ہم نے قیاساً پر نہیں کیا ہے بلکہ وہ موقع محل ہم نے حاشیے میں یاد دلا دیا ہے۔ تمام معانی جو کہ صفات کے نیچے آتے ہیں ان کو ایک ستارہ (☆) اور دو ستارہ (☆☆) کی مدد سے ہم نے نمایاں کیا ہے۔ یہ الفاظ خالصہ ہمارے شہید بھائی کے ہیں۔ کل تفصیلات اور رجوعات جو کہ صفات کے نیچے آئے ہیں وہ ہماری طرف سے ہیں وہ حرف ”ن“ یا ”فتہ“ سے واضح کئے گئے ہیں۔ مسئلہ حصے میں مزید توضیحات کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ ان کی مدد سے متن کے کچھ اہم نکلنے روشن تر ہو سکیں۔

پچھلے سال ۲۰۱۶ء اردوی بہشت کو ہمارے بھائی نے خدا کی نصرت و تائید کے

ساتھ مجنونا سفر کا آغاز کیا اور ہمارے لئے یہ امر موجب انساط ہے کہ اس خاص دن کی یاد منانے کے ساتھ ساتھ ان کی اپنی محبوب شخصیت ابوذرؓ کے بارے میں کی گئی تقریروں اور تحریروں کو ایران کے حریت پسندوں اور روشن فکر رکھنے والوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

موجودہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے اس میں تین تحریریں اور تقریروں ہیں۔ پہلا حصہ ”ابوذر غفاریؓ“ ہے جو کہ پہلی مرتبہ ۱۳۲۷ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا اور اس کے بعد سے مسلسل چھپ رہا ہے۔ ہمارے شہید بھائی نے اس کتاب کی نظر ثانی کی ہے اور زیر نظر کتاب اپنی تمام تر تصحیحات کے ساتھ ہے۔

دفتر دوم یعنی دوسرا حصہ بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ درحقیقت ڈرامہ ”ایک بار پھر ابوذرؓ“ کا مقدمہ (پیش لفظ) ہے جو کہ ۱۳۵۱ میں مرداد کے مہینے میں حسینیہ ارشاد میں شیخ پر دکھایا گیا اور دوسرا حصہ وہ تقریر ہے جو ڈرامے سے پہلے حسینیہ میں کی گئی۔ بنیاد اس پر شیخی کہ شہید بھائی اپنی تقریر کے چند جملے کہیں اور شیخ ڈرامے کا آغاز کیا جائے، لیکن اس کو خیر یہ ملی کہ شاید بھی کسی ستر کرنے والوں نے شیخ کے نیچے اپنا کام کر دکھایا ہے۔

مچھے حیرت ہے اس شخص پر جس کو اپنے گھر سے ایک روٹی بھی نہیں ملتی اور وہ اپنی تواریخ سوت کر لوگوں میں قتنہ برپا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات اس پر ہوں۔

والله الہادی الی سبیل الرشاد

اردوی مہشت ماہ ۱۳۵۸

دفتر تدوین و اشاعت

شہید بھائی ڈاکٹر علی شریعیق کی تصنیفات کا مجموعہ یورپ میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَتَكُنْ مِنَ الْمُنْكَرِ إِنَّمَا يُلْعَنُ الْمُنْكَرُ

میرے بخوردار کی صفات حسنہ میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے عقائد کے
معاملے میں بہت مستقل مزاج ہے اور اس کے پائے استقامت میں ذرہ برابر لغرش
نہیں آتی۔ مثال کے طور پر وہ ابھی پانچویں جماعت میں تھا کہ اس نے کتاب ابوذر کا
ترجمہ کیا۔ اس وقت سے اس تک جب اس نے اس دنیا سے کوچ کیا، و راو ابوذر
پر گامزن رہا۔

استاد شریعتی

ابوذر غفاریؑ

ڈاکٹر علی شریعتی

”خدا پرست سو شمس“

مصنف

عبدالحمید جودہ السحار

ترجمہ و نگارش

ڈاکٹر علی شریعتی

یادداشت

تاریخ اسلام میں حضرت ابوذرؓ کی زندگی کے بہت سے پہلو تاریک ہیں، خاص طور پر ان کے آغاز زندگی کے بارے میں سوائے افسانوی داستانوں کے ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ چونکہ حضرت ابوذرؓ نے تحریک اسلامی میں عظمت کے پرچم گاڑے ہیں، اس کے صلے میں تاریخ نے بھی ان کو فراموش نہیں کیا بلکہ کما حقہ توجہ دی ہے۔ تھوڑی سی کمی یہ رہ گئی ہے کہ بجاۓ اس کے کہ ان کی جزئیات زندگی کی طرف متوجہ ہوا جاتا، ان کی عظمت کے اعتراف کی طرف رجحان زیادہ ہے۔ اس اعتراف سے آج ان کی زندگی کے بارے میں جو واقعات روایات ہم تک پہنچی ہیں، ان میں کافی حد تک اختلاف پایا جاتا ہے اور مورخ کے لئے یہ امر بہت سی دشوار ہے کہ وہ ہر واقعہ کی صحت و درستگی اور سقتم کے بارے میں کوئی حتمی رائے دے۔

کتاب حاضر کا مقنن، مصنف کتاب عبدالحمید جودۃ السحار، جو کہ مصری معاصر ہیں، کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے، لیکن میں اس کے ترجیح میں اصل سے تجاوز کر گیا ہوں۔ یہ تجاوز یقیناً تبدیلی کے نکتہ نظر سے ہے جو میں نے شیخ پر پر فارمیں کی طرف دی ہے، اس کے علاوہ دوسری تاریخی روایات بھی ہیں جو میں نے مختلف منابع سے اکٹھی کی ہیں۔ اس بنا پر یہ کتاب جودۃ السحار کی کتاب سے کافی مختلف ہو گئی ہے۔

اس کتاب میں میری بھی کوشش رہی ہے کہ جس جگہ اور جس مقام پر بھی

تاریخ میں مجھے ابوذرؑ کے بارے میں کوئی نکتہ ملا ہے وہ میں نے اس میں شامل کیا ہے اس کے نتیجے میں چند جگہوں پر تنازع فیر و ایات بھی پائی جاتی ہیں اور یہ ایک ایسا نقش ہے جس کے متعلق میں اپنی ذات کو اٹھینا دل سکتا ہوں کہ اتنے عظیم ہیر و کی شرح زندگی لکھتے ہوئے جس مقام پر تاریخ کوئی روشنی نہیں ذاتی وہاں یہ سب واقعاً قابل معافی ہے۔ خصوصاً یہ کتاب جو کہ تقریباً ایک ناول کی طرز پر لکھی گئی ہے اس صورت میں اگر ایک تاریخ کا محقق اس کو قابل معافی نہیں سمجھتا تو ایک عام قاری اس کو ناول کی حیثیت سے ضرور درگز رکر دے گا۔

اس کتاب کی طبع اول کا خوب استقبال ہوا اور میرے لئے یہ واقعی سرمایہ افتخار اور مایہ امید تھا تاکہ میں آئندہ بھی اپنی ان کوششوں کو جاری رکھ سکوں جو میں ماضی میں امید و یہم کے عالم میں محض اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے کرتا تھا۔ مجھے اس قدر روان گروہ پر پورا اعتقاد تھا جو آج کے روحاں تاریخی کے دور میں ایک مستقل مزان کے حامل تھے اور ہر روش پہلو پر نگاہ رکھتے تھے اور آج بھی وہ سیاہ طوفانوں میں شعلہ لرزان کی خیانت سے انسانیت اور آزادی کے عظیم علمبردار ہیں۔ چند سال پہلے ”کانون نشر حقوق اسلامی“ کی طرف سے طباعت اول عمل میں آئی اور جب بہت جلد ناپید بھی ہو گئی تو ایسے میں ایک صاحب عظمت گروہ نے جو اپنے نام کو صیغہ راز میں رکھنا چاہتے ہیں طباعت دوم کا خرچ اٹھانے کا مجھ سے وعدہ کر لیا اور اب جبکہ طباعت سوم ہو رہی ہے مجھے قوی امید ہے کہ آئندہ بھی اسی عزم مصمم کے ساتھ میں یا سرسریہ اور عمار (باپ بیٹا اور ماں) جو انسانیت کے مقدس مشن کی خاطر نیز روزانی کرتے رہے اور آخر کار انہوں نے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر دیں، میں ایران کے حریت پسند اور روش فکر افراد کی خدمت میں یہ عظیم داستائیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں

بنام خدا

جس دن سے سرور کائنات سرکار دو عالم حضرت محمد نے مسلسل تیرہ سال زنج و تعب اور مبارزہ پیغم برداشت کرنے کے بعد مکہ کو چھوڑا تھا اور مدینے تشریف لائے تھے یہ حقیقت ان پر رواش ہو گئی تھی کہ دین اسلام کے ضعف و کمزوری اور پوشیدہ رکھنے کے دن گزر چکے ہیں اور اب وقت آ گیا ہے کہ اپنے دلیر بہادر اور جانثار ساتھیوں کی مدد سے اسلام کے پر عظمت اور پر شکوه محل کی بنیاد رکھی جائے اور حسب فرمان خدا ایک سیاسی قلمرو کی نقشہ بندی کرتے ہوئے بنیادیں انتوار کی جائیں۔ اسی وور میں جزیرہ نما کے مشرق میں شہنشاہ ایران کی پر شکوہ سلطنت بھی عروج پر تھی، اس حکومت کی درباری شان و شوکت اور دبدبے کی چار دا لگک عالم میں دھوم تھی۔ اس میں ہزاروں زرخرید غلام اور کنیزیں درباری امور کی انجام دہی کے لئے تعینات تھیں۔ اس مرکز کو چلانے کے لئے معنت کش اور نادار لوگوں کی اجرت مصرف میں لائی جاتی تھی۔

ادھر شمالی عرب میں ہر کلبیں بھی اپنی پرہیبت اور جلال آور سلطنت کے ساتھ ممکن تھا۔ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جو چیزان و عظیم سلطنتوں میں نمایاں طور پر کارفرما تھی، وہ یہی آسمان کو چھوتے ہوئے محلات تھے جو اپنے اپنے فرمائز و اؤں سے مخصوص تھے۔ ہنر و ادب، جنگی معاملات، میکس گزاری (باجگزاری)، ذوق و شوق اور جدت و

ابنکار وغیرہ جیسے کبھی امور میں شاہی تکلفات کا خاص خیال رکھا جاتا اور ہر ممکن حد تک کوشش یہی تھی کہ جس قدر ہو سکے یہ شان و شوکت کے ساتھ انجام پانے چاہیں۔

لیکن پیغمبر اسلام نے مدینے میں تشریف لاتے ہی ایک مسجد بنائی، اپنے لئے بھی ایک چھوٹا سا گھر اس مسجد کے پہلو میں تعمیر کیا۔ اس گھر کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا، اگرچہ سلطنت اسلامی کی حدود بہت وسیع بھی ہو گئیں مگر اس کے باوجود سرکار دو عالم نے اپنے طرز زندگی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔

وہ ایک خود مختار مملکت کے فرمازدا تھے گر جو کی روٹی کھاتے، نقراء و مساکین کے ساتھ ایک ہی سترخان پر بیٹھ جاتے، حتیٰ کہ حقرت رین غلاموں کے ساتھ بھی فرش نینی میں عارِ محسوس نہیں کرتے تھے، بغیر زین کے گدھے پر سواری کرتے اور اکثر کسی ایک شخص کو انہوں نے اپنے پیچھے سوار کیا ہوتا تھا۔

اسلامی سلطنت کے تاجدار کا یہ طرز زندگی اس بنا پر تھا تاکہ ان کی سلطنت اسلامی ایران اور روم کی شہنشاہیت سے مختلف اور نمایاں نظر آئے اور لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ دو پر شکوه سلطنتوں کے درمیان ایک ایسی نئی حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں حاکم و حکوم، فرمازدا و تابع فرمان، آقا و بندہ کی تینیں نہیں ہے، سب کے سب عدالت خداوندی میں ایک ہی صرف میں کھڑے ہوتے ہیں۔

رسالتِ اب اس سلطنت کے بانی اس دنیا سے چلے گئے۔ اب تمام تر محرومیت علیٰ کے ساتھ تھی، سیاسی دھڑے بندیاں ہو چکی تھیں۔ خلافت کی دیوار کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی حضرت عمرؓ کو اپنے جائشیں کے طور پر اختیاب کیا، اب یہ سلطنت اسلامی پر دوسری کاری ضرب تھی۔ باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ اس اخراج کا باعث ہے، مگر سلطنت اسلامی کی سیاسی تسلیمات وہی

تحیں جن کی حضور نے اپنے زمانے میں بنیاد ڈالی۔ وہی روایات تھیں، سادگی، مساوات، منصفانہ تقسیم اور ارتکاز دولت سے اجتناب سب کچھ وہی نظر آتا تھا۔

حضرت عمر بھی اس دنیا سے چلے گئے ان تقدس مآب بزرگ نے بلا تامل زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی اور جو تزلزل اس سے پہلے حکومت اسلامی کی بنیادوں میں واقع ہوا تھا، اس کو مزید جھکلے گئے، سلطنت محمدی ایک دم ویران سی ہو گئی۔ ان کے زمانے میں خلافت سلطنت میں، بانیان سلطنت کے چھوٹے چھوٹے گھر شاہی محلات میں سادگی معاویہ کے پر شکوہ اور عالی شان دربار میں اور حضرت عثمانؓ کے امیرانہ ٹھاٹھ بائٹھ میں بدل گئی۔

ابوزرہ شخصیت ہیں جنہوں نے پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا، ان کی تلوار تحریک اسلام کی پیش رفت میں بہت موثر تھی وہ یہ سب اخراجات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ علی مجسم جود و تقویٰ تھے اور امور سلطنت سے بالکل الگ تھلگ گوشہ گیری اختیار کئے ہوئے تھے۔ اسلام و مسلم عناصر نے خلافت میں اپنا راستہ نکال لیا تھا اور دیمک کی طرح اندر ہی انہی اسلام کی عمارت کو گھوکھلا کر رہے تھے۔

تمام آزادی پسند اور حقیقت پرست کنوں کھدروں کی طرف دھکیل دیئے گئے اسی وجہ سے وہ خاموش سے ہو گئے تھے۔ جس روز حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کو میدان سیاست سے بے مردمی سے پیچھے ڈال کر خود مسند خلافت پر ج گئے، اس دن سے ابوذرؓ انتہائی مضطرب اور پریشان سے دھماقی دینے لگئے وہ اپنی نظروں میں اسلام کا مستقبل بہت ہی تیرہ و تباہ اور خوفناک صورت میں مجسم دیکھ رہے تھے لیکن پھر یہ بات بھی ان کی نظر میں تھی کہ یہ حال کارروائی اسلام اپنے اصلی راستے پر پیش رفت کر رہا ہے، اگرچہ ایک بہت براحت پاؤں تسلی روند دیا گیا ہے، پھر بھی اسلامی نظام کا تسلی

نہیں ٹوٹا۔ یہ سوچ کر اگر چودہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے اور کھولتے ہی رہتے، لیکن انہوں نے خاموشی کی مہر اپنے ہوتلوں پر ثابت کر کی تھی، جب سلطنت عثمان اسلام پر مسلط ہوئی تو معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے اور محنت کش ان سودخوروں، بردہ فروشوں اور مالداروں کے قدموں تلے روندے گئے جن کا عثمان اور معاویہ کے درباروں میں آنا جانا تھا۔ طبقاتی منافرت اور ارتکاز دولت کے فتنے پھر نئے سرے سے سراہانے لگے جو کہ اسلام کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ تھا۔ کہاں وہ پیغمبر اسلام کا طرز زندگی اور وضع قطع کی سادگی اور نمود و نمائش سے اجتناب۔ پہلے ابو بکر اور عمر معاشرے کے ایک معمولی فرد کی طرح بلکہ شنیدتی اور فقیری میں ہی گزر بر کرتے تھے پھر حالات دگر گوں ہو گئے۔ حاکم اسلامی معاویہ کے بزرگی کی تغیر میں ہزاروں دینار خرچ ہو گئے، اب وہ سلطنت ایسا مرکز تھی جو شہنشاہیت کی بھرپور عکاسی کر رہی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ وہ ایک یہودی کی بکریوں کا دودھ دوایا کرتے تھے اور عثمانؓ بھی خلیفہ رسول تھے ان کی بیوی کا گلوبند افریقہ کے مالیات کے ایک ثلث کے برابر تھا۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں بڑے بڑے سرداروں میں سے ایک کے بیٹے نے اپنے باپ کی طاقت کے بل بوتے پر جھوٹا دعویٰ کیا، حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑے کے لئے دونوں کو مقدمے میں ملوٹ کر دیا، لیکن حضرت عثمانؓ نے مروان بن حکم کو، جس کو حضورؐ نے جلاوطن کر دیا تھا، عثمانؓ نے اس کو بلا کر اپنا مشیر خاص مقرر کیا اور خیبر و شماں افریقہ کے مالیات کی وصولی اس کے سپرد کر دی تھی۔

یہ بھی شرمناک مناظر اور واقعات ابوذرؓ کے چشم دید تھے اب ان کے اندر اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ خاموش تماشائی بنے رہیں، لہذا انہوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔

یہ ایک مردانہ وار اور حیرت انگیز قدم تھا، اس بغاوت سے سبھی اسلامی ممالک نے عثمانؑ کے لئے فتنہ کھڑا کر دیا۔ یہ ایک ایسے طوفان کی پھری ہوئی موجیں تھیں کہ آج بھی ہم وہ مناظر اس دنیا کے معاشروں میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

ابوذرؓ اسلام کی سیاسی اور اقتصادی اشتراکیت کی وسعت کے لئے کوشش تھے اور سلطنت عثمانؑ نے اشراف کی قدر و منزلت میں اضافہ کیا۔ ابوذرؓ اسلام کو درماندہ، ستم دیدہ (مصیبت زدہ) اور محروم عوام کی پناہ گاہ خیال کرتے تھے، مگر عثمانؑ نے اپنی حکومت کو سرمایہ داری کا ذریعہ اور منافع خوروں اور مالداروں اور امراء کے مفادات کا مضبوط قلعہ بنارکھا تھا۔

ابوذرؓ اور عثمانؑ کے مابین مبارزہ شروع ہو گیا اور آخوند کار ابوذرؓ نے اسی جنگ و جدل میں جان جان آفریں کے پرداز کر دی۔ ابوذرؓ کی ایک ہی پکار تھی کہ یہ سبھی سرمائے، یہ مال و دولت اور سونا چاندی جو آپ لوگوں نے جمع کر رکھا ہے وہ تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کیا جانا چاہئے۔ اسلام کے اس اخلاقی اور اقتصادی دور حکومت میں معاشرے کے سبھی افراد زندگی کی عطاویں اور نعمات سے برابر میں بہرہ اندوں ہوں، لیکن عثمانؑ اسلام کو محض ظاہری رسم و رسم اور ظاہری تقویٰ کے اظہار کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

ابوذرؓ نے جو جدال اسلامی اشتراکیت کے پھیلاؤ کی خاطر شروع کیا تھا اب وہ آرام سے بیٹھنے والے نہیں تھے نہ ہی وہ دشمن کو آرام سے بیٹھنے دیتے تھے۔

یہ وہ آواز تھی جو ابوذرؓ نے اس وقت کے معاشرے میں محروم طبقے کی طرف داری میں بلند کی پھر بہت جلد یہ سلمہ منقطع ہو گیا۔ اس کی سب سے پہلی گرج ایک بہت بڑے آتش فشاں کی مانند تھی جو کہ ہزار سال بعد اٹھاہر ہویں اور انہیسویں صدی میں یورپ میں سنگی دی، پھر اس کے انگاروں نے تمام اقوام کے دامنوں کو اپنی لپیٹ

میں لے لیا۔

یہ آتش فشاں اب اگرچہ ذرا خاموش ہو گیا ہے، مگر پھر بھی اس کی سرگرمیاں جاری و ساری ہیں اور یہ اتنی جلدی خاموش بھی نہیں ہو گا۔ اس عظیم آتش فشاں کے پہلے پہل کے شرارے جو کہ دنیا میں فرانس کے انقلاب کبیر کے بعد مختلف قسم کے اقتصادی مکاتیب کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ یہ فریاد سب سے پہلے ابوذرؑ کے حلق سے نکلی، لیکن سلطنت عثمانؓ میں ان کو بہت جلد ربذہ کے وسیع و عریض صحراء میں خاموش کر دیا گیا۔

سرما یہ دار اور امراء یہ سمجھے شاید ابوذرؑ یعنی محرومین کے پیشوں اور مصیبت زدؤں کی پناہ گاہ کی موت سے اس علاقے پر منتلا نے والا خطہ ہمیشہ کے لئے نابود ہو گیا ہے لیکن اقتصادی انقلابات کے مشاہدے نے حال ہی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ عثمانؓ کی حکومت کامیاب ہوئی ہے یا ابوذرؑ کا سو شلزم؟

جدید سو شلزم کہتے ہیں۔

”دنیا کو سو شلزم ہو جانا چاہئے تاکہ صحیح طریقے سے زندگی گزارنے کے لائق ہو جائیں۔ یہ چھینا چھٹا خود سری اور بے حصی بالکل معدوم ہو جانی چاہئے، مٹ جانی چاہئے اور نیست و نابود ہو جانی چاہئے۔“

ہم بھی ابوذرؑ کی پوری زندگی میں اسی طرز فکر کا اظہار دیکھتے ہیں۔ اگر سو شلزم کا نعرہ یہ ہے کہ ”ہر کسی کو اس کی صلاحیت کے مطابق اور ہر کسی کو اس کے کام کے مطابق“۔

ہم بھی روح ابوذرؑ کے تیرہ سو سال پہلے کے عالی شان نظرے میں دیکھنے

مبارزت کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہیں:

میں جب بھی ابوذرؓ کی حیران کن زندگی کے بارے میں سوچتا ہوں اور ان کی خدا پرستی کو دیکھتا ہوں تو ”پاسکال“ کی بات مجھے یاد آ جاتی ہے۔ پاسکال کہتا ہے کہ ”دل کے وہ دلائل ہیں جہاں تک عقل کو رسائی نہیں ہے اور دل ہی خدا کے وجود کی گواہی دیتا ہے، عقل نہیں اور ایمان بھی اسی راستے سے حاصل ہوتا ہے۔“

ابوزرؓ کہتے ہیں کہ

”میں نے اس ہستی بیکار میں ایک علامت ڈھونڈ لی ہے جس نے میری خدا کی طرف راہنمائی کی اور یہ امید نہیں ہے کہ عقل بحث و مباحثے کے باوجود اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے کیونکہ وہ سب سے بزرگ ذات ہے اور اس کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔“

جس طرح پاسکال یقین سے کہتا ہے کہ

”ابوزرؓ نے خدا کو دل کے راستے شناخت کیا ہے اور حضورؐ سے ملاقات کرنے سے تین سال پیشتر وہ خدا کی پرسش کرتا رہا ہے۔“

جب وہ سرمایہ داروں اور دولت کے بیگاریوں کی بات کرتا ہے تو بہت اچھے طریقے سے بے نوائل بے کسوں اور ناداروں کا دفاع کرتا ہے اور شام و مدینہ کے امراء اور محل نشینوں پر براہ راست حملہ آور ہوتا ہے۔ پروڈن (Proudhon) جیسے زبردست سوشنلیٹ کو درمیان میں لے آتا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ ابوذرؓ اور ہے اور

پاسکال اور پروڈن اور ہے۔ جب سے ابوذرؓ نے خدا کو پہچانا اس دن سے وہ ذرا دیر کے لئے بھی آسودہ نہیں ہوا اور نہ ہی ایک لمحے کے لئے وہ راہ فکر عمل میں مست ہوا۔ نہ پروڈن میں ابوذرؓ کا تقویٰ پر ہیزگاری اور پارسائی ہے اور نہ ہی پاسکال میں اس جیسی سرگرمیاں اور زور و شور ہے۔ ابوذرؓ کتبِ اسلام میں ایک ”انسان کامل“ ہو گیا تھا اور یہی مطلب اس کی عظمت کے اظہار کے لئے کافی ہے۔

ممکن ہے بہت سے تاریخِ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ کیا اس تحریک سے درخشان نتائج حاصل ہوئے ماسونیے لشکر کشی کے اور پھر فتوحات پھر ایک بہت بڑی سلطنت کا قیام جو کہ چند صد یوں کے بعد بالکل بکھر گئی یہ سب کیا تھا؟ اور اسلامی تحریک کا دوسرا سیاسی اور فوجی تحریکوں سے کیا فرق تھا؟ جو کامیابی کی منزل تک پہنچیں۔ خصوصاً ہم دیکھتے ہیں کہ تحریکِ اسلام بہت ہی ابتداء میں سیاسی اختلافات نے دوچار ہو گئی تھی اور اپنے اصلی راستے سے ہٹ گئی تھی اور اسلام کے حقیقی پیشواؤں نے بھی اس نکلنے کا اعتراف کیا ہے۔

پھر اسلام نے کیا کیا؟ وہ تمام اشارا اور جدائی جو پیغمبرؐ اور ان کے خدا پرست اور جرات مند اصحابؓ نے کیا، اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا ہگیا ہے؟ اگر فتوحات عمل میں آئیں تو ہم دین کی رو سے دیکھیں تو اتنی اہمیت کی حامل نہیں۔ خاص طور پر اکثر فتوحات بن عباس اور بن امیہ کے سلطنتیں کے ہاتھوں ہوئیں ان کا تو حقیقت میں اسلام کے ساتھ حقیقی رابطہ نہیں ہے۔

اس اعتبار سے یہ فیصلہ کسی حد تک صحیح ہے۔ اسلام کا بنیادی نصب اعین محض کشور کشائی اور ہوس ملک گیری تو نہیں ہے، اگر ہمیں اس کو دیکھنا ہے تو چاہئے دین اسلام کے نکلنے سے پہنچیں۔ تو نہ صرف ہمارا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ دین اسلام کی

حیرت انگیز پیش رفت کی صورت میں روشن تاریخ ہمارے سامنے آئیں گے۔
 دین اسلام وہ واحد محرك ہے جو اپنا فرض الیں سمجھتا ہے کہ شخصیت انسانی کو
 تکمیل کی شاہراہ پر گامزد رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کو اس بات کی طرف
 لگائے رکھے کہ وہ زندگی بھر مرحلہ بد مرحلہ ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے اپنے آپ
 کو نکھارتا رہے۔ یہ فطرت کا طے شدہ اصول ہے کہ بحادث سے باتات، باتات سے
 حیوانات، حیوانات سے انسان رو بہ ترقی رہیں اور تکمیل کی صورت سامنے آتی رہے۔
 دین اسلام بھی حقوقات کے اس حیران کن افسانے کو تقویت بخشتا ہے اور انسان کو جس
 منزل پر ہونا چاہئے اس منزل مقصود کی طرف کشاں کشاں لئے جاتا ہے۔ اس کے نتیجے
 میں بشر کا علم و عرفان اور انسانیت کی روح بلندیوں پر پرواز کرتی ہے، حتیٰ کہ انسان
 کے روحانی مدارج اتنے بلند ہو جاتے ہیں کہ وہ عروج کی انتہائی منازل پر پہنچ کر زمان و
 مکان کو بھی اپنے قدموں تک دیکھتا ہے، لہذا اس سے یہ مطلب بہت آسانی کے ساتھ
 اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دین انسان کو زینہ تکمیل طے کرنے میں بہت مدد دیتا ہے۔
 دوسرے الفاظ میں گویا دین ایک ایسی درکشاپ ہے جہاں ”حقیق انسان“ بنائے جاتے
 ہیں اور ہمیں بھی دین سے اس سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہیں۔

اب ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہے کیا اسلام نے اس طبقے میں اب تک
 کوئی مدد کی ہے؟ اور اپنی صنعت گری کے نمونے بازار بشریت میں پیش کئے ہیں؟
 تو آئیے! اس موضوع پر تحقیق کریں اور انتہائی حیرت کے ساتھ تاریخ کے
 ہمراہ آگے بڑھتے چلیں اور تاریخ کے ان مردوں اور عورتوں کے بارے میں جانتے کی
 کوشش کریں جن میں کچھ گوشہ گمانی میں تھے کچھ مظلوم، معاشرے کے دھنکارے
 ہوئے اور زخریدہ غلام تھے۔ اس سے پہلے تاریخ نے ہمیشہ مغورو اور جلال آور

بادشاہوں کو میدان جگ میں بھی دکھایا ہے ان کے مال و زر اور رعب و جلال کا بڑی انکساری سے ذکر کیا ہے، مگر اب کے ہم یہ دیکھیں گے یہی ماہیہ پرست اور خود پسند تاریخ پر انسے بوسیدہ نہیں میں رہنے والوں اور ویران جھونپڑیوں میں رہنے والے زرخید غلاموں اور افریقہ کے پا برہنہ گمنام صحراؤں میں زندگی بسر کرنے والے جبشی غلاموں اور ابوذر جیسے ناقابل اہمیت لوگوں کا بڑے ترک و احتشام سے ذکر کرے گی۔ ابوذر قبیلہ غفار سے تھے، اسی طرح سلمان فارسی بھی ایران سے پھرتے پھراتے سر زمین عرب پہنچے اور بلال جبشی جیسے نلام جوانہ تائی کم قیمت پر فروخت ہوئے۔ تاریخ نے اس بات کا بغور جائزہ لیا ہے کہ ان تمام مذکورہ شخصیات کی زندگیوں کا ہر ہر لمحہ عشق حقیقی سے سرشار اور لمبڑی دکھائی دیتا ہے، اسی لئے تاریخ انتہائی فخر و انبساط کے ساتھ ان کے یہ خالص جذبے آنے والی نسلوں کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ اب ہمیں یہ تحقیق بھی کرنا ہے کہ کیوں اور کب سے یہ متکبر مغزور، خود غرض اور اپنی الوقت تاریخ اتنی عاجز اور منكسر المراج کیسے ہو گئی ہے؟ *

جوناٹج تحریک اسلام سے حاصل ہوئے، ان میں سے ایشیا، افریقہ اور جنوبی یورپ کی فتوحات کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ اس پیش رفت کی طرف نظر ہونی چاہئے جس کی چھاپ ہمیں تحریک کے چند ایک پیروکاروں کے فکر و نظر اور دل و جان

* یہ ایک بہت بڑی بات ہے جو کہ تاریخ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ جناب سید معفر شہیدی کے قول کے مطابق، جو ایک عظیم مصنف تھے۔ یہ بات ہم ان محنوں میں نہیں لے رہے جس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب میں کیا ہے اس کو تو تاریخ کا سب سے بڑا جرم شمار کیا جانا چاہئے۔ جناب اخوان امید یہ مطلب و مفہوم سب سے بہتر تاکتے ہیں۔ اپنی کتاب ”میراث“ میں انہوں نے اپنی بیٹی سے خطاب کرتے ہوئے

”بہلیت خوبصورتی سے بیان کیا ہے：“

”یہ سر پھرا دھوکہ دینے والا اور دل کا اندھائی۔“

کی گہرائیوں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔

اسلام کی جو فتوحات پر پیچ و خم اور کٹھن وادیوں میں ان ارواح مقدسہ کے ذریعے سے عمل میں آئیں، ان لوگوں کی نظر میں جو حقیقت اور انسانیت کو عسکری اور ظاہری قوت پر غالب خیال کرتے ہیں، قدر و ارزش کا یہ یقین اپنے اندر و سعت، حرمت اور زیادہ اہمیت کے ساتھ جلوہ نما ہوتا ہے۔

روم اور ایران جیسے ممالک کی تاریخ میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ بہت طویل ہے اور جن ممالک میں چنگیز، دارا اور پولیمن جیسے "بے مغز نای گرامی" بہادروں کی مثال نہیں ملتی اور انہوں نے اپنی عظمت کا لوبا منوایا، وہاں جندب بن جنادہ جیسے ایک گمنام صحرائیش اور مجنون کو ابوذر غفاریؓ بنادیتا، ہر کتب فکر اور ہر تحریک میں عدمیں المثال ہے۔ اگر ان چار پانچ انسانوں (ابوفرا، سلمانؓ، عمارؓ، یاسرؓ اور بلاؓ) کی تربیت اسلام کا نتیجہ نہ ہوتی تو اسلام کی عظیم فتوحات حیران اور شذر کردنے کے لئے کافی تھیں۔

لیکن بڑے افسوس سے یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ ایسے دلیر اور شجاع جو اس مرد جن پر تاریخ کو بجا طور پر فخر ہے کے حقوق تلف کر دیے گئے ہیں۔ یہ وہ دین اسلام کے بیروکار ہیں جن کی فکری قوت اور تلوار کے بل بوتے پر اس دنیا میں اسلام پھیلا ہے اور اس کو تقویت حاصل ہوئی ہے مگر دنیا ان ذوات مقدسہ سے نا آشنا اور بیگانہ رہ گئی ہے۔ سلسلہ بشریت کی تکمیل میں انسانیت کے ان عظیم پیکروں نے جو مدارج طے کئے ہیں، دنیا والے ان سے بھی بے خبر ہیں حتیٰ کہ ان کے مختصر سے حالات زندگی کی بھی صحیح معلومات میسر نہیں ہیں۔

ہم نے ان پرستار ان حق اور مجسمہ پا کی بازی و جسارت کے حق میں جس سُتی

اور تسائل کا مظاہرہ کیا ہے وہ حقیقت اور انسانیت پر دراصل ایک ضرب سے کم نہیں اور

اس کی تلافی بہت مشکل ہے اور یہ غلطی ہم سب مسلمانوں کی اجتماعی غلطی ہے، مگر ہمیں انتہائی ندامت اور افسوس سے اقرار کر لینا چاہئے کہ اس گناہ میں شیعہ زیادہ سیکھ ہیں اور اس حق اور حقیقت کی پامالی میں اپنے بھائیوں سے آگے نکل گئے ہیں۔ البتہ گذشتہ چند سنالوں میں اسلام کی ان عالی مقام ہستیوں کے حالات زندگی کی شرح و بیط چند ایک مجلات میں طبع ہوئی ہے جس سے کسی حد تک تلافی ہو گئی ہے، لیکن شیعہ حضرات اسی طرح اپنی غفلت شعرا ری پر مستقل مزاجی اور استقامت کے ساتھ قائم ہیں۔

دین اسلام کی ان سرکردہ شخصیات کی ایک جماعت انگیز بات یہ ہے کہ جس دور میں حکومت ابو بکر اور اس کے جانشینوں کے پاس تھی تو علیٰ جو کہ شیعوں کے پیشوں تھے ان کے حق کو پاؤں تلنے روند دیا گیا، ایسے میں ان ہستیوں نے پروانہ وارثت حقیقت کا طوف کیا اور وہ ان کے حق میں باطل کے خلاف نبردا آزمار ہیں، پھر آخونکار علیٰ کے قدموں میں ہی جان جان آفریں کے پر کر دی۔ اس خوبیشن سوزی کے نتیجے میں گویا انہوں نے اسلام کی حقیقت امانت کے طور پر تاریخ کو سوتپ دی اور جہاں تک ممکن ہو سکا اسلامی سلطنت کی حمایت میں سرچشمہ معرفت کو پانے کے لئے انتہائی شجاعت کے ساتھ ڈالتے رہے۔

ابوذر گہمی ان نجات دہننے آزادی کے رہبروں (رہنماؤں) میں سے ایک ہیں۔ آج جہان بشریت کو ایسے ہی دلیر مطلوب ہیں خاص طور پر جب سے اس اقتصادی دنیا میں مشینی بحران پیدا ہو گیا ہے۔ آج اقتصادی مسائل نے زندگی کے بنیادی مسائل کی حیثیت اختیار کر لی ہے، آج کے دور میں ایک بار پھر نظریات ابوذر گہمیت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ آج پھر وہی مناظر دکھائی دے رہے ہیں، جو کبھی شام اور مدینہ میں نظر آیا کرتے ہیں۔ وہ محرومین اور محتاجوں کو اپنے گرد و پیش متعصب کر لیا کرتا تھا۔

اور ان کو سود خوروں، زر پرستوں اور مالداروں کے خلاف اکساتا تھا۔ تمام دنیا کے مسلمان اس کی دلنشیں اور شعلہ بیان تقریریں اور صاحب نظریات بڑے غور سے سنتے تھے۔ آج بھی ہماری نظریں تاریخ کے گرد و پیش میں متلاشی ہیں کہ اس نے مصیبت زدؤں اور غم کے ماروں کو مسجد میں جمع کر رکھا ہے اور محل سراوں میں عیش و عشرت کی زندگی برکرنے والوں اور عثمانؓ کے نام نہاد جاہ و جلال اور ثروت و سطوت کے خلاف شدت سے بھڑکاتا ہے اور بآواز بلند بنا ٹنگ دہل یہ کہتا ہے:

وَالْأَنْبِينَ يِكْفَرُونَ الْذَّهَبُ وَ
الْفَضْلَةُ وَلَا يِنْفَقُونَ فَمَا فِي سَبَبِيْلِ
اللَّهِ فَبِشَرَهُرُ دِحْلَابِ الْيَسِيرِ (سورہ توبہ ۲۲)

”اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے پس ان کو درود ناک عذاب کی بشارت دے دو۔“

”اے معاویا یا مخلل اگر تم اپنے پیسے سے بنارہے ہو تو اسراف میں داخل ہے اور اگر لوگوں کے مال سے بنارہے ہو تو سراسر خیانت ہے۔“

”اے عثمانؓ تو نے فقیروں اور بے نو اوں کو زیادہ محتاج کر دیا اور مالداروں کو زیادہ ثروت مند بنادیا۔“

(مشہد ۱۳۳۲، علی شریعت مربیانی)

نور کا ایک لپکا

ابوذر نے کہا کہ پیغمبر خدا ساتھا بُ کا دیدار کرنے سے تین سال قبل میں نے نماز پڑھی، میں اپنے آپ سے مخاطب ہوا کہ یہ کس کے لئے؟ میرے ضمیر کی آواز آئی۔ خدا کی خاطر۔ میں نے عرض کیا: تو کہاں جھکتا تھا؟ اس نے کہا: جہاں کہیں میرا خدا مجھے متوجہ کر لیتا تھا۔

قبیلہ غفار کے سرکردہ افراد ایک مقام پر اکٹھے ہوئے ایک ہنگامہ سا پا تھا، ایک عرصے سے بارش نہیں ہوئی تھی، یوں لگتا تھا جیسے نگل اور رحمت نے ان کو بھلا دیا ہو۔ وہ بیچارے سخت تنگدستی درماندگی اور بیچارگی کے عالم میں تھے، ان کے چوپائے اور بکریاں نحیف و نزار اور لا غرہ ہو چکے تھے۔ سمجھی ایک دوسرے سے یہی پوچھتے نظر آتے تھے کہ ان کے خدا ”منات“ نے اس قدر تصرع و زاری اور منتوں سما جتوں اور قربانیوں کے بعد بھی ان کو چھوڑ کر دشمنی اختیار کر لی ہے؟

بارش کا موسم تو گزر چکا، اب آسمان پر کوئی بادل دکھائی نہیں دیتا، نہ کہیں باران رحمت کے آثار ہو یہاں ہیں۔ کیا وہ گمراہ ہو گئے ہیں؟ یا قهر الہی نے انہیں نگل لیا ہے؟ نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ خدا کے تقرب کی خاطر تو بڑی بڑی قربانیاں دی گئی ہیں، خون بھائے گئے ہیں، انتباہیں اور مناجاتیں کی گئی ہیں، لیکن آسمان کے کاموں میں

کیا کیا جاسکتا ہے؟

غفاریوں کا تو اس میں کوئی دوش نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ان کا سب سے بڑا خدا "منات" کسی کو بارش برسانے کے لئے بھیج دے تاکہ مرتی ہوئی زمین کو نئی زندگی مل جائے۔ سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ لوگ یعنی تمام مرد و زن اجتماعی طور پر خضوع و خشوع اور تصرع و زاری کے ساتھ باہر چلے جائیں اور "منات" سے رحمت و بخشش کے طلب گار ہوں، شاید اس کو ان کی حالت زار پر حرم آ جائے اور وہ بادلوں سے بھرپور ہوا اُس کو اس سرز میں کی طرف برنسے کے لئے بھیج دے تاکہ اس کی رحمت کے بادلوں سے وہ فیضیاب ہوں، مردہ زمینوں کو حیات نو مل جائے اور ان کے دکھ اور پریشانیاں راحتوں میں بدلت جائیں۔

قبیلہ "منات" کی طرف روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گیا، سب اپنے اپنے اونٹوں کے پیچھے بھاگے، انہیں بھی اپنے اونٹ کی طرف پکا اور ایک آواز بلند کی، اونٹ اٹھ کھڑا ہوا اور اس قافلے کے ہمراہ چل دیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان سمندر کے کنارے کی طرف روان دوال تھا۔ ان لوگوں نے "منات" کو وہاں نصب کر رکھا تھا۔ چنانچہ یہ لوگ چل پڑے، انہیں نے اپنے گرد و پیش میں دیکھا تو اپنے بھائی کو نہ پایا۔ اپنے اونٹ کو بٹھا کر وہ گھر کی طرف دوڑا آواز دی "جندب! جندب! گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھا، وہ بڑے سکون اور آرام سے اپنے بستر پر لیٹا ہوا ہے اور اس کا جانے کا بھی کوئی ارادہ نہیں ہے، شاید اس نے خروج کا حکم دینے والے منادی کی آواز نہیں سنی ہے؟ کیوں چلتے کیوں نہیں؟ اس لئے کہ منات کو دیکھ کر کراہت اور بے رغبتی کا ایک شدید احساس مجھے گھیر لیتا ہے۔

چپ رہوا اس سے بخشش مانگو۔ کیا وہ تمہاری یہ بات سن کر تم پر مصیبت

نازل نہیں کرے گا؟ کیا تمہیں اس بات سے ڈنیں لگتا؟

تیرا خیال ہے کہ وہ ہمیں دیکھتا ہے اور ہماری باتیں سنتا ہے؟

آج تجھے ہو کیا گیا ہے؟ کیا تجھ پر کسی جن کا اثر ہو گیا ہے؟ یا تم بیمار ہو گئے ہو؟ ہاں سنو تو بہ کرو شاید وہ تمہاری تو بہ ہی قبول کر لے۔

ابوذر گسلمندی کے ساتھ اپنے بستر میں کروٹیں لیتا رہا اور کچھ بھی نہ کہا۔

انیس نے کہا اٹھوا اٹھوا جلدی کڑھ قافلہ جا چکا ہے اور لوگ ہم سے آگے نکل گئے ہیں۔

پھر وہیں کھڑا رہتا کہ ابوذرؓ کو اپنے ساتھ لے کر جائے۔ انیس بڑی پھرتی

سے اپنی سواری پر بیٹھا، لیکن ابوذرؓ بہت ہی خاموش اور دل گرفتہ سا اپنے اونٹ کی طرف بڑھا اور سوار ہو گیا۔

انیس نے اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”اپنے اس عقیدے کا اظہار

لوگوں سے نہ کرنا ورنہ لوگ بارش نہ برسنے کے لئے تمہیں ہی دوش دیں گے، تمہیں

اپنے لئے خدا کا غصب خیال کریں گے اور تمہیں خخت ایذا کیں دیں گے۔“ پھر وہ منات کے فضائل و مناقب جو عربوں میں مشہور ہیں کا ذکر کرنے لگا۔

ابوذرؓ بھی یہ باتیں بے جبر و اکراہ سن رہا تھا، لیکن خاموش تھا اور کسی گھری سوچ

میں ڈوبا ہوا تھا۔ چند دنوں کے بعد قافلہ کو منات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اس

وقت لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وصال کے استیاق کے دفعوں کی بنا پر وہ جوش کھا رہے

تھے۔ انہوں نے اونٹوں کو باندھا اور جو قربانیاں اپنے ساتھ لائے تھے وہ ہمراہ لے کر

شور مچاتے ہوئے مگر تعظیم کے ساتھ دعا کیں مانگ رہے تھے اور اپنے پروردگار کے حضور

میں خصوص و خشوع سے بھر پور دلوں کے ساتھ دوڑئے جا رہے تھے، انہوں نے قربانیاں

ذبح کیں اور منات گوان کا جو پاکیزہ اور سرخ خون پسند تھا، اس سے زمین کو رنگیں کر

دیا۔ ابوذرؓ ان تمام سرگرمیوں میں بالکل بھی حصہ نہیں لے رہا تھا اور نہ ہی اپنے ساتھیوں جیسے جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہا تھا، بلکہ اس کی رمز شناس دورس نگاہیں مستقل ”منات“ اور اپنے قبیلے والوں کے گرد گھوم رہی تھیں۔ وہ اپنی اور تمام اہل قبیلہ کی سادگی اور ناداواقفیت پر اگذشت بدنداں تھا۔ وہ اس پتھر کے خدا کو گھور رہا تھا جو اپنے گرد و پیش سے بے خبر بے حس و حرکت تھا۔ جس خدا کے حضور میں سمجھی جائے گا جارہے تھے وہ ان سوختے دلوں اور والہانہ پرستش کرنے والوں کے دل کی گھرائیوں سے اٹھنے والے شعلہ بار دھوکیں کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا اور نہ ہی کچھ سن رہا تھا، اس بات کا ابوذرؓ کو بہت تعجب تھا کہ وہ خدا تو اس قابل بھی نہیں کہ ان سب کی باقویں کا جواب ہی دے سکے مگر یہ لوگ سالہاں سال سے اس خدا کے معاملے میں اپنے عقائد میں راست ہیں، جبکہ وہ خدا ان کی گھبڑا ری کرنے کے قابل ہی نہیں ہے۔

رات آن پیشی، اس نے ”منات“ اور اس کے پوجنے والوں کو اپنی تاریک چادر میں پیٹ لیا، گویا پوری کائنات کو شب کی سیاہی نے ڈھانپ رکھا تھا، لیکن تابندہ ستارے جو شفاف آسمان پر چمک رہے تھے، مگر اس ملکجی روشنی میں دلوں کی آگ اتنی بہڑک رہی تھی کہ بڑی آسانی کے ساتھ ہر شخص نے اپنے مقام کو پہچان کر انتخاب کر لیا۔

قصہ گویوں کی انجمنیں جگہ جگہ تشکیل پا گئیں، ابوذرؓ بھی ان بزرگ شخصیات میں شامل ہو گئے۔ خداوں کی عظمت و بزرگی اور شرف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، ان میں سے ایک منات کے بارے میں قصیدہ سرائی کر رہا تھا اور دوسرا ”لات و عزیٰ“ کے متعلق دلچسپ اور مزیدار قصے کہانیاں سب کو شمارہ رہا۔ ”لات و عزیٰ“ کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور ان کی شفاعت خدا کے حضور میں بہت

مانی جاتی ہے۔ اسی داستان گوئی کے دوران جب ایک شخص ”سعد“ (ایک بت کا نام) کے مقام و منصب کی بلندی کے بارے میں بات کر رہا تھا تو اہل مجلس میں سے ایک شخص اس کی گفتگو میں پڑا، کہنے لگا۔ کیا تم نے اس شخص کے متعلق سے ہے جس نے ”سعد“ کو برا بھلا کہا ہے؟ سب کے سب بیک آواز ہو کر بولے نہیں، تم بتاؤ اس نے کیا کہا ہے؟ ایک شخص ”سعد“ کے حضور میں اپنے اونٹوں کو وقف کرنے کے لئے لا رہا تھا، جو نہیں وہ ”سعد“ کے قریب بہنچا، اس نے اپنے اونٹوں کو چھوڑ دیا، اس کے سارے کے سارے اونٹ صحرائی مختلف سوتوں میں منتشر ہو گئے۔ جب وہ اپنے اندر ان کو جمع کرنے کی قدرت نہیں پاتا تو اس نے غیظ و غضب کے عالم میں پھر کا ایک نکلا ”سعد“ کو دے مارا اور کہا، ”تیرے اندر خدا کی طرف سے کوئی خیر نہیں۔“ پھر اس نے سعد کی طرف سے روگردانی کی اور اپنے اونٹوں کے پیچھے دوڑا، پھر اپنے آپ سے کہنے لگا کہ ”ہم سعد کے پاس اس لئے آئے تھے کہ وہ ہمیں منتشر ہونے سے بچائے اور اتحاد و اتفاق کی ایک لڑی میں پرو دے، لیکن اس نے ہمیں پہلے سے زیادہ بکھیر دیا ہے، لہذا اب ہم اس کی پوجا نہیں کریں گے مگر ”سعد“ محض ایک پھر کے لکڑے کی چیز سے زمین میں گزار ہا، وہ تو اپنے نیک و بد کو بھی نہیں پہچانتا تھا۔

ایک شخص نے انتہائی غصے میں بلند آواز سے کہا۔

خدا کی قسم یہ شخص کافر ہو گیا ہے اچھا تو پھر کیا ہوا؟

اس کے بعد کچھ بھی نہیں ہوا، بس سب لوگوں کے سر جھک گئے اور وہ شک اور حیرت میں سوچوں میں گم ہو گئے، مگر اس داستان کو سن کر ابوذرؑ کا دل اطمینان اور استقلال سے بھر پور ہو گیا۔ یہ ماجرا سن کر سب اہل محفل کو بھی ایک خاص جرات ملی، یہاں تک کہ وہ تمام ہوں کے بارے میں انکار میں غلطیں دیکھاں ہونے لگے۔ اب

اٹ قسم کی جرأت و بہادری کی داشتائیں ہر زبان پر تھیں۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کیا تم لوگوں نے عدی بن حاتم کے بارے میں سنا ہے جس نے ”فلس“ (ایک بت کا نام) کی پرستش سے سرتاپی کی اور بت پرستی کو چھوڑ کر نصرانی ہو گیا؟ سب کہنے لگے۔ ہم نے تو یہ بات نہیں سئی، کہو؟ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا کہ صبغی جو کہ ”فلس“ کا خدمت گار تھا، اس نے مالک بن کلثوم کے ہمسایہ قبیلہ بنی علیم کی ایک عورت کی اونٹی اڑا می اور اپنے ساتھ لے کر ”فلس“ کے دربار میں وقف کرنے کو چلا۔ اونٹ کے مالک نے مالک بن کلثوم سے درخواست کی کہ میرے اونٹ کو بچاؤ، چنانچہ مالک بن کلثوم برہنہ اونٹ پر سوار ہوا اسکے اپنا تیزہ لیا اور صبغی کے پیچھے لپکا دیکھا تو وہ خدمت گار صبغی اور اونٹ فلس کی خدمت میں ہڑے ہیں مالک بن کلثوم نے ایک آواز بلند کی:

میرے ہمسائے کے اونٹ کو چھوڑ دو۔

کیا تو اپنے خدا کو حقیر سمجھتا ہے؟

مالک نے نیزے سے اس پر حملہ کیا۔ خادم صبغی نے اونٹ کی گزدن سے لگام کھول کر اس کو آزاد کر دیا اور مالک بن کلثوم اس کو لے کر چلا گیا۔ اب خدمت گار خود کو فلس کی پناہ میں لے آیا، اس کے پاس کھڑا ہو گیا اور مالک بن کلثوم کی طرف رخ کر کے اپنے ہاتھوں کو لتر ضرع وزاری کے ساتھ بلند کیا، اس طرح کہ فلس کو دکھا دکھا کر کہہ رہا تھا۔

اے پروردگار! آج مالک بن کلثوم نے ایک خوبصورت اونٹ تھے سے چھین طیا اور عہد شکنی کی۔ اے میرے پروردگار! آج تک کسی کو میرے پر ایسا ستم روار کھنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔

اور اسی طرح کی شدت آمیز بائیں کر کے فلس کو مالک کے خلاف اکساتا رہا۔

وہ چاہتا تھا کہ اس کا پروردگار مالک کو دردناک انعام سے دوچار کرے۔ وہیں اس مجمع میں عدی بن حاتم کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا، وہ دونوں فلسوں کے قریب ہی بیٹھے تھے اور اس تمام واقعہ کو دیکھ بھی رہے تھے اور ان کی باتیں بھی سن رہے تھے۔

عدی کہنے لگا۔ دیکھیں آج ماں بن کلثوم کے ساتھ کیا پیش آتا ہے؟ لیکن دن پر دن گزرتے رہے اور پھر کچھ بھی ظہور میں نہ آیا۔ عدی نے بھی فلسوں بتوں کی پوجا چھوڑ دی اور نصرانی ہو گیا۔ سبھی لوگ سر جھکا کر سوچنے لگے، افکار کی سیاہ پر چھائیاں سب کے چہروں پر عیاں تھیں۔ اتنے میں ابوذرؑ کو یک گونہ روحانی سکون کا احساس ہوا۔

یہ داستان ابوذرؑ کے لئے ایسے ہی تھی جیسے ایک جگر سوختہ اور پیاس سے پر ٹھنڈرا پانی ڈال دیا جائے، اس کے دل پر حقیقت میں بہت اثر ہوا۔ اہل بزم سبھی منتشر ہو گئے اور سب کے سب ”منات“ کے اطراف میں اپنے بستروں میں لیٹ گئے اور پھر سب کو اوگھا آنے لگی۔ ہر طرف نفیر خواب (سونے کے اوقات کی جرس) کا شور بلند ہوا اور رات نے ہر چیز کو بڑے سکون اور خاموشی کے ساتھ اپنے پروں تک لے لیا، لیکن ابوذرؑ یوں تو اپنے بستر میں دراز تھا، مگر اس کی نظریں آسمان کے ستاروں پر گڑھی ہوئی تھیں اور وہ محفل میں ہونے والی باتوں کے بارے میں سوچوں میں غلطان تھا، اب وہ ان بتوں سے انکاری تھا، وہ ان کی طاقت و توانائی اور خدائی کے بارے میں غور و خوض کر رہا تھا اور سرگوشی کے انداز میں زیریب کہہ رہا تھا کہ ”منات“ تو محض ایک پتھر کا گلزار ہے جو نہ تو کسی کی نجات پر قادر ہے اور نہ ہی کسی کو گمراہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اچانک سوچ کا ایک لپکا سا اس کے ذہن میں آیا، وہ اپنی خواب گاہ سے اٹھا اور اس نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ وہ ”منات“ کے پاس پہنچ گیا۔

اس کے برابر کھڑا ہو گیا، اس نے محسوس کیا کہ وہ تو ایک بے حس و حرکت مجسمہ ہے جس کو نہ تو کسی چیز کا احساس ہے نہ وہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے آزمائش کے طور پر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور اس پر دے مارا اور کسی قسم کا رعمل اس نے نہیں دیکھا، سوائے ایک پتھر کے دوسرے سے ٹکرانے کی آواز کے وہ اسی طرح نادانی اور حیرت کا مجسمہ تھا۔

ابوذر غفرنخ و عناد کے باعث کہنے لگا۔ آخرا کرتو تو عاجز اور بیچارہ ہے، قدرت نہیں رکھتا، تو مخلوق ہے خالق نہیں ہے نہ تو تیرے میں طاقت ہے نہ استطاعت، پھر آخر کسی بات کے نئے تیری پرستش کی جائے اور بکریوں کو کیوں تیرے حضور میں قربان کیا جائے اور تیرے پاس نذرانے کے طور پر لائی جائیں؟ میرے قبیلے والے تو واضح گمراہی میں زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔

ابوذر آہستہ سے اپنی خواب کا گاہ میں واپس آیا اور بڑے ہی سکون اورطمینان سے اپنی آنکھیں موند لیں اور گہری نیند سو گیا۔

جب سیدہ صحیح نعمودار ہوا اور آ کاش کی لہن اپنے جملہ عروی سے باہر نکلی اور اس نے اپنے نرم و نازک اور لطیف دامن کے ساتھ سوئے ہوؤں کو چکی دی اور منات کے پچاریوں کو جوش و خروش کے ساتھ بیدار کیا۔ منات ویسے ہی نادانی اور ناؤاقیت میں متغرق تھا اور اپنے مقام پر جما ہوا تھا، نہ وہ کوئی چیز محسوس کرتا تھا، نہ سنتا تھا، نہ اس میں دیکھنے کی استعداد تھی، سمجھی مرد اور عورتیں برکت کی خاطر اس کے گرد طواف کر رہے تھے۔ صرف ایک ابوذر تھا جوان کی ان سرگرمیوں میں شریک و سہمیں نہیں تھا، اس نے خاموشی سے ان کی طرف سے منہ پھیسرا اور اپنے اونٹ پر سورج ہو کر چل دیا۔

اس کی سوچوں کا پرندہ اس وسیع و عریض کائنات میں اڑا چلا جا رہا تھا۔ اس

نے آسان کی طرف سر اٹھایا، اس کی پہنائیوں، عظمتوں اور رفتتوں پر غور و خوض کرتے ہوئے خود سے ہم کلام ہوا کہ یہ آسان کیسے بلند کیا گیا؟ آخر کس ہستی نے اس کو بنا لیا ہے؟ اس نے سورج کی طرف نظر اٹھائی، گویا اس طرح کہ وہ ایک نئی چیز دیکھ رہا تھا، اس نے محبوس کیا کہ ایک لامحہ و دفعہ میں وہ تیر رہا ہے۔ اب وہ ان سوچوں میں گم تھا کہ یہ سورج کس طرح اپنی چار دیواری سے نکل کر اپنی تمام ترتیباتیوں کے ساتھ چک رہا ہے تاکہ اپنی مقررہ منزلیں طے کرتے ہوئے صدر آسان سے ہوتے ہوئے وہاں سے نیچے اترے اور افق میں جا کر منہ چھپا لے۔

وہ اس فکر میں غرق تھا کہ کس طرح اس کے بعد سیاہ رات آ موجود ہوتی ہے اور یہ ستارے جو اپنی تابانیوں کے ساتھ ساتھ روشنی، آرام اور سکوت کو ہر سو نچھا در کر رہے ہیں، اب وہ اس سیاہی کا سینہ پھر دیں گے۔

وہ ایک ایسی گہری سورج میں ڈوبا ہوا تھا جس سے یقین کی روشنی طلوع ہو رہی تھی، وہ فکر جو شک کو خنک ایندھن کی طرح آگ میں جلا کر بھسم کر دا لے۔

طوفاف ختم ہو گیا، سب روائی کے لئے تیار ہو گئے ابوذرؓ کا کا بھائی انیس اس کے پاس آیا اور بھائی کے برابر کھڑا ہو گیا، چند لمحوں کے لئے بھائی کے مات و مہبوبت چہرے کی طرف دیکھتا رہا، جو انکار کی موجودوں میں غلطائی تھا۔ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا اور قافلے کے ہمراہ غفارنامی سستی کی جانب چل دیا۔ ابوذرؓ بھی اسی طرح خاموش اور پریشان سا چلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ قافلے نے ایک درے میں پڑا وہاں۔ اس کی کھونج لگانے والی نگاہیں بلند و بالا پہاڑوں کی طرف اٹھ گئیں، وہ سوچنے لگا کہ آخر کس ذات نے کس طرح ان کو اٹھا رکھا ہے؟ یوں لگتا تھا جیسے ابوذرؓ نے پہلی مرتبہ اس دنیا اور اس کی نیزگیوں کو دیکھا ہوا اس نے زمین کی طرف بڑے غور سے دیکھا، دل میں سوچا

کہ آخر یہ زمین کس طرح اس قدر مسطح اور ہمارے ہے؟ ایسے ہی افکار اس کے ذہن میں جوش کھا رہے تھے اور اس کے دل میں زندگی ایک نئی جنمیش سے ہمکنار ہو رہی تھی، اس کو نور ہدایت کی ایک روشنی مل گئی تھی جو اس کے دل کی گمراہیوں کو بھی تابناک بنارہی تھی، اسی روشنی کی بنابرائے وہ سرگرم عمل رہنا چاہتا تھا۔ اس کو مستقبل تابناک دھکائی دے رہا تھا، شکلوں اور گمراہیوں کی سیاہی جس میں وہ سالہا سال سے زندگی بسر کر رہا تھا، اب وہ چھٹتی ہوئی دھکائی دے رہی تھی۔ ابوذر اسی طرح کشاں کشاں قافلے کے ساتھ چلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ لوگ غفار پہنچ گئے۔ عورتیں مرد بھی اپنے اونٹوں سے اتر پڑئے، ابوذر بھی ایک دم خاموش اور تھا سا اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ وہ گھر جس میں قبر کی سی تاریکی اور موت کا ساسکوت کا فرماتھا، وہ اپنے گھر میں داخل ہوا، سیدھا اپنی خواب گاہ میں گیا تا کہ سفر کی تھکن دور کر لے لیں اس نے تھوڑی دری کے لئے سو جانا چاہا، مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، اس کے خیالات کا پرندہ اوھر اور پرواز کر رہا تھا، کبھی وہ آسمانوں کی بلندیوں پر پرواز کرتے ہوئے خود سے ہم کلام ہوتا کہ آخروہ کون سی ذات ہے، جس نے ان کو اخبار کھا ہے؟ کبھی وہ زمین کے فرش کی طرف متوجہ ہوتا کہ آخراں کو کس نے بچایا ہے؟ کبھی وہ اپنی ذات میں ڈوب ڈوب سا جاتا اور اس ہستی کے بارے میں سوچتا جس نے اسے پیدا کیا، اس کو چشم بینا عطا کی جس کی مدد سے وہ دیکھ سکتا ہے، اس کو زبانِ ولیعیت کی جس سے وہ بات چیت کرتا ہے اور وہ فطرت بھی دی ہے جس سے وہ خیر و شر اور تقویٰ و فساد کو اس کے دل میں ڈالتا ہے۔ اس نے خود سے کہا کہ بلاشبہ آسمان کا پیدا کرنے والا آسمان سے زیادہ صاحبِ عظمت ہے اور انسان کا پیدا کرنے والا خود انسان سے کہیں زیادہ بزرگ و برتر ہے اور وہ ذات جس نے اس حیران کن ہستی کو پیدا کیا یہ طے شدہ امر ہے کہ یہ ہستی منات لات، عزیزی،

اساف ناگلہ سعد اور دسرے معبودوں سے زیادہ لائق عبادت ہے۔ وہ ہستی اچھوتی اور نادر تخلیقات کو معرض وجود میں لانے والی ہے اور بہت ہی توانا مصور ہے، مگر ان پتوں میں نہ تو کوئی طاقت ہے اور نہ اچھوتا پن (نمودت) ہے۔

آہستہ آہستہ اس کو یہ احساس ہونے لگا کہ اس کا دل ایک طرح کے سردر سے سرشار رہتا ہے۔ اس کی آنکھوں پر خلک کے جوتاریک پردے پڑے تھے اب وہ یقین کی شعاعوں سے چھٹ رہے تھے۔ آتش شوق اس کی روح میں شعلہ فشاں تھی، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں اور ذمیں پر گزر کر جہانوں کے پروردگاری کے حضور میں سجدہ ریز ہو گیا۔

ابوذرؓ کا یقین ابھی تشنہ کام تھا، وہ اسی سرچشمے کا متلاشی تھا جو کہ اس کو مل گیا تھا اور اب وہ حقیقت کے ٹھنڈے اور خلک پانی سے اپنے من کی تشنہ کامیوں کو سیراب کر رہا تھا۔

ابوذرؓ نے طویل سجدے سے اس عالم میں سراہایا کہ اس کے آنسو اور سینے کے ٹھنڈے قطرے آپس میں مل گئے اس سے اس کا گندمی چڑہ اور کمزور رہا تھا جو گئے اسی حالت میں وہ اپنی خواب گاہ میں واپس چلا گیا۔ اس کی پیشانی پر ایک ملکوئی حسن سایہ ٹگن تھا، اب اس کے اندر ایک خدائی روح حلول کر چکی تھی، جس نے اس کی آنکھوں کو بینا اور دل کو بیدار کر دیا۔ وہ اولین سجدہ جو اس نے باری تعالیٰ کے حضور میں کیا، اس سے اس کے سالہا سال کے عقدے کھل گئے، جن سے اس کا دم گھٹا جاتا تھا اور اس کو اپنے سینے میں تنگی سی محسوس ہوتی تھی، وہ رات ابوذرؓ کو تمام راتوں سے زیادہ سبک محسوس ہوئی اور وہ نسبتاً زیادہ سکون سے سویا۔

انگلے دن کی صحیح طبع ہوئی، وہ اپنی آنکھیوں کی پوروں سے ہر چیز کو چھو کر اس

حیثیت میں نہیں پوجتے بلکہ اساف و نائلہ کے روپ میں ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں جو کہ عین خانہ کعبہ میں نصب ہیں۔

اساف اور نائلہ کی حیثیت تو محض دوزنا کاروں کی ہے۔ کیا تم چاہو گے کہ دو زانیوں کو پوچھو؟

اے ابوذر! یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟

اساف نامی ایک شخص یمن میں نائلہ نامی ایک لڑکی پر عاشق تھا، یہ دونوں زیارت کی غرض سے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، جیسے ہی خانہ کعبہ میں ذرا تخلیہ ہوا تو یہ دونوں لوگوں کی نظرتوں سے بچتے ہوئے زنا کے مرتكب ہوئے، اُلگی صبح خانہ کعبہ کے زائرین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دونوں صبح ہو چکے ہیں۔ عوام الناس کی عبرت کی خاطر ان دونوں کو خانہ کعبہ میں ہی رکھا گیا۔ جب اس واقعے کو ایک طویل مدت گزر گئی تو آہستہ آہستہ ان کی حیثیت خدا کی سی ہو گئی اور ان کو پوجا جانے لگا۔ ہاں تو یہ ہمہارے خدا۔ (ایسی من گھڑت باتیں عربوں میں بتوں کے بارے میں رائج رہی ہیں) اچھا تو پھر یہ سارے مجرمات جوان سے رونما ہوتے ہیں، ان کے بارے میں ہمہارا کیا خیال ہے؟

ان سے کوئی مجرمہ نہ تو ظہور میں آیا ہے نہ آئے گا، ان میں نہ قدرت ہے نہ قوت، جو کچھ بھی ہوا خدا کی جانب سے ہوا، یہ ان بتوں کے ساتھ غلط منسوب کیا گیا ہے۔ ابھی کل ہی تو ہم منات کی زیارت کو گئے اور ہمیں امید تھی کہ وہ بادلوں کو اکٹھا کر کے ہم پر بارش برسائے گا، ہم نے اپنے معبد کے قرب کی خاطر اپنی بکریاں بھی قربان کیں، تو پھر اس بت نے کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ اس لئے نہیں کہ ہمارے اعمال کی بنا پر وہ ہم پر قہر و غضب کا اظہار کر رہا تھا، اس کی وجہ ہمارے گناہوں کی کثرت بھی نہیں تھی۔ نہ وہ واجبات میں کوتا ہی کی وجہ سے ہم سے آزردہ خاطر ہوا ہے بلکہ وہ ان سب افعال میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہیں ہے۔

بس کرو بھائی بس کرو قریب ہے کہ میں تمہاری باتوں کو مان لوں اور
اپنے خداوں میں شک کرنے لگ جاؤں۔

اے انیس بھائی! یہی تو میری تمنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میری طرح
ان سے بیزار ہو جاؤ اور جب بھی تم دعا کرنا چاہو تو اس خدا کے آگے جھکو جو آسمانوں
اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

لیکن کیا ہم اپنے دین کو پرانے کپڑوں کی طرح آسانی سے اتار کر دور
پھینک سکتے ہیں؟

ہاں ہاں انیس! جب ہمارا دین ہی پرانے بوسیدہ لباس کی طرح ہو تو یہ کام
سلسلہ ہے۔

ان کی والدہ ”رملہ“ (الملہ، مقید کی میں قیلہ غفار سے تھیں) گھر میں داخل ہوئی تو وہ
دونوں ایک دم چپ سے ہو گئے، پھر اس نے ان کی طرف رخ کر کے کہا: اس بارے
میں میرے بیٹوں کا کیا خیال ہے؟
انیس! کس بارے میں؟

ماں نے کہا: یہ صورت حالات کہ جس سے ہم آج کل دوچار ہیں۔ آسمان
کے دروازے ہم پر بند ہیں اور بارش نہیں ہو رہی، کھیتیاں خشک پڑی ہیں اور ہم سب کو
سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

انیس نے کہا: یہ رائے تو آپ ہی کی رائے ہے۔
میرا خیال ہے کہ تمہارے ماموں کے پاس چلیں، وہ صاحب حیثیت اور
صاحب مال ہے۔

ابوذر کہنے لگا: جیسے آپ کہتی ہیں رائے تو آپ ہی کی ہے، جو ہونی ہے وہ تو
ہو کے رہے گی، خدا تعالیٰ خود کھادے گا۔

تو جب بھی گھر سے باہر جاتا ہے وہ تیرے گھر کی عورتوں کے ساتھ پیٹھا

ہے۔

نہیں نہیں یہ جھوٹ ہے سراسر تہمت اور بہتان ہے۔
خود ہمارا بھی یہی دل چاہتا تھا کہ یہ خبر شخص جھوٹ اور تہمت ہی ہو، مگر افسوس
یہ کہ یہ عین حقیقت ہے۔
آخر اس کی دلیل کیا ہے؟

تجسس سے چاہے پوچھ لے تمام قبیلے والے گواہ ہیں اور انہوں نے اپنی
آنکھوں سے دیکھا ہے، لیکن کیا تو چاہے گا کہ ایسی خبر میرے علاوہ کسی دوسرے کی
زبان سے بھی نہیں؟
نشانہ رہنے والے بس کرو۔

اس نے شرمندگی اور حزن و ملال کے باعث اپنا سر جھکا لیا۔ ایک جلا دینے
والے درد کا احساس اس کے دل میں ہوا اور وہ غصے میں پھنگارتے ہوئے سانپ کی
طرح گھر سے باہر لپکا، اس نے چاہا کہ اپنے غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرے اور خود
کو اطمینان دلائے مگر وہ ایسا نہ کر سکا، دون رات وہ ایک گھر کے رنج و غم میں ڈوبا رہتا۔
اس کے بعد سے وہ ہمیشہ کے بر عکس انس اور ابوذر سے بہت ہی سردہمی کے ساتھ ملتا،
گھر میں بھی جب کبھی وہ اکٹھے بیٹھتے تو ان کو پراسرار طریقے سے دیکھتا رہتا۔

ایک دن ابوذر نے ماموں کے چہرے پر حیرانی اور پریشانی کے آثار دیکھے
اور اس کے اندر کی تشویش کو بھانپتے ہوئے اس نے پوچھا کہ

ایسا کیوں ہے؟ چند نوں سے میں آپ کو ناراض ساد کیجھ رہا ہوں شاید آپ

ہم سے پیزار ہو گئے ہیں، بات بھی بہت کم کرتے ہیں، زیادہ تر سوچ میں ڈوبے رہتے

ہیں؟

نہیں کچھ نہیں ہے۔

نہیں ضرور کوئی بات ہے۔ آخر کیا ہے؟ مجھے بھی بتائیں شاید میں آپ کا غم
ہلکا کر سکوں اور آپ کے دکھ اور پریشانی بانٹ سکوں۔

میرے قبیلے والوں نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے کہ میرا دل سیر ہو گیا
ہے۔

کیا انہوں نے کیا کہا ہے؟

انہوں نے مجھے بتایا کہ انہیں نے فاشی کا ارتکاب کیا ہے۔
وہ کیا خیال کر رہے ہیں؟

وہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر گھر سے نکلا ہوں تو انہیں
میری جگہ ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔

ابوذر غصے سے لال پیلا ہو گیا، اس کی آنکھوں سے غیظ و غضب کے شرارے
لپک رہے تھے کہنے لگا۔

جو نیکی آپ نے کی تھی، وہ سب بتاہ و بر باد کر دی۔ اب اس کے بعد ہم بھی
بھی نہیں ملیں گے۔

طلو ع صحیح

غفار میں انہیں اور ابوذرؓ پانے گھر کے سامنے بیٹھے تھے، ایک شخص سفر سے آیا
اور اس نے سلام کیا، ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ابوذرؓ نے پوچھا:-
تو کہاں سے آیا ہے؟
میں مکہ سے آیا ہوں۔
وہاں کی کیا نئی تازہ خبر ہے؟
ایک شخص وہاں حال ہی میں آیا ہے، کہتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں اور یہ کہ
آسمان سے میری طرف پیغام آتے ہیں۔
لوگوں کا اس کے ساتھ کیا رویہ ہے؟
وہ اس کی بات ہی نہیں مانتے، اس کو تکلیف دیتے ہیں اور کبھی اس سے دوڑ
بھاگتے ہیں، کوئی بھی اس کے قریب نہیں پھٹلتا اور جو کوئی اس کے پاس آتا ہے، اس کو
دھمکیاں دیتا ہے۔

لوگ اس کی باتوں پر کافی کیوں نہیں دھرتے؟
وہ کسی ایسے شخص کی بات کس طرح نہیں جوان کے عیوب کی نشاندہی کرتا
ہے، ان کے نظریات کو جھوٹا ثابت کرتا ہے اور ان کے آباء و اجداد کے بارے میں کہتا

ہے کہ وہ صریحاً گمراہی پر تھے اور ان کے معبودوں کو بھی برا بھلا کہتا ہے۔
اچھا! کیا وہ ایسے کام کرتا ہے؟

ہاں! سب خداوں کو ایک خدا کہتا ہے جو بڑی عجیب سی بات لگتی ہے۔
ابوذر نے سر جھکالایا اور اس جملے کے بارے میں گہرائی سے غور کرنے لگ گیا
کہ

”تمام خداوں کو ایک خدا قرار دیتا ہے۔“ اس کو اس جملے میں کوئی بات تجھ
انگیز نہیں لگی کیونکہ یہ وہی نکتہ تھا جس پر وہ ذاتی حیثیت میں انتہائی تفکر کرتا رہتا تھا، ایک
طويل مدت سے وہ سر بر گریاں انہی سوچوں میں گم صم رہا کرتا تھا۔ اس شخص نے ابوذر
کو غور سے دیکھا، اس کو ساکت اور پریشان پایا تو اجازت لے کر چلا گیا۔
ابوذر نے انہیں کی طرف رخ کر کے کہا۔

فوراً اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ سر زمین مکہ کی طرف جاؤ اور اس شخص کی باتیں غور
سے سنو جو کہ پیغمبر ہے اور آسمان کی طرف سے اس کو پیغام آتے ہیں، پھر واپس آ کر
محجے ساری باتیں بتانا۔

انہی اٹھا، اپنے اونٹ پر بیٹھ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ پہلے وہ خانہ کعبہ
میں گیا، طواف کیا، لوگوں کے ایک گروہ کو دہاں دیکھا، پھر جو شخص بھی اسے اپنے سامنے
نظر آیا، اس سے پوچھنے لگا۔

اس شہر میں کیا نئی تازہ خبر ہے؟

ایک مرد شخص (نعوذ بالله من ذالک) لوگوں کو ایک نئے دین کی طرف
بلارہا ہے۔ انہی نے اس شخص کی یہ بات ابھی پوری طرح سنی بھی نہ تھی کہ اس نے
ایک شخص کو دکھا جو لوگوں سے خطا بکر رہا تھا۔

”میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، اس کی تعریف پیان کرتا ہوں،“

اس سے مدد طلب کرتا ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں اور میرا اسی ذات پر بھروسہ ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے وہ کیتا ویگانہ ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔“

حاضرین میں سے ایک بولا: تو جھوٹ بولتا ہے۔

اس نے کہا: ”پیشوہ“ (پیشوہ اس کو کہتے ہیں جس کو قبیلے کی طرف سے مقرر کیا جائے کہ وہ قبیلے کے رہنے کیلئے مناسب مقام تلاش کرے بھرا پنے قبیلے والوں کو اس کے بارے میں بتائے۔ یہ جملہ عرب میں مثل بن گیا ہے) اپنے قبیلے والوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں خدا کی طرف سے آپ لوگوں کی طرف خصوصاً اور عام لوگوں کی طرف عموماً بھیجا گیا ہوں، خدا تم لوگوں کو جس طرح تم سوتے ہو مارڈا لئے کی قدرت رکھتا ہے اور جیسے زندہ اور بیداری کے عالم میں ہوتے ہو اسی طرح تمہارے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے۔ جو جو اعمال اور افعال تم انجام دیتے ہو وہ حساب رکھنے والا ہے، اس کی ایک بیشہ رہنے والی جنت ہے اور اس کے ساتھ اس نے بیشہ رہنے والی جہنم کی آگ بھی تیار کر کھی ہے۔

ان میں سے ایک کہنے لگا:

وہ کیسے؟ جب ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جائیں گی، ہم دوبارہ کیسے اٹھائے

جائیں گے؟

اس شخص نے کہا:

کیا جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہی خاک ہو جائیں گی، کیا ہم نئی صورت میں

بھر دوبارہ اٹھائیں گے؟ تم بھی صورت میں بھی ہو پڑھیا لوہا، یا اس سے بھی بعد کوئی

چیز، جس ہستی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، وہی دوبارہ اٹھانے کی قدرت رکھتا ہے۔ (سورہ
بنی اسرائیل ۵۱-۵۹)

انیں کھڑا سن رہا تھا، جو کچھ بھی وہ سنتا تھا وہ بڑی کوشش سے اس کو یاد رکھنے
کی سعی کر رہا تھا۔ اب اس مرد کے اطراف سے لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے، ان میں
سے ایک نے آواز کہا۔

وہ کاہن ہے، نہیں بلکہ شاعر ہے، نہیں جادوگر ہے۔

انیں پیغمبر اور ان کی قوم کی باتیں سن رہا تھا، وہ سر جھکا کر غور کر رہا تھا۔ اس
کے باطن سے یہی آواز آ رہی تھی کہ ”قسم بخدا اس شخص کی گفتگو میں ایک مٹھاں ہے
بخدا وہ سچا انسان ہے اور یہ لوگ کاذب ہیں۔“

پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور لوٹ آیا۔ سارا راستہ وہ محمدؐ کے بارے میں
سوچتا رہا، وہ حیرت زدہ تھا اور ایک فکر آ میز خاوشی میں مستغرق، حتیٰ کہ وہ غفار پکنچ گیا۔
ابوذرؓ اپنے بھائی کے استقبال کو دوڑا اور مضطربانہ استفسار کیا۔ کہو کیا خبر لائے ہو؟
میں اس شخص سے ملا ہوں مجھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے خدا نے اسے تمہارے
دین پر بھیجا ہے اور میں نے یہ خاص طور پر دیکھا ہے کہ وہ میکی کی طرف بلاتا ہے اور
برائی سے روکتا ہے۔

لوگ اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟

وہ اس کو شاعر، ساحر اور کاہن کہتے ہیں، جبکہ وہ شاعر نہیں ہے، کیونکہ میں شعر
کی تمام اقسام کو جانتا ہوں اور میں نے شعر کی مختلف اوزان و بحور کے ذریعے اس کی
گفتگو کو جانچا ہے، ان کا آپس میں کوئی جو زندگی نہیں، وہ جادوگر بھی نہیں، میں نے جادوگروں
کو بھی دیکھا ہے اور ان کے ظلمات اور جادوؤں سے بھی واقف ہوں وہ کاہن بھی

نہیں ہے، کیونکہ کہن بھی میرے دیکھے بھالے ہیں، اس کی گفتار کا ہنوں کی میٹھی سریلیٰ
مسح و مقفی گفتگو سے بھی مشابہت نہیں رکھتی۔

وہ کیا کہتا ہے؟

وہ بہت حیرت انگریز باتیں کرتا ہے۔

جو کچھ وہ کہتا ہے، اسیں سے کچھ بھی تیرے ذہن میں نہیں ہے۔

خدا کی قسم اس کی گفتگو شیریں ہے، لیکن اس کی باتیں میرے ذہن میں نہیں
ہیں۔

تو نے اپنی معلومات سے مجھے مطمئن نہیں کیا، اب تو یہاں رہ میں جاتا ہوں
اور دیکھتا ہوں کیا خبر ہے؟

اور ہاں! لیکن اس کی قوم والوں سے بچ کے رہنا، کیونکہ وہ اس سے سخت
دشمنی رکھتے ہیں اور اس کو بغرض و عناوی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ابوذرؓ نے پرانی اور خلک
خلک کو بھرا اور اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا، وہ مکمل وفور اشتیاق سے اپنے اونٹ کو اپنی
منزل مقصود کی جانب ہنکار ہوا تھا۔ اس کی تمناؤں سے اس کی روح تک سرشار تھی، طرح
طرح کے مناظر اس کی نظر میں جسم ہو رہے تھے، اس نے دین نے اس کوئے افکار عطا
کر دیے تھے، تفکرات کے طوفانوں میں گھرا ہوا تھا۔

وہ کہاں جا رہا ہے؟

وہ اس شخص سے کیسے ملے گا، جو لوگوں کو اعلیٰ ترین اخلاق کی طرف دعوت دیتا
ہے؟ اس کو کون اس کے پاس لے جائے گا؟ اگر وہ اس کا سراغ لگائے گا تو کیا وہ
دشمنوں کی ایذائے امان میں ہو گا؟... آخر کار اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک دم مسجد
میں چلا جائے، وہاں پیغمبرؐ کی جستجو میں رہے۔

ابوذرؓ کہ پہنچ کر مسجد کی طرف چلا گیا اور پیغمبرؐ کی تلاش میں مشغول ہو گیا، لیکن نہ تو پیغمبرؐ اس کو ملائے اس کے بارے میں کوئی بات سنی، چاروں ناچار وہ مسجد میں ہی رہا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، رات نے اپنا سیاہ لباس پھیلا دیا، تار کی لپک لپک کر آ رہی تھی اور اپنے ساتھ خاموشی اور سناٹے کو بھی لارہی تھی۔ سوائے چند لوگوں کے باقی سبھی سو گئے، وہ لوگ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر رہے تھے، اس وقت علیؑ طواف کے لئے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں ایک نحیف وزnar لبے قد کا آدمی ہے، اس نے سر پر سیاہ عمامہ پیٹ رکھا ہے، اس کی بوسیدہ عبا جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی ہے اور وہ خاموشی سے بیٹھا ہے۔ علیؑ آگے بڑھے اور کہا۔

کویا کوئی اجنی خصہ ہے؟

ہاں۔

میرے ساتھ آؤ!

علیؑ اور ابوذرؓ جل پڑے، ابوذرؓ نے علیؑ سے کچھ نہیں پوچھا، علیؑ نے بھی اس سے گھر پہنچنے تک کوئی بات نہیں کی، ابوذرؓ نے رات وہاں برسکی اور صبح ہی صبح گلگی کو چوں سے گزرتا ہوا مسجد تک پہنچا، نہ کسی نے اس سے کوئی سوال کیا، نہ اس نے کوئی نئی خبر سنی، چنانچہ اس کی جتو بڑھتی رہی، اسی طرح وہ دن بھی گزر گیا۔ خوراک وہ اپنے ساتھ لایا نہیں تھا اور رکھانے پینے کے لئے اس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے، رات ہوئی اب بھوک اس کو ٹنگ کر رہی تھی، مسافروں کی طرح وہ اپنی کل واٹی جگہ پر چلا گیا اور لیٹ گیا، اس نے اپنی عبا پیٹ لی اور اپنی غیر واضح قسمت کے بارے میں سوچتے ہوئے نیند کا انتظار کرنے لگا۔ ابھی تک تو نے اپنا گھر نہیں پہچانا؟ چلو آؤ میرے ساتھ چلیں! علیؑ نے اس کو زمین سے اچھیا اور وہ اکٹھے گذشتہ شب کی مانند خاموش چپ چاپ گھر پلے

گئے۔

شیری رات بھی علیؑ اپنے مہمان کو گھر لے گیا۔ ابوذرؓ اسی طرح خاموش تھا، حتیٰ کہ علیؑ نے پوچھا کیا تو مجھے نہیں بتائے گا کہ تجھے کام کیا ہے؟ کون سی بات تمہیں اس شہر میں لائی ہے؟

اگر تم کسی کو نہ بتاؤ اور میرے ساتھ وعدہ کرو کہ میری راہنمائی کرو گے تو پھر میں تم کو بتاتا ہوں۔

بہت خوب!

میں نے فرمایا ہے کہ یہاں ایک شخص ہے جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے میں نے اپنے بھائی کو اس کی باتیں سننے کے لئے بھیجا تھا وہ یہاں آیا بھی اور واپس بھی چلا گیا مگر اس نے مجھے میرے مطلب کی کوئی بات نہیں بتائی، لہذا میں نے فیصلہ کیا کہ خود جا کر اس کی زیارت کروں، میں نہ تو اس کو پہچانتا ہوں اور نہ ہی اس کے پارے میں کسی سے معلوم کرنے کی جمارت کرنا چاہتا ہوں۔

دوسرا شوق سے علیؑ کی آنکھیں چمک انھیں ان کا چہرہ دیکھنے لگا، اس وقت ان کے لبou پر ایک اطیف ساتھ تھا، ان کو ابوذرؓ کے لئے ذرا سی حرمت ہوئی کہنے لگے تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟

میرا نام چندب جنادہ (ابوذرؓ کے نام و نسب کے بارے میں اختلاف ہے، کہا جاتا ہے کہ اسکی کنیت ابوالذر بھی ہے لیکن مشورہ بھی ہے) ہے، میری کنیت ابوذر ہے اور میں قبیلہ غفار سے ہوں۔

تو نے نجات یافتی، بخدا وہ پیغمبر ہے اور جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے میں ابھی اسی کے پاس جا رہا ہوں تو بھی میرے پیچھے پیچھے آ۔ جہاں میں داخل ہوں گا

تم بھی ہو جانا، اگر راستے میں میری کسی سے ملاقات ہو گئی تو یہ بات خطرناک ہے کہ وہ تجھے دیکھ لے میں دیوار کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جاؤں گا ایسے جیسے میں اپنے جو توں کو درست کر رہا ہوں، تم پچھے سے میرے پاس سے گزرا جانا۔

علیٰ اور ابوذر رضی اللہ عنہما رات کی تاریکی میں چل پڑئے ابوذرؓ کو احساس ہو رہا تھا جیسے ایک خاص قسم کی خوشی اور فرحت نے اس کے پورے وجود کو گھیر لیا ہو۔ یہی اس کی کامیاب ترین کوشش تھی جس کی وجہ سے وہ پیغمبرؐ کے برگزیدہ اصحاب میں سے ایک بن گیا، وہ اول اول حلقة بگوش اسلام ہونے والوں میں سے تھا اور ممکن باقاعدہ اس کی عظمت کا باعث بنی۔

علیٰ صفا کے نزدیک ایک گھر کے آگے رک گئے اور اس کو پہلے سے طے شدہ مخصوص انداز میں کھلکھلایا۔ ایک شخص نے دروازے کے پیچھے سے باہر جانکا، علیٰ کو پہچانا اور دروازہ کھول دیا، علیٰ اور ابوذرؓ دونوں داخل ہوئے۔ ابوذرؓ مارے شوق کے ہواوں میں اڑ رہا تھا، اس کا دل سینے میں اس طرح دھک دھک کر رہا تھا کہ آواز سنائی دیتی تھی، اب اس کا اور اس کے محبوبؐ کا فاصلہ صرف چند قدم تھا، اس کی دیرینہ آرزو پوری ہونے کو تھی، اس کے سامنے پیغمبرؐ کا چہرہ تھا، گفتگو کا سلیقہ، شخصیت کی وضع قطع اور وہ مطالب جو اس نے ان سے بحث و تحقیص کے لئے اختاب کر رکھے تھے یہ سب باقیں وہ اپنے خیالوں میں مجسم صورت میں تیار کر رہا تھا اور اپنے آپ کو ایک بہت عظیم کام کے لئے آمادہ کر رہا تھا۔ ملن کی گھڑی آن پیشی، علیٰ کرے میں داخل ہوئے تو ابوذرؓ کی ان کے پیچھے پیچھے وارد ہوا، اس کی نظر محمدؐ پر پڑی۔

سلام علیکم (ابوذر نے کہا میرا سلام اسلام میں کیا جانے والا سب سے پہلا سلام ہے)

علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ تو کہاں سے آیا ہے؟

ابوذرؓ نے بہت ہی شرم و حیا سے آہنگی سے جواب دیا کہ غفار سے آیا ہوں۔ پھر پیغمبرؐ اور ابوذرؓ کے درمیان مختلف موضوعات پر بات چیت کا آغاز ہوا۔ آخر میں ابوذرؓ نے انتہائی مطمئن لب و لبجے میں عرض کیا:

اسلام کے بارے میں مجھے بتاؤ!

اسلام یہ ہے کہ تو یہ گواہی دے کہ اس خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کا بھیجا ہوا رسول ہے اور یہ کہ نماز بھی اہتمام سے پڑھو۔
میں گواہی (شہادت) دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کا فرستادہ نبی ہے۔

ابوذرؓ اس بات کو چھپا کے رکھا اور اپنے طن و اپس چلے جاؤ اور اپنی قوم میں تبلیغ کرنا شروع کر دو کیونکہ ان لوگوں کے ہاتھوں تمہاری جان کا خطرہ ہے اور اس وقت بھی میرے ظہور کی خبر تجھ تک پہنچنے تو چلے آتا۔
یہ بات پیغمبرؐ نے اس لئے اس سے کہی کہ ان کو اپنی قوم سے خوف لاحق تھا لیکن کیا ابوذرؓ اس بات کو مان لے گا؟ اور ابوذرؓ جیسا بندہ کیا اپنے ایمان کو چھپا سکتا ہے؟ اور کیا اس کی روح کی گہرائیوں تک جو اس کے اندر اس کے عقیدے اور نظریے کی آگ بھڑک رہی ہے، کیا وہ اس کو مخفی رکھ سکے گا؟ نہیں بخدا وہ ہر قیمت پر اپنے عقیدے کا اظہار کر کے رہے گا۔ ابوذرؓ نے ایسے پ्रاعتماد اور مضبوط لب و لبجے میں کہا جس سے اس کا اپنے دین اور اپنے خدا پر یقین جھلکتا تھا۔

اس ذات کی قسم! جس نے تجھے حق کی خاطر اکسایا ہے میں بھرے مجھ میں فریاد کروں گا۔

اب ابوذرؓ کو احساس ہوا تھا کہ اس کی پیاس بجھ رہی ہے اس کے دل کی

تاریکی میں ایمان کا سورج طلوع ہو گیا ہے، وہ پیغمبرؐ کی عظمتوں میں کھویا ہوا تھا۔ وہ یہ جانشنا چاہتا تھا کہ اس منیع نور اور سرچشمہ حیات جس نے کہ اس کو گمراہی سے نجات دی اور اس کی نشانہ کامیوں کو سیراب کیا، وہ خود کبیس مخلوق ہے؟ کیا وہ نور ہے؟ یا جسم (مادی) ہے؟ وہ آسمانی اور ملکوتی مخلوق ہے یا عام آدمی؟ اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ محمدؐ کے شانے پر رکھا، اچانک اسے احساس ہوا جیسے نور کی ایک لہر اس کے جسم و جان میں دوڑ رہی ہے اور سعادت مندی ثابت قدمی اور رستگاری (نجات) نے اس کے پورے وجود کو گھیر لیا ہے۔

ابوذرؓ اٹھا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا سینہ نور ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس کا دل پر عزم تھا، اس کو کسی تخت کی پرواہ نہیں تھی اور نہ ہی اس کو کسی قسم کا خوف لاحق تھا۔ اس نے مسجد میں قریش کے ایک گروہ کو دیکھا، وہ اچانک پکارا تھا: ”اے گروہ قریش! میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبد نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔“

ابوذرؓ پانچواں شخص ہے جس نے اس وقت اسلام قبول کیا، جب اسلام پر بہت کڑا اور خطرناک وقت تھا اور بڑی اجنیت اور تختی کا وقت تھا۔ اس خوفزدہ ماحول میں ابوذرؓ نے پیغمبرؐ کے لئے اعانت کا ہاتھ بٹھایا۔ ابھی تحریک اسلام ایک کوپل کی طرح تھی، پھلی پھولی نہ تھی، اس کو ابھی استحکام نصیب نہیں ہوا تھا، اس دور میں ابوذرؓ جیسے مردانہ حلق سے پر جوش اور خشکیں لجھے میں دعوت اسلام کی فریاد بلند ہوئی۔ لوگ اس کو مارڈالنے کے درپے ہو گئے، لوگ اس کو اپنے لئے ایک بہت بڑا خطہ سمجھتے تھے، انہوں نے مار مار کر ابوذرؓ کو ادھ مہوا کر دیا، وہ زمین پر چڑھتا تھا، لوگ اس کے سرو میں پر گھونٹ لاتیں مار رہے تھے، اتنے میں پیغمبرؐ کا چچا عباسؐ آگیا اور بڑی مشکل سے لوگوں کے بھوم

کو چیز تا ہوا ابوذر تنگ پہنچا اور خود کو ابوذر کے اوپر گرا دیا، ایک فریاد بلند کی:
 افسوس ہے تم پر! اس شخص کو مار رہے ہو کیا جانتے نہیں ہو کہ وہ غفار سے
 ہے اور تمہیں تجارت شام کے لئے وہیں سے گزرنا ہوتا ہے۔ (غفار کے لوگ تافلوں کے
 راستے روک لیا کرتے تھے اور ان کے مال تجارت کو لوٹ لیتے تھے اور اپنا اکثر اوقات ہوا کہ لوگوں نے قبلہ
 غفار میں جذب جنادہ کو بھی اس غارت گری میں ششیر بدست دیکھا)

لوگ اس کے گرد و پیش سے ہٹ گئے، ابوذر گویا ایک خون آسود مجسمہ تھا، اس
 نے بہت سل اپنی کمر سیدھی کی اور آہستہ آہستہ راستہ چلنے لگا، یہاں تک کہ چاہ زمزم تک
 پہنچ گیا، اس نے اپنے جسم کا خون صاف کیا اور تھوڑا سا پانی پیا اور خانہ کعبہ جانے کی
 نیت سے چل پڑا۔

ابوذر پیغمبر کے پاس آیا اور وہاں ابو بکرؓ کو اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔
 تو سکب نے یہاں ہے؟
 تین دن ہو گئے ہیں۔

تجھے کون خوراک پہنچتا رہا ہے؟
 میں نے سوائے آب زمزم کے کوئی خوراک نہیں کھائی۔

اے رسول خدا! مجھے اجازت دیں میں آج رات اس کو غذا پہنچاؤں۔
 تینوں اکٹھے چل پڑے حتیٰ کہ ابو بکرؓ کے دروازے تک پہنچ گئے، ابو بکرؓ نے
 دروازہ کھولا، وہ اندر داخل ہوئے۔ ابو بکرؓ نے تھوڑی سی طائف کی کشش مہماںوں کے
 لئے رکھی، یہ سب سے پہلی خوراک تھی جو ابوذر نے مکہ میں کھائی۔

اگلی صبح طلوع ہوئی، ابوذرؓ اپنے دل میں اسلام کی محبت اور شوق کا وفور محسوس
 کر رہا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اسلام کا بھرپور اظہار کر ڈالے۔ اس کے چھوٹے سے دل اور

تغلق سینے میں ایمان کی بھڑکتی ہوئی آگ نہیں سمارہ تھی، لوگوں کی اذیتوں سے اس کا ارادہ بلکہ محکم تر ہو گیا تھا، وہ مسجد کی طرف روانہ ہو گیا، پھر اس نے اپنی پوری قوت مجتمع کر کے جمع سے خطاب کیا:

اے گروہ قریش اے گروہ قریش الوگوں نے اس کی طرف رخ کیا۔

ابوذردُل کی گہرائیوں سے پکارا تھا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ اسی کا بھیجا ہوا

ہے۔

لوگوں میں ایک شور بلند ہوا سمجھی مل کر اس پر حملہ آور ہو گئے، خوب مارا پیٹا، یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس مرتبہ پھر عباسؓ اس کی مدد کو آیا، لوگوں کو ہٹا کر اس کو تسلی، دلاسا دیا۔ ابوذرؐ نے درد کی شدت سے ایک آہ کھینچی لیکن روحانی طور پر اس کو انتہائی مسرت اور سکون کا احساس ہو رہا تھا، اس کو ایک ایسا ابدی سکون مل رہا تھا جس نے اس کو اس کے نحیف و نزار جسم کے رنج و غم سمجھی بھلا دیئے۔ وہ دہاں سے اٹھا اور مکہ میں اپنی واحد امید، پیغمبر محبوبؐ کی طرف چل دیا۔ ابوذرؐ نے سارا ما جرا پیغمبرؐ کو سنایا، پیغمبر نے کہا۔

میں ایک ایسی سرز میں کی طرف چلا جاؤں گا جہاں صرف خلستان ہیں اور میرا خیال ہے کہ سوائے یثرب (یثرب مدینہ کا پرانا نام ہے) کے اور کہیں نہیں۔ کیا تو اپنے قبیلے کو میرا پیغام پہنچائے گا؟ شاheed اللہ تعالیٰ ان کو تیری وجہ سے منعقت پہنچائے اور تجھے ان کی وجہ سے صد عطا کرے۔

ہاں! میں یہ خدمت ضرور انجام دوں گا۔

ابوذرؐ کا دل ایمان، خدا اور اپنے رسول محمدؐ کی عظمت سے سرشار تھا، وہ عفار

کی طرف روانہ ہوا راستے میں خود پر بینے والی کیفیات جیسے بھوک، لوگوں کی ایذا رسانی، پیغمبرؐ کی زیارت اور جو کچھ بھی سفر میں پیش آیا تھا، ان سب کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کا عظیم مگر غیر واضح مستقبل اس کے سامنے تھا، اس کے چہرے پر سرور کی ایک خاص کیفیت تھی، اس کے لبوں کی مسکراہٹ میں خوشنودی خدا اور اطمینان قلب کا عنصر غالب تھا۔ وہ اس بات سے بہت سرشاری کیفیت میں تھا کہ اس کو ایک منطقی اور عقل پسند دین کی طرف راستہ مل گیا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی راہوں پر صرف پاک باطن اور صفا کیش ہی چلتے ہیں، وہ خدا کا انہماً شکر ادا کر رہا تھا، اس دین کی رو سے اس کے آباء و اجداد کا دین بالکل برپا دھا، اس کو اپنے باپ داداؤں کے افکار بہت ہی تنگ محسوس ہو رہے تھے، اس کو اپنے اندر آزادی اور خوشی کا احساس ہو رہا تھا، اس نے دور سے غفار کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ماں اور بھائی کو دیکھ کر ایک محبت کی لہر اس کے دل میں دوڑ گئی، وہ چاہتا تھا کہ خود کو جلد ان تک پہنچائے اور ان کو اپنے اسلام لانے کے سارے حقائق بتائے۔

اس نے اپنے اوٹ کو ایک راستے پر ڈالا، تیز چلایا، حتیٰ کہ غفار پہنچ گیا، وہ اپنے اوٹ سے نیچے اتر آیا، اس کی لگام اپنے ہاتھ میں لی پیدل چلتے چلتے پہنچائے اور ان کو اپنے اسلام لانے انہیں تک پہنچ کر ایک زوردار آواز بلند کی:

میں اسلام لے آیا، میں نے دین قبول کر لیا۔

واقعی کیا تو اسلام لے آیا؟

ہاں انہیں! اس کا دین برق ہے، میں تھوک کو اس دین کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ ابوذرؓ نے اپنی کہانی سنانی شروع کی، غفار سے روگنی سے لے کر واپس آنے تک اس پر جو جو محبت گئی تھے اس نے تفصیل کر کر ڈالی۔

انیس نے ایک لمح کے لئے اپنے سر کو جھکایا، وہ شیریں باتمیں جو اس نے اپنے کانوں سے پیغابر کی زبان سے سنبھیں، وہ اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھیں۔ جس دن وہ مکہ گیا تھا، اس دین کی یادیں اس کے ذہن میں کروٹ لے رہی تھیں۔ ایک خوشگوار سا کیف تھا، جس کا وہ احساس کر رہا تھا، اس نے اپنا سرا اٹھایا اور کہا۔ میں تمہارے دین کے خلاف نہیں ہوں، میں بھی ایمان لے آیا ہوں اور میں نے دین کو قبول کر لیا ہے۔

آدمیوں کے پاس چلتے ہیں، اس کو یہ سب کچھ بتاتے ہیں۔

ابوزرگ اور انیس اپنی والدہ کے پاس گئے ماں کی نظر ابوزرگ پر پڑی تو کہا۔

کیا ہوا؟ کیا دیکھا؟ کہوتا

میں نے ایک شخص کو دیکھا جو جوانمردی میں برترین عادات و خصائص میں بہترین رہن و سہن میں بزرگوار ترین بحث و مباحثے میں عظیم ترین صبر اور سچائی میں نامور ترین اور اپنی قوم میں ایذا رسانی اور براہی کے ارتکاب میں دور ترین تھا۔ اس نے کبھی کسی کون نتو گالی دی ہے، نہ برا بھلا کہا ہے، کبھی بھی کسی نے اس کو براہی بھگڑے میں ملوٹ نہیں دیکھا، اسی بنا پر اس کو پورے مکہ میں ”امین“ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتا ہے، براہی سے منع کرتا ہے۔ میں نے شہادت دے دی ہے کہ سوائے اللہ بزرگ و برتر کے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور محمد اس کا بندہ اور بھیجا ہوا رسول ہے، میں حلقة بگوش اسلام ہو گیا ہوں اور میرا بھائی انیس بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ میں بھی تمہارے دین کی مخالف نہیں ہوں، میں بھی اسلام لاتی ہوں اور جو تم کہہ رہے ہو اس کی تصدیق کرتی ہوں۔

ابوزرگ اپنے گھر والوں کے اسلام لائے پر بہت ہی خوش ہوا، لیکن کیا ابوزر

اسی پر قناعت کر لے گا کہ بس اپنے گھر کے چھوٹے سے کمرے میں جا کر عبادت خداوندی میں مشغول ہو جائے اور اپنے خدا کو خوش کرے؟ نہیں وہ ہرگز صرف یہی کام نہیں کرے گا، اس کو تو اپنے قبیلے والوں کو دین الہی کی طرف دعوت دینا ہے۔

ابوذرؓ گھر سے باہر آیا، دیکھا کہ لوگ قبیلے کے سردار خفاف بن ایماء بن رخصہ غفاری کے ارد گرد بیٹھے ہیں، ہر طرح کی گفتگو ہو رہی ہے وہ بھی وہاں پہنچ گیا، سلام کیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا، اس لئے نہیں کہ ان کے ساتھ گپ شپ کرے اور ہنسی مذاق کرے بلکہ اس لئے کہ ان کوئی صح کے طلوع کی خبر دے، ایسی صح جوان کو بہت جلد تاریکیوں میں کھال کر دریائے نور کی طرف کشاں کشاں لئے جائے گی اور ان کو تاداری اور نسبت سے نجات دلائے گی اور ان کو سیادت، آزادی اور جاہ و حشمت کی بلند و بالا چوٹیوں تک لے جائے گی۔

ان کے درمیان بہت ہی دھیرے دھیرے نرم و ملائم سی گفتگو چل رہی تھی کہ اچانک ابوذرؓ نے درمیان میں اپنی بات چھیڑ دی، ایک ایسا طوفان اٹھا، گویا باد مسوم دیوانہ وار چلنے لگی، ہر طرف مشا جرہ، مناظرہ اور تنہ و تیز گفتگو ہونے لگی۔ یہ طوفان آہستہ آہستہ تھا باطل کی سیاہ آندھیوں پر حق کا اجالا غالب آ گیا، ابوذرؓ نے کہا مکہ میں ایک پیغمبرؓ نے ظہور کیا ہے، جو لوگوں کو اس پروردگاری کی پرستش کی طرف بلاتا ہے، جس نے یہ شفاف آسمان، یہ زمین اور یہ چکتے ستارے پیدا کئے۔

ان میں سے ایک شخص نے اس کی بات کاٹی اور کہا:

اچھا تو تم لات، عزمی، ہبل، منات، نحمر کے علاوہ کسی دوسرے خدا کے قاتل ہو؟ وہ خدا لوگوں کو آزادی مطلق سے ہمکنار کرتا ہے کہ ان پھرلوں کی پوجا سے باز آ

جاو۔

دوسرا سے ہے نہ اخونت پھر؟ تم بھی ایسی ہی باتیں کرنے لگ گئے ہو۔
ہاں ایسخت پھر ہیں جو کسی کو بھی نفع یا نقصان پہنچانے سے قاصر ہیں۔
تو تم نے پھر یقین کر لیا ہے؟

وہ عقل پسند دین کی طرف دعوت دیتا ہے جو کہ ضمیر کے لئے اطمینان کا باعث ہے۔

وہ لوگوں کے درمیان براوری اور برابری کی تبلیغ کرتا ہے، آقا و بندہ کے درمیان خدا کے حضور میں سوائے عقیدے اور عمل کے کوئی فرق نہیں ہے۔ اس نے مخلوق اور خالق کے درمیان راہیں کھول دی ہیں، اس نے اللہ تک رسائی کے لئے تمام واسطے اور وسیلے ختم کر دیے ہیں، لوگ بغیر واسطے اور شفاقت کے اس خدا کے نزدیک تر ہو سکتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے بہت قریب ہے، ان کے شکوؤں اور درخواستوں کو سنتا ہے اور جو کچھ ہمارے ضمیر والیں پہنچا ہے وہ اس سے آگاہ ہے، محمد ایک سچے دین کی طرف بلا تا ہے، میں کیوں نہ اس کو قبول کروں؟

ابوذر گمراہ ہو گیا ہے

ابوذر نے کہا، خدا کی قسم! ابوذر کامیاب ہو گیا ہے اور تم لوگ گمراہ ہو۔

ایک دوسرے شخص نے بہت ہی تند مزاجی سے کہا کہ

جب سے ابوذر اس مرد صریح (معاذ اللہ) سے ملا ہے، وہ دھوکہ کھا گیا ہے، اسی طرح مرتد ہو کر اپنے اجداد کے عقائد کو باطل قرار دیتا ہے۔

ابوذر نے کہا، صبر کرو مجھے اجازت دو میں تم کو بتاؤں۔

رسول خدا سے ملاقات سے پہلے بھی میں لات، عزیٰ، منات، ہبیل اور حنم اور دیگر نہماں ہم توں پر یقین نہیں رکھتا تھا، میں نے خود اپنے طور پر سمجھا کہ یہ توڑے پھر ہیں

جو نہ تو کسی کو نجات دے سکتے ہیں، نہ گمراہ کر سکتے ہیں۔

ہر طرف سے ایک شور بلند ہوا، غفار کے لوگ اپنے خداوں کے بارے میں
یہ تنقید سن کر آپ سے باہر ہو گئے۔

ابوذرؓ نے انتہائی نرمی اور ملائمت سے کہا۔

چاہئے تو یہ کہ بہت ہی سکون کے ساتھ تحقیق کریں، دلیل کے مقابلے میں
صرف دلیل ہی دی جاسکتی ہے، میں تو صرف آپ کی راہنمائی چاہتا ہوں اور میری کوئی
آرزو نہیں ہے۔ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو بتاؤں کہ میں نے ان بتوں کی بیچارگی
اور معذوری کو کیسے جانتا؟

ان میں سے ایک نے کہا، نہیں بات بہت طویل ہو جائے گی۔

پھر لوگوں نے شور چاٹا شروع کر دیا، ان کے سردار خلف نے کہا۔

اس کو موقع دیں اور بات کر لیئے دیں، حق بات بالکل روشن ہوا کرتی ہے۔
تمہاری بھی عقل ہے جو کسی نے تم سے چھین نہیں ہے؟

ابوذرؓ نے کہا، ایک دن میں نہم کو دودھ ڈالنے کیا، میں نے بہت ہی خصوع و
خشوع کے ساتھ دودھ کی مشک اٹھائی تاکہ میں اپنے معبود کے حضور پیش کروں تاکہ اس
کا غصہ ٹھنڈا ہو اور اس کی رضا مندی مجھے حاصل ہو، دودھ میں نے اس کے آگے رکھا
و اپس پلٹنے ہی لگا تھا کہ میری نظر اپنے معبود پر پڑی اور میں نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ
اس جیسا وحشت ناک منظر کبھی نہیں دیکھا تھا، میں نے دیکھا کہ ایک کتا آیا اور اس خدا
کے حضور میں جو دودھ پیش کیا گیا تھا، بڑی ہی بے پرواں سے اس کو پینے لگا۔ میرا معبود
اسی طرح نادانی اور حریرت میں غرق رہا، نہ وہ کچھ دیکھتا ہے، نہ اس مقدس دودھ کی
حافظت کے لئے کوئی قدم اٹھاتا ہے۔ میں کچھ دیر رکا کہ دیکھوں اب کیا ظہور میں آتا

ہے؟ میں نے اس سے بھی زیادہ دوست ناک منظر دیکھا، میں نے دیکھا کہ اس بد ذات کے نے اس عاجز اور مذکور معبود کی مشکل پر ہی قناعت نہیں کی، اس نے اپنا پاؤں اٹھایا اور اس معبود کے اوپر پیشتاب کر دیا۔ یہ ہے نحتم کی طاقت، عزت اور توانائی؟ اور یہ ہے اس کی عظمت اور جلال؟ اور یہ ہے اس کا اقتدار؟ سب لوگوں نے سر جھکا لئے، ایک موت کا سانسنا وہاں سامنے گلن ہوا۔

ابوذرؓ نے کہا:

ان پست اور زبوں حال خداوں پر سے آپ کا ایمان اٹھ چکا ہو گا، آپ نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ جس گمراہی کے سمندر میں ہم غرق تھے وہ معاملہ اب کھل چکا ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا کہ
یہ پیغمبرؐ کہ جس کے بارے میں تم بتاتے ہو وہ سچا ہے یا جھوٹا؟
ابوذرؓ نے کہا۔ میں نے یہ سوال رسول خدا سے ملنے سے پہلے خود سے کیا تھا،
لیکن اب میں اس سے مل چکا ہوں، میں نے اس کے اندر جھوٹ کی کوئی علامت نہیں
دیکھی۔

پہلے شخص نے کہا جیسے ہی وہ خود آئے گا تو ہم اس کی دعوت قول کرنے کے
بارے میں کچھ فیصلہ کریں گے۔

ابوذرؓ نے کہا۔ وہ تمہیں نیکی اور بلند اخلاقی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ رحمی اور مہربانی کا برداشت کرو نیکی اور پرہیز گاری و
توسیٰ کو اپناؤ اور اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور نہ کرو ایک معصوم چھوٹی سی بچی کا گناہ آخر کیا ہے کہ اس کو خاک تلتے دبا دیا جائے وہ تو تمہارے لئے دنیا و آخرت کی نیکی اور

خوش بختی کا باعث بن کر آتی ہے۔

ابوذر دعوت سے اس وقت تک دستبردار نہ ہوا، جب تک کہ رئیس قبیلہ خفاف بن رضھ مسلمان نہ ہو گیا، بہت سے لوگ بھی اپنے آقا کی پیرودی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابوذر چاہتا تھا کہ دوسرے لوگ بھی اسلام لے آئیں، کہنے لگا: تم لوگ بھی خدا کے فرستادہ پیغمبر کے گرویدہ کیوں نہیں ہو جاتے؟ اس پر ایمان لانے سے کیوں اجتناب کرتے ہو؟

اس مرتبہ انہوں نے اس کوختی سے جواب نہیں دیا اور اس کی تندیب بھی نہیں کی۔ وہ کس طرح اس کو جھلکاتے تھے کیونکہ بال اب آخری سانس لے رہا تھا، حق کو خاطر خواہ مقام مل چکا تھا، رستگاری اور گمراہی کے راستے آشکار ہو چکے تھے اس مرتبہ انہوں نے بہت ہی سکون آمیز تردید کی اور کہا: جس وقت بھی پیغمبر آمیں گے، ہم اسلام لے آئیں گے۔

لوگ منتشر ہو گئے، اس رات قبیلہ غفار کو اس نئے دین کے سائے میں بہت ہی اطمینان اور سکھ کی نیند آئی۔

قبيلے کافی زن شاد مانی میں نہیں آتا

خفاف بن ایماء اپنے قبیلے والوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، جیسے ہی نماز ختم ہوئی لوگ ادھر ادھر بکھر گئے، بس ابوذرؓ اور خفاف باقی رہ گئے وہ آپس میں اظہار خیال کر رہے تھے۔ ابوذرؓ نے کہا، ایک عرصہ ہی گزر گیا ہے کہ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی، معلوم نہیں ان کے ساتھ کیا کیا معاملات پیش آئے؟ یعنی ان پر کیا گزری؟

جو کوئی خمرؓ پر ایمان لاتا ہے اس کو بیویوں میں جکڑ دیتے ہیں، قید کر دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کو ان کے عقیدے سے بیزار کر دیں، ان میں سے بعض جبش کی طرف بھی ہجرت کر گئے ہیں۔

یہ تو وہی خبریں ہیں جو شام جانے والے قالے سے ہم نے سنی ہیں، اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ معلوم نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سے متعلق تمام خبروں سے باخبر ہوں کیونکہ میرا دل وہیں الٹا ہوا ہے اور یہ کہ کفار اہل ایمان کو شکنجوں میں کس دیتے ہیں میں اس بات سے بہت خوفزدہ ہوں۔

کیا کفار کا یہ خیال ہے کہ وہ اگر مسلمانوں پر ایسی سختیاں کریں گے تو وہ اپنے مذہب سے پھر جائیں گے؟ اور کفار ان کو جتوں کی پرستش پر مجبور کر لیں گے؟

لوگوں کے لئے یہ دباؤ، شکنخ اور اذیتیں کب موڑ ہوئی ہیں؟ ایمان ان کے دلوں میں رائج ہو چکا ہے، خدا جس کو ہدایت کاراستہ دکھادیتا ہے، پھر گمراہ نہیں کرتا۔ وہ لوگ طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کریں، وہ ان کے مقابلے میں ڈٹ گئے، لیکن آخراً زان کو سر جھکانا پڑا اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اب انہوں نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی آزمالیا اور مسلمانوں کو قید کر دیا، ان کی مشکلیں کس دی گئیں اور ان کو طرح طرح سے آزار پہنچایا گیا، لیکن بہت جلد ان کا اپنا ہی تیران کے اپنے ہی حلق میں لگا اور کفار کی کثرت کے باوجود اسلام پھلنے پھونٹنے لگا۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں اور امر بالمعروف اور نهى عن امکن کرتے ہیں، ذلت اور خواری سے بچاتا ہے، بہت جلد خدا ان کے دین کو بھی آشکار کر دے گا اور ان کا شہرہ زمانے میں بلند کر دے گا۔

اسی دوران ایک شخص سفر سے آیا، اس نے سلام کیا، ابوذرؓ نے بڑی بے تاب سے پوچھا، تو کہاں سے آ رہا ہے؟

مکہ سے۔ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے حالات کیسے ہیں؟

وہ گوناگوں سختیاں سہہ رہے ہیں، تم نے بیٹاں کا واقعہ نہیں سنایا ہے؟

نہیں۔ مسلمان جب شہ کی طرف بھرت کر گئے ہیں، وہاں وہ بہت ہی امن اور آزادی کے ساتھ اپنے خدا کی عبادت کرتے ہیں، نہ ان کو کوئی تکلیف ہے، نہ کوئی بری بات سنتے ہیں۔ قریش نے عمرو بن العاص کو بے شمار خائن کے ساتھ جب شہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا کہ اس سے درخواست کرے کہ ان مرتدین (معاذ اللہ) کو ہمیں واپس کر دو، مگر جب نجاشی نے جعفر طیار اور اس کے ساتھیوں کی باتیں سیئیں تو عمرو بن

خاص کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

خلاف نے کہا: کیا نجاشی نے ایسا کام کیا ہے؟ وہ تو بہت بڑا بادشاہ ہے۔

اس شخص نے کہا: بلکہ اس سے کہیں زیادہ بڑے کام انجام دیئے ہیں، اس نے

پناہ لینے والوں کی بہت تعظیم و تکریم کی ہے۔

ابوذرؓ نے کہا: قریش کا کیا رد عمل تھا؟

اس شخص نے کہا: قریش نے جب جعفر طیار اور اس کے ساتھیوں کے بارے

میں نجاشی کا برتاؤ دیکھا، تو یہ شکست ان پر بہت گراں گز ری، وہ رسولؐ اور اس کے

ساتھیوں کے خلاف غصے سے بھر گئے اور اس کے قتل کے درپے ہو گئے اور انہوں نے

ایک عہد نامہ لکھا جس میں یہ تھا کہ کوئی بھی بنی ہاشم کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات

نہیں رکھے گا اور نہ ہی کسی قسم کا میں دین رکھے گا، پھر یہ عہد نامہ حنفہ کعبہ میں آؤزیان

کر دیا گیا۔

پھر بنی ہاشم کا شعب ابی طالب میں محاصرہ کر لیا گیا، عبدالمطلب بن عبد

مناف کے بیٹے بھی ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں مل گئے۔

ابوالہب نے قریش کو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف متحد کر دیا، تاکہ

ان کا پانی اور خوراک کا سلسہ منقطع ہو جائے تین سال تک وہ اس گھٹائی میں رہے

سال میں صرف ایک بار وہ حج کی خاطر اس گھٹائی سے نکلے۔

اس گھٹائی سے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کی نالہ و فغاں سنی جا سکتی تھیں،

غرضیکہ ایک دل فگار منتظر تھا، قریش کا ایک گروہ اس قید و بند اور ایذا ارسانی سے خوش ہو

رہا تھا اور دوسرا گروہ ناخوش تھا۔ اسی اثناء میں خدا تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو عہد نامے کی کیفیات

کے بارے میں آگاہ کیا کہ جہاں قلم و تقدیر کے بارے میں بیان کیا گیا تھا، اس کو تو

دیمک نے چاٹ لیا اور جس حصے پر خدا کا نام لکھا ہے وہ باقی رہ گیا ہے۔
 پیغمبر نے یہ خبر ابوطالب کو دی، ابوطالب نے بڑی حیرت سے پوچھا:
 میرے بھتیجے! کیا یہ جو تو نے کہا کیا چ ہے؟
 پیغمبر نے کہا: ہاں خدا کی قسم۔

ابوطالب نے اس بات کی اطلاع اپنے بھائیوں کو دی، وہ کہنے لگے:
 تیرا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اس نے کہا: بخدا اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا ہے۔

انہوں نے پھر پوچھا تمہارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟

اس نے کہا: میرا تو اس بات پر کامل یقین ہے اب یہ ہے کہ تمہارے پاس جو بہترین کپڑے ہیں وہ پہن کر سفر فرازی اور سر بلندی سے قریش کے پاس جاؤ تاکہ اس سے پہلے کہ وہ اس واقعے سے آگاہ ہوں، ان کو خبر دیں۔

پھر سب کے سب مسجد جانے کے ارادے سے باہر نکل آئے اور چونکہ قریش کے مقررین ایک جگہ میں بیٹھے تھے ان کی طرف چلے گئے، قریش کے عائدین نے ان کو بعد احترام صدر مجلس میں بھایا، اب وہ اس بات کے منتظر تھے کہ یہ کیا کہنے والے ہیں، اتنے میں ابوطالب نے کہا:

”میرے بھتیجے نے مجھے ایک خبر دی ہے اور وہ مجھ سے جھوٹ بالکل نہیں بولنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دیمک کو مقرر کیا کہ وہ عہد نامے کے بھی مضامین جیسے قطع روابط وغیرہ، کو اس نے چاٹ لیا ہے، بس خدا کا نام باقی رہ گیا ہے اب فیصلہ تم لوگوں پر ہے اگر اس نے سچ کہا تھا تو اس کی نسبت ان بدگمانیوں اور دشمنیوں سے باز آ جاؤ اور اگر جھوٹ کہا تھا تو میں اپنے بھتیجے کو تمہیں سونپتا ہوں اور تمہیں اختیار دیتا ہوں اس کو مار۔

ڈالو یا زندہ چھوڑ دو۔“

انہوں نے کہا کہ ”تم نے بالکل درست بات کہی۔“

پھر انہوں نے تین افراد کو بھیجا، انہوں نے عہد نامہ کھولا تو سوائے خدا کے نام کے ان کو کچھ بھی نہ ملا۔

ابوذرؓ نے کہا اچھا تو پھر انہوں نے کیا کیا؟

اس شخص نے کہا، انہوں نے ندامت سے سر جھکا لئے اور سخت شرمندہ اور ذیل ہوئے۔ پھر ابو طالب نے ان کی طرف رخ کر کے کہا، ہمیں تم قید کیوں کرتے ہو اور ہم پر ظلم و قسم کیوں ڈھانتے ہو؟ جبکہ معاملہ تروش ہو چکا ہے۔

پھر وہ اور اس کے ساتھی کعبہ اور اس کے پردوں (چار دیواری) کے درمیان کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ ”ای خدا! ہمیں ان لوگوں پر فتح و نصرت اور کامیابی عطا فرمائیں ہوں گے۔“ ہم پر ظلم کئے ہم سے قطع تعلق کیا اور بدترین کاموں کو ہمارے لئے جائز خیال کیا۔“

پھر وہ گھٹائی میں واپس چلے گئے، قریش کے ایک گروہ نے آپس میں ایک دوسرے کو بنی ہاشم کے ساتھ کئے جانے والے برتاو کے بارے میں سرزنش کی اور انہوں نے اسلحہ اٹھایا اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی طرف چلے گئے اور ان کو گھٹائی سے نکل جانے کا حکم دیا، چنانچہ یہ قیدی تین سال کے بعد گھٹائی سے باہر آئے۔

خاف نے کہا، قریش لے باقی لوگوں نے کیا کیا؟

اس شخص نے کہا، اس نیکت کی تلمیز سہیتہ رہے اور خاموش رہے۔

خاف نے بڑی حیرت سے کہا، مجھے تعجب ہے کہ رسول خدا کیسے یہ سب

مشقتیں اور قید و بند اپنے ہی عزیزوں کے ہاتھوں سہہ لیتے ہیں؟

ابوذرؓ تعجب کی ایسی کوئی بات نہیں۔

”قبيلے کا بانسری نواز ترک میں نہیں آتا۔“

مدینہ مسلمان ہو جاتا ہے

قبیلہ غفار میں پرب کے مسلمان ہونے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، لوگوں کے چہروں پر خوشی اور شادمانی کی لہرسی دوڑ گئی۔ مسلمان ایک دوسرے کو ”اوی و خرزج“ کے اسلام لانے پر مبارک بادیں دے رہے تھے یہی دو قبیلے ایسے تھے جو پورے عرب میں جھگڑا اور جنگجو مشہور تھے۔ خدا تعالیٰ نے بھی جیسے عزم کر رکھا تھا کہ ان قبائل کے اسلام لانے کے ساتھ ساتھ اپنے دین کو بھی آشکار کر دے گا اور اس کے پیغمبر گو بھی فتح و نصرت اور تائید خدا حاصل ہوگی۔

انیں بڑے ہی اشتیاق سے ابوذرؓ کے پاس آیا، وہ اس کے لئے خوشخبری لا یا

تھا۔

انیں اب تو مدینے میں تحریک اسلام اعلانیہ ہو گئی ہے اور اوی و خرزج بھی مسلمان ہو گئے ہیں۔

ابوذر: اب بہت جلد پیغمبرؓ والیں چلے جائیں گے۔

انیں کو حیرت ہوئی، بڑے تعجب سے بھائی سے کہنے لگا:

جو کچھ ہم نے ساہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی تھی خبر تم تک پہنچی ہے؟

نہیں، مدینے میں اسلام پھیلنے کی خبر بھی میں نے تم سے سئی ہے۔

تو پھر یہ کس نے تمہیں بتایا ہے کہ پیغمبرِ شریف جا رہے ہیں۔
 جب میں ایک دن ان سے ملا تھا تو انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ میں اس
 سر زمین پر جہاں نگستان ہوں گے چلا جاؤں گا اور میرے خیال میں یہ شریف کے علاوہ
 کوئی دوسرا جگہ نہیں ہوگی رسول خدا نے بالکل حق فرمایا
 کیا ان کی قوم والے انہیں مدینہ جانے دیں گے تاکہ وہاں جا کر مسلمانوں کو
 ان کے خلاف اکسائیں جانے دیں یا نہ جانے دیں وہ ضرور چلے جائیں گے، لیکن کس
 طرح اس وقت؟ یہ خدا جانتا ہے ہم نہیں جانتے۔

ابوذرؓ نے کوچ کا ارادہ کر لیا اس کے بھائی نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟
 میں نے سوچا ہے کہ مدینے چلا جاؤں تاکہ مدینے والوں کے اسلام لانے
 کے بارے میں آگاہی ہو سکے اور اپنے محبوب پیغمبرؐ کے متعلق خبریں بھی برابر مجھے ملتی
 رہیں۔

ابوذرؓ نے شریف جانے کی ٹھان لی، اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور چل دیا، حتیٰ
 کہ مدینے بھی پہنچ گیا۔ سیدھا مسجد ”بنی ذریق“ میں داخل ہوا، اچانک مسجد کے اندر
 سے آواز سنائی دی، کوئی نہایت دلنشیں لجھے میں آزادانہ انداز میں تلاوت قرآن مجید کر
 رہا تھا، ابوذرؓ وہاں ہر کسی سے پیغمبرؐ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ لوگوں نے اس کی رافع
 بن مالک کی طرف راہنمائی کی۔ ابوذرؓ نے اس کے پاس جا کر کہا:

سلام عليك ورحمة الله وبركاته

عليك السلام ورحمة الله

یہ سلام جو ابوذرؓ نے اتنا آزادانہ ادا کیا وہ اسلام کی آزادی اور کامیابی کی

دلیل تھا۔ ابوذرؓ کی روح انتہائی جوش و خروش میل تھی۔ ابوذرؓ اس کے پاس بیٹھ گیا اور کہا

میں تمہارا اسلامی بھائی ابوذر غفاری ہوں۔

خوش آمدید! کوئی میرے لائق خدمت ہو تو فرمائیے، میں انجام دوں؟

مجھے خبر ملی کہ تو بھی مسلمان ہو گیا ہے اور اوس و خروج بھی اسلام لا چکے ہیں۔ میری روح اپنے محبوب محمدؐ کی خبر سننے کے لئے بیتابی سے اڑ کر بیباں آپ کی پیشی ہے۔ میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ میرے سینے میں جو آتش شوق بھڑک رہی ہے شاید تمہارے ویلے سے ہی اس کا کچھ ازالہ ہو سکے۔

ہم پیغمبرؐ سے ملے تو مشرف بہ اسلام ہوئے اور اب اس شہر میں کوئی گھر ایسا نہیں جہاں پیغمبرؐ کے چاہنے والے نہ ہوں۔

تم ان سے ملے ہو؟ ان کو کہاں دیکھا ہے؟ وہ کیسے تھے؟

میں اور مدینے کے پانچ افراد میں میں تھے پیغمبرؐ ہمارے پاس سے گزرئے

رک گئے اور فرمایا:

کیا آپ لوگ یہودیوں کے شریکِ معاهدہ ہیں؟

ہم نے کہا ہاں اہم ہی وہ ہیں۔

پھر ہمیں اس نے اسلام کی دعوت دی اور اسلام کی وضاحت ہمارے لئے کی
ہماری خاطر قرآن پڑھا، پھر ہم بھی دائرۃ الاسلام میں آگئے پھر پیغمبرؐ نے ہم سے مخاطب
ہو کر فرمایا:

کیا تم پروردگار کا حکم پہنچنے تک میری پیروی کرتے رہو گے؟

ہم نے کہا اے خدا کے بھیج ہوئے رسولؐ! ہم خدا اور اس کے پیغمبرؐ کے

راستے میں کوشش ہیں، لیکن ابھی ہم آپس کی دشمنی چل رہی ہے، اس لئے اگر تم
ہمارے پاس آؤ گے تو ہم سب ہمیں سب تمہارے ساتھ ہمیں مل سکیں گے، ہمیں اپنے

قبيلے والوں کے پاس واپس جانے دو شايدہ ہمارے درمیان صلح ہو جائے پھر اگلے سال حج کے موقع پر ایک دوسرے سے میں گئے جب مقررہ وقت آیا تو ہم قبیلہ خزرج کے دس افراد اور اوس کا ایک نفر مکہ گئے رسول خدا کی زیارت کی اور اسلام لے آئے۔ ہم نے عہد کیا کہ خدا کا شریک نہیں ٹھہرا کیں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا کا ارتکاب نہیں کریں گے، اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گے، ایک دوسرے پر بہتان تراشی نہیں کریں گے اور گناہ سے دور رہیں گے۔

پیغمبر نے کہا۔ اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے تو یقیناً بہشت بریں کے لاکن (مزادر) ہو اور اگر کسی نے ان احکام کی نافرمانی کی تو اس کی تقدیر پھر خدا کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب کا مستحق قرار دے۔

پھر ہم مدینہ لوث آئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بہت عروج بخشا۔
کیا تو بعد میں پھر رسول سے ملا ہے؟

ہاں! جب حج کا موقع آیا تو ہم نے ایک دوسرے کو حج اور دیدار رسول خدا کی دعوت دی، ہم قبیلہ اوس کے سات، نفر قبیلہ خزرج کے پانچ سو افراد کے ساتھ پیغمبر کے پاس گئے جب ان کے پاس پہنچنے تو وہ فرمانے لگے۔

جب یہ شور اور ہنگامہ ختم ہو جائے تو منی سے نیچے اتر کر پیڑا کے پیچھے دائیں طرف غار کے اندر میرے پاس آ جانا، پھر حکم دیا کہ جو سور ہا ہوگا، اس کو نہ جگائیں اور جو کوئی موجود نہیں، اس کا انتظار نہ کریں اور آ جائیں۔

آہستہ آہستہ ہم ایک دلوگ چل پڑے، پیغمبر ہمارے آگے آگے عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ تھے، جب وہاں سب لوگ جمع ہو گئے تو عباس نے قوم سے

خطاب کیا کہا۔

اے گروہ خزرخ! تم نے محمدؐ کو دعوت دی ہے وہ ہمارے قبیلے کے گرامی ترین فرد ہیں، حتیٰ کہ جو لوگ ان کے عقیدے پر بھی نہیں ہیں، محمدؐ کو ان کی حمایت بھی حاصل ہے، کیونکہ وہ حسب و نسب کے اعتبار سے بہت معزز ہیں، لیکن سب لوگوں نے تمہارے سوا ان سے منہ موڑ لیا ہے اگر تم میں طاقت اور ہوشیاری ہے، یا اگر جنگی بصیرت رکھتے ہو، اپنی ہوچوں کو مجتمع کردا ایک دوسرے سے مشورہ کردا تم سب ایک دوسرے سے بھر پور آگاہی رکھو، اتفاق و اتحاد سے مل جل کر رہو، اس صورت میں پورا عرب بھی کر تمہارا باہل بیکا نہیں کر سکتا، یہ سب ہچائی کی باتیں ہیں جو میں آپ سے کر رہا ہوں اور جان لوسچائی سب سے خوبصورت ہوتی ہے۔

پھر براء بن مغروف نے کہا: جو کچھ تو نے کہا، ہم نے نا، خدا کی قسم اجو کچھ ہماری زبان پر ہے اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری بات ہمارے دل میں ہوتی تو ہم ضرور کہہ دیتے، لیکن ہم انشاء اللہ با وفا ہیں، راست فکر میں اور ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اپنا خون پیغمبر خدا کے قدموں میں بہادیں، اس کے علاوہ ہماری کوئی آرزونہ نہیں ہے۔

پھر پیغمبر نے ہمیں قرآن سنایا، خدا نے وحده لاشریک کی طرف دعوت دی اور ہمیں اسلام کی طرف راغب کیا، براء بن مغروف نے اس کی دعوت الی اسلام قبول کی، پھر اس نے کہا: اے پیغمبر خدا! ہم نے ٹیری بیعت کی، ہم صاحب زرہ ہیں اور یہ زرہ ہمیں اپنے بزرگوں سے درثے میں ملی ہے۔

ابوالہیشم نے کہا: ہم اسلام قبول کرتے ہیں، اگرچہ ہمارا مال و دولت تباہ و بر باد ہو جائے اور ہمارے اجداد کا نام و نشان مٹ جائے۔

ہر طرف سے ایک شور سا بلند ہوا، ہر شخص نے با اواز بلند پیغمبر کی دعوت کو قبول

کیا، پھر یہ جوش و خروش بڑھتا گیا۔ عباسؓ نے کہا:

خاموش ہو جاؤ! جاسوں ہمارا پیچھا کر رہے ہیں، سارے مل کر شور نہ مچائیں،
باریش بزرگوں کو آگے آنے دیں تاکہ ہم سے آ کر بات چیت کریں، پھر وہ بڑے
آرام و سکون سے ہماری باتیں تم تک پہنچائیں، کیونکہ ہم آپ سے زیادہ اپنے قبیلے
والوں سے خوفزدہ ہیں اور اب جبکہ تم نے بیعت کر لی ہے تو اپنی اپنی جگہوں پر پلتے
جائیں۔

پھر عباسؓ نے پیغمبرؐ کی طرف رخ کر کے کہا۔ اے پیغمبر خدا! اپنا ہاتھ ہزارے
لنے آگے کر دیں، پھر ہم سب نے اس کا ہاتھ دبایا اور بیعت کی۔

ابوزرؓ اس موقع پر رسول خدا کیسے تھے؟

رافعؓ بہت ہی خوش باش تھے، خدا نے بہادر، وفاع کرنے والے، جنگجو طاقتور
اور صاحب ہمت ساتھی ان کی مدد کے لئے بھیجے تھے۔

ابھی بھی ان کے لئے قریش کی وشنی اور عناد کم نہیں ہوا ہے؟

نہیں ابوزر! مجھے خرمی ہے، ہم سے ملاقات کرنے کے بعد مشرکین نے پیغمبرؐ
کے ساتھیوں کو شکنجهوں میں کس دیا اور ان کو ایسی ایسی اذیتیں دینے سے باز نہیں آتے
جو اس سے پہلے کبھی کسی کو نہیں دی گئیں۔

ابوزرؓ ان ایذا رسائیوں کا تیجہ اب یہ ہو گا کہ مسلمان بہت جلد کم چھوڑ دیں
گے اور یثرب کی طرف کوچ کر جائیں گے۔

رافعؓ پیغمبر بھی کیا ان کے ساتھ آئے؟

ابوزرؓ ہاں! بہت جلد آئے گا، زہے نصیب یثرب اور یثرب والوں کے۔

غفار، خدا کی مغفرت اور پناہ میں

غفار میں ہر طرف خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی، ہر کوئی بحر اشتیاق میں غوطہ زن تھا۔ خبر یہ ملی تھی کہ محمد آپنے دوست ابو بکرؓ کے ساتھ ان کی طرف آ رہا ہے۔ ابوذرؓ نے محسوں کیا کہ جس نیکیوں کے چشمے کی اس کوششی تھی وہ اس کے اندر جوش کھا رہا ہے اور اب محل کی گھریاں نزدیک تر ہو رہی ہیں، نیکی اور آرزو کا خوش بخت پرندہ ”ہما“ اس کی طرف اپنے پر پھیلا رہا ہے۔ سبھی لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل پڑے، کچھ تو پیغمبرؐ کے دیدار کی امید میں راستوں پر کھڑے تھے اور کچھ ابوذرؓ کے گرد حلقة باندھے کھڑے تھے۔ ابوذرؓ پر اشتیاق انداز میں دور درستک نظریں دوڑا کر اپنے محبوب کے آنے کی گھریاں گن رہا تھا، سبھی لوگ بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ ابوذرؓ چونکہ غفار میں پیغمبر کا تھا آشنا سمجھا جاتا تھا، وہ ہر لمحہ اس سے طرح طرح کے سوال کر رہے تھے کہ وہ کس طرح کا ہے؟ اس کی صورت کیسی ہے؟ ابوذرؓ چونکہ راستے پر نظریں جائے ہوئے تھا، بغیر نظریں اٹھائے جواب دیتا۔ ابھی آپ روئے زمین کے بہترین اور برترین شخص سے ملیں گے۔

وقت بڑی ست رفاقتی سے گزرتا رہا، ابوذرؓ چونکہ لوگوں سے پیغمبرؐ کے آنے کی خوشخبری دے چکا تھا، اب ان کو پیغمبرؐ کی زیارت اور پاٹت چیت کا اشتیاق تھا اور وہ

اس تاثیر سے پریشان سے ہو رہے تھے۔ ابھی طویل انتظار جاری تھا کہ اچانک ابوذرؑ کی نظر ایک اونٹ پر پڑی جو کہ بڑھتا چلا آ رہا تھا، اس نے غور سے دیکھا، سب لوگ بھی ادھر ہی دیکھ رہے تھے جدھر ابوذرؑ نے نظر میں کاڑی ہوئی تھیں ایک دم ابوذرؑ فرط محبت سے اپنی جگہ سے اچھا اور چلا اٹھا۔ خدا کی قسم پیغمبرؐ ہے۔ سب لوگ بھی خوشی سے بیک آواز ہو کر پکارا تھے: پیغمبرؐ آ گیا!

ابوذرؑ نے دوز کر سلام کیا۔ پیغمبرؐ نے پوچھا: ابو نملہ؟ عرض کیا، نہیں ابوذرؑ، پھر اس نے پیغمبرؐ کے اونٹ کی مہار کپڑلی، لوگ پیغمبرؐ کے ارد گرد حلقة باندھے ہوئے جوش و خروش کے ساتھ تھیں۔

”اللہ اکبر“ عورتیں کہنے لیں اور بچے بہت ہی ذوق و شوق کا اظہار کر رہے تھے۔ پیغمبرؐ خدا سے جو آیا ہے۔ پیغمبرؐ اونٹ سے نیچے اترا، مسلمان اس کو سلام کر رہے تھے، پھر پیغمبرؐ بیٹھ گیا اور ابوذرؑ کھڑے ہو کر لوگوں سے گفتگو کرنے لگا۔ پیغمبرؐ نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بایا۔ بیعت کے لئے لوگوں کا ایک جم غیرہ تھا، ابوذرؑ درمیان میں پیغمبرؐ کے ساتھ ہی بڑی سر بلندی اور شادمانی کے ساتھ کھڑا تھا اور اس منظر سے لطف اندوڑ ہو رہا تھا۔ لوگ تو پیغمبرؐ کے چہرہ اقدس کی زیارت سے ہی یہاں و ششدہ رہو گئے تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ وہ انتہائی با اخلاقی اور روشن چہرے والا ہے۔ نہ تو جسم اتنا فربہ ہے کہ اس کے لئے زحمت کا باعث ہو اور نہ ہی اتنا کمزور ہے کہ دیکھنے میں بلکا بچکا لگے۔ کشاور چہرہ گھری لکش آنکھیں، خوش نظر، لمبی اور سیاہ پلکیں، گھمیزیہ مردانہ آواز، سیاہ آنکھیں، بھنویں آپس میں ملی ہو کیں اور باریک، کالے بال، سیدھیں، سردن اور تھوڑی پر گھنے بال، جب ناموش ہوتا ہے تو وقار اور تمکنت اس پر سایہ فلن ہوتی ہے اور جب بات کرتا ہے تو عظمت و جلال پیکتا ہے۔ اس کی باتیں میٹھی اور پرکشش ہیں، نوئے چھوٹے اور بے ہودہ الفاظ اس کی زبان سے خارج نہیں ہوتے۔

دور سے وہ سب میں نمایاں اور روشن شخصیت اور نزدیک سے شیریں مقال اور سرتاپا
جسم نیکی، اس کا قند بھی درمیانہ ہے نہ اتنا اونچا کہ برا معلوم ہو نہ اتنا چھوٹا کہ دیکھنے
والے کی نگاہوں کو کمر لگے۔

خفاف بن رخصہ غفاری نے پیغمبرؐ سے درخواست کی کہ اس کے قبلیے والوں
کے لئے ایک خط لکھئے پیغمبرؐ نے ایک قرار نامہ لکھا۔

”قبیلہ غفار مسلمان ہو گیا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی شکست
کامیابی تھتی، آسودگی ہر حال میں ان کا شریک ہے ان کے جان
و مال کی ذمہ خدا و رسولؐ کے ذمے ہے۔ پیغمبرؐ یہ عہد کرتا ہے کہ
ان قبلیے والوں پر کوئی ظلم و ستم ہو یا پیغمبرؐ کو ان کی مدد کی ضرورت
پیش آئے ہر صورت میں پیغمبرؐ کی نصرت فرض ہے اور اس
عہدنا میں کسی قسم کی تندیلی نہیں آ سکتی۔“

قبیلہ غفار سب کے سب اسلام لے آئے اور ابوذرؐ جب یہ دیکھتا تھا کہ اس
کی قوم کے سارے گروہ اسی ایک خدا کے آگے جھکتے ہیں تو اس کے دل میں فرحت و
انبساط نا احساس اٹھتا اور اس کے ہاتھ بے اختیار آسمان کی طرف بلند ہو جاتے اور وہ
زیریب کہتا۔

الحمد لله الذي هدانا إلى ما نادى

كنا ننتنجه ثم لولا أن هدانا الله

”شکر و سپاس اس خدا کے حضور میں جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا،

اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم بدایت نہ پاسکتے۔“ (اعراف: ۲۳)

پھر پیغمبرؐ نے ابوذرؐ کی طرف رخ کر کے کہا ”غفار خدا کی مغفرت اور پناہ

میں“۔ اس وقت ایک محبت آیزا اور کامیاب مکراہت پیغمبرؐ کے بوس پڑھی۔

مدینے کی جانب

زمانہ گزرتا رہا، ایک دن ابوذر گعصر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں داخل ہوا، وہ طویل القامت اور لاغر جسم کا تھا، دیکھنے میں بہت ہی غمزدہ اور محروم دکھائی دے رہا تھا، جب نماز ختم ہوئی، فرم والم میں ڈوبا ہوا مسجد کے گوشے کی طرف چلا اور ایک شخص کے پاس جا کر بیٹھ گیا جو بہت ہی خنکا ک اور پر در لجھے میں قرآن پڑھ رہا تھا، وہ بھی بڑے انہاک سے قرآن سننے لگا۔ اس کا سرگر بیان تک جھکا ہوا تھا اور وہ یہ روح پرور ملکوتی آواز بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ سن رہا تھا۔

يَا يَهُوَاللَّٰهُنَّاْمُنُوْاْهُلُ الْكُرْ
مَلِيْقُ الْجَارَةِ قُنْجِيْكَرْ دُنْ عَلْدَابِ
الْبَيْدَرِ قُوْمُنْيُونْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ
قِبَادِلُونْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِكَرِ وَافْفُسْكَرِ ذَالَّكَرِ
خَيْرِ لَكَرِ دَانِ كَنْتَرِ قِلَامُونْ
يَنْهُرِ لَكَرِ دَفْوِيْكَرِ وَيَلْخَلَكَرِ
جَنْتَانِ قِبَرِيْ وَنِ قُنْجِيْلَالْفَيَارِ وَ

وَسَأَكْنِ طَيْبَةً فِي جَنَّاتٍ يَلْذَنْ

فَاللَّهُ الْفَوْزُ الْمُطْمِئِنُ (سورة صاف، ۱۰-۱۲)

”اے وہ لوگوں جو ایمان لا چکے، کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں در دن اک عذاب سے نجات دئے تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جیاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بھتی ہیں اور پاکیزہ مکان ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں یہ بہت بڑی مراد پانا ہے۔“

ابوذر یہ آیات انبیائی کھویت کے ساتھ سن رہا تھا، یوں لگتا تھا جیسے اس کی روح خدا اور بہشت کی طرف پرواز کر رہی ہو وہ اپنے مقدر کے بارے میں سوچوں میں غلطائ تھا، وہ سوچ رہا تھا کہ وہ شیرب کیوں نہیں گیا؟ اور پیغمبرؐ کے ساتھ راہ خدا میں نہ ردا آزمائیں کیوں نہیں ہوا؟ جنگ بدؤ جنگ احمد جنگ خندق بھی جنگیں ہوئیں وہ محروم رہا تھا، اس نے بڑے افسوس ناک انداز میں سوچا کہ پیغمبرؐ کے اصحاب تو میدان جنگ میں جائیں قربان کریں اور پیغمبرؐ کی نصرت کریں اور ابوذر اپنے گھر میں آسودہ حالی کی زندگی بسر کرے، پیغمبرؐ اپنے ہاتھوں سے خندق کھو دے اور ابوذر اپنے بستر میں آرام کر رہا ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تمام مومن اور مسلمان ہر لمحہ اسلام کی خاطر ہزاروں خونیں صرع کے سر کر رہے ہوں اور کسی وقت بھی موت کا سامنا کرنے سے گریزان نہ ہوں اور دوسری طرف ابوذر تباہ اپنی مسلمانی کے ساتھ عبادت خدا میں مشغول رہے اور اپنے دل کو خوش رکھے؟

آخر کس چیز نے اس کو غفار میں رہنے پر مجبور کر رکھا ہے؟ آخر وہ کون سا
محرك ہے جس نے اس کو اپنے مجاهد ساتھیوں اور ایمانی بھائیوں سے جدا کر رکھا ہے؟
کچھ بھی نہیں! پس اب چلے جانا چاہئے اور دشمن سے برس پیکار ہو جانا چاہئے تاکہ یا تو
فتح مند اور سر بلند ہو کر لوٹے یا جام شہادت نوش کر لے اس کے گندمی اور لاغر چہرے پر
عزم و ہمت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اچانک وہ اٹھا اور گھر چلا گیا، اپنے بھائی انہیں
سے بڑے فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔ میں کل مدینے چلا جاؤں گا۔
لیکا تو وہاں پر بہت عرصہ رہے گا؟ کب واپس آئے گا؟
اب میں واپس نہیں آؤں گا۔

وہاں تو کیا کرنا چاہتا ہے؟
میں پیغمبر خدا کے ساتھ ملکی ہو جاؤں گا اور پھر کبھی بھی ان سے جدا نہیں ہوں

گا۔

کس کے پاس جاؤ گے؟
میں مسجد میں ان اصحاب پیغمبر کے ساتھ رہوں گا جن کا کل اثاثہ مسجد ہی

ہے۔

تو مسلمان ہو گیا ہے اور تو نے دین خدا کو قبول کر لیا ہے، بس تمہارے لئے
یہی کافی ہے، اب تو اپنے قبیلے میں آئی رہ اور اپنا گھر بارہ چھوڑو، تمہارے گھروالوں کو
ہر چیز سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے ان کا اتحاق سب سے زیادہ ہے۔

مسلمانوں کے لئے پیغمبر کی اولیت جان و ول سے زیادہ ہے، اے انہیں!
زندگی کا جو حصہ اب تک ضائع ہو چکا ہے، میرے لئے بس وہی کافی ہے۔ پیغمبر نے
جنگ بدر میں شرکت کی تو میں غفار میں تھا، جنگ احمد کا معزکہ ہوا تو پیغمبر کے کچھ اصحاب

شہید ہو گئے اور بلند درجات پر فائز ہوئے اور میں اپنے گھر کے چھوٹے سے کمرے میں خارپشت کی طرح دبک کے بیٹھا رہا، خندق کا واقعہ پیش آیا تو بھی میں جہاد کرنے سے باز رہا۔ اے انیس! یہ سمجھی عظیم اعزازات تھے جو میں نے اپنے ہاتھ سے کھو دیئے۔

پس تو اپنے گھر والوں کے ساتھ زندگی بسر کر اور جس وقت تجھے جہاد کے لئے بلا یا جائے چلے جاؤ۔

نہیں نہیں، خدا نے انسان کے سینے میں دو دلوں کی جگہ نہیں رکھی، اپنی جان کو تو میں نے خدا کو بخش دیا ہے دوسرے اب مجھے اس دنیا کی بے معنی چیزوں کی ہوں نہیں ہے، بہترین چیز خوشنودی خدا و رسول ہے۔ آخر کون سی چیز مجھے یہاں رہنے پر مجبور کرتی ہے؟ خدا میں ضرور پیش ب چلا جاؤ گا، میرا خدا میری رہبری کرے گا۔
ابوذر ؓ نے سفر کا ارادہ کیا، لیکن زاد سفر اپنے ساتھ نہیں لیا۔

انیس نے کہا، تو شہ سفر تجھے راستے کے لئے درکار ہے، کیا وہ نہیں لو گے؟
اس راستے میں مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا کافی ہے۔

ابوذر ؓ پر میں محمدؐ کے ساتھ مل گیا اور سرچشمہ علم و دانش سے سیراب ہونے لگا۔ ان کی گفتگو اور اطوار کو اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیتا اور جود و احسان، نرمی و عطفت اور بزرگی و عظمت میں مثال بنتا۔

اہل صفحہ

ابوذرؓ دن رات مسجد میں پیغمبرؐ کی صحبت میں رہتا اور خدا کے حضور دعا اور مناجاتوں میں مستقر رہتا اور سوائے خدا کے کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچتا تھا۔ وہ دنیا کے مال و دولت، حسن و جمال اور جن لذتوں پر لوگ مرتے تھے اور ان کے حصول کے لئے سرگرم عمل رہتے تھے ابوذرؓ نے ان سب چیزوں سے منہ موڑ کر تقویٰ اختیار کر لیا تھا۔ راتوں کو بھی حضورؐ کے ان دیگر اصحابؐ کی طرح جن کا کوئی گھر بار نہیں تھا، مسجد کے چھوٹے پرسو جاتا۔

یہ جانبازوں کا گروہ ہمہ وقت پیغمبرؐ کی خدمت کے لئے مستعد رہتا اور جس وقت بھی اسلام کو مدد کی ضرورت پیش آتی، یہ بڑے اشتیاق کے ساتھ لذاند دنیا کو ترک کر کے تلوار ہاتھ میں لئے پیش پیش رہتا۔

جونی رات ہوتی پیغمبرؐ ان لوگوں میں سے چند کو اپنے دوسرے اصحابؐ میں تقسیم کر دیتے اور ایک گروہ کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے ابوذرؓ کا تعلق اپنی گروہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو خوش بختی اور سعادت میں سرتاپا غرق کر کھاتھا، خدا نے اس کے دل کے عقدے کھول کر اس کو عشق، سچائی اور یقین کی دولت سے ملا مال کر رکھا تھا، اس کی زبان بچ کر بخے والی، اس کا ضمیر پاک و پاکیزہ، اس کے کان حق

(حق نیوش) سننے والے اور آنکھ بینا تھی۔ وہ محمدؐ کی باتیں سنتا، ان کو ذہن نشین کر لیتا اور پھر ان کو دوسرے کے سامنے نقل کرتا۔ جنگ کے زمانے میں بے جگری سے تلوار چلاتا، امن کے زمانے میں علوم و معارف کے حصول میں کوشش رہتا۔ اس نے اتنا علم ذخیرہ کر لیا تھا کہ اپنے دور کے بڑے بڑے راویوں اور محدثوں میں شمار ہونے لگا۔ پیغمبرؐ کا تقویٰ بیان کرتے کرتے خود بھی مشہور پارسا بن گیا۔

ایک دن عمرؐ میں ہوا ابوذرؐ کو دیکھا کہ ایک سیاہ روپوں اپنے گرد لپیٹ کر ایک کونے میں تنہا بیٹھا ہے، اس سے کہا کہ تو اکیلا کیوں بیٹھا ہے؟
بیٹھ جاؤ! یہیک ہم نشیں تہوار ہے سے بہتر ہے اور تہائی برے ساتھی سے بہتر ہے، جس مال کو تم بطور امانت رکھنا چاہو تو بہتر ہے کہ اس کو سیل کر لو اس کا سیل کر لینا کسی پر بہتان تراشی کرنے سے بہتر ہے۔

ابوزرؐ اور عمرؐ نے بات چیت شروع کر دی، لوگ گروہ در گروہ نماز مغرب کے لئے مسجد میں آتے رہے، بالائی نے مغرب کی اذان کی اور پیغمبرؐ بھی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے باہر آئے، نماز کے بعد لوگ گروہ کی صورت پیغمبرؐ کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے، وہ اسؐ کی باتیں بڑے غور سے سن رہے تھے۔ ابوذرؐ بھی بیٹھ گیا اور اپنی نظریں پیغمبرؐ کے ہونٹوں پر جمائے ہوئے بڑے ہی حرص اور طمع کے ساتھ گفتگو سننے لگا۔ نماز عشاء کے بعد مسجد میں لوگ بکھر گئے، صرف اہل صدقہ باقی رہ گئے تاکہ رات وہیں بسر کریں۔ پیغمبرؐ بھی اپنے گھر چلا گیا اور اس کے اصحاب سو گئے۔

ابھی ایک تہائی رات گزری تھی کہ پیغمبرؐ اپنے گھر سے مسجد آیا اور ابو ہریرہؐ سے

کہا:

میرے ساتھیوں کو بلاو کہ میرے پاس آ میں۔ ابو ہریرہؐ ان میں سے ہر ایک

کے سرہانے آیا اور ان کو جگایا، ابوذرؓ کو بھی جگایا اور پھر سب کے سب پیغمبرؐ کے گھر چلے گئے، انہوں نے اجازت چاہی، اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوئے۔ یہ گروہ تقریباً تیس افراد کا تھا، پیغمبرؐ نے ایک غذا جو کہ جوئے تیار کی ہوئی تھی، ان کے سامنے رکھی اور اپنے ہاتھ کو ظرف غذا میں رکھ کر کہا۔ خدا کا نام لے کر شروع کرد، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، محمدؐ کے خاندان نے ایک رات بھی ایسی غذائیں کھائی ہے۔ کھانا کھا کر وہ مسجد لوٹے تاکہ سو جائیں، ابھی زمین پر صحیح طرح سے لیئے بھی نہ تھے کہ ان کی آنکھیں موند نہ لگیں اور وہ گبری پر سکون نیند سو گئے۔ سکوت کی ایک دنیز چادر نے ان کو اپنی لپٹ میں لے لیا۔ ابوذرؓ نے بھی اپنی اپنی پلکیں موندی ہی تھیں کہ لباس کی سرسرابہث کی آواز اس کے کانوں میں آئی، اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں، خدا کے رسول کو دیکھا کہ وہ گھر سے مسجد کی طرف آ رہا تھا۔ ابوذرؓ اپنی جگہ سے سر منہیں ہلا، تجسس بھری نظروں سے وہ خود اس تاک میں تھا کہ دیکھئے اتنے میں کیا دیکھا کہ پیغمبرؐ محراب کی طرف گیا اور نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے کانوں سے اچھی طرح سنائے کہ وہ گریہ وزاری کرتے ہوئے یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

انْ قَدْلُ وَشَرِّ فَافْسِرْ عَبَادَكَ وَ انْ

قَدْلُ لَهَمَرْ فَافَكَ افَتَ الْمُرْيَزْ

(السکینہ) (سورہ المائدۃ ۱۸)

”اگر تو ان کو عذاب دے گا تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے گا تو یہ تیری بزرگواری کے عین مطابق ہے۔“

ابوذرؓ جس طرح خاک پر لیٹا ہوا تھا، ویسے ہی چکے چکے دیکھا رہا کہ پیغمبرؐ رکوع و تجوید میں جاتا ہے تو یہی آیت پڑھتا ہے۔ اس کی نظریں پیغمبرؐ پر گزتی ہوئی تھیں،

پیغمبرؐ نے یہ رکوع و وجود صحیح تک جاری رکھا، ابوذرؓ بڑی حیرت تھی، اس کو یہ رمز جانتے کا والہانہ اشتیاق تھا، جب رات ہو گئی پیغمبرؐ اپنی نماز پڑھ چکا تو ابوذرؓ آیا، پیغمبرؐ کے برابر بیٹھ گیا، کہنے لگا: اے رسول خدا! یہ آیت تم صحیح ہونے تک رکوع و وجود میں پڑھتے رہے ہو؟ میں نے خدا سے شفاعت چاہی جو کہ مجھے عطا ہوئی ہے، اگر وہ چاہے گا، اب جو بھی شخص خدا نے بزرگ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے گا وہ اس سے فیضیاب ہو گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

وصیت

”ہمارا اصل گھر، اگلا گھر ہے جس میں ہم اپنا اچھا ساز و سامان
آگے بھج دیتے ہیں۔“ (ابوذر)

زمانے کا چکر چلتا رہا، ابوذر نے خندق کے بعد کی تمام جنگوں میں حضور کے
ساتھ شرکت کی۔ وہ بہت دلیر اور شجاع تھا، اکیلا ہی چل پڑتا اور بڑی بے جگہی سے
دشمن پر ٹوٹ پڑتا، وہ جنگ بنی الحیان اور ذی قرڈ میں پیغمبر کے ساتھ ساتھ تھا۔ چھ بھری
میں پیغمبر بنی المصطفیق سے جنگ کرنے کے لئے مدینے سے باہر تشریف لے گئے تو
ابوذر کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر کر دیا، یہ اس کی شخصیت پر پیغمبر کے اعتقاد کی علامت
تھی، ابوذر نے واقعی پیغمبر کی نظر میں ایک بہت ہی ممتاز مقام پیدا کر لیا تھا۔ جب بھی وہ
موجود ہوتا، اس سے گفتگو کرتے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں
استفسار کرتے۔ ایک دن ابوذر پیغمبر کے پاس آیا، پیغمبر سورہا تھا اور ایک سفید کپڑا اس
نے اپنے شانے پر ڈال رکھا تھا، ابوذر نے آ کر اس کو جگایا، پیغمبر کی نظر اس پر پڑی تو
کہا:

جو شخص لا اللہ الا اللہ کہے گا، اس کا خاتمه بالایمان ہو گا اور وہ لازمی طور پر

ہبہت میں جائے گا۔

سکھیہ سکھیہ

92

C1-8

دیدر آبالمظہر آباد پونٹ نمبر ۸
اڑچہ اس نے زنا اور چوری کا رنگاب بھی کیا ہو۔ پیغمبر نے تاکیداً تین مرتبہ
یہ جملہ کہا۔ ابوذرؓ کو اس بات کا بہت تعجب ہوا، اس نے ایک مرتبہ پھر قصہ یقین کی تو حضورؐ
نے اثبات میں جواب دیا۔ ابوذرؓ سوچ میں ڈوب گیا، پھر دو شخص مسجد کی طرف گئے
جب داخل ہوئے تو پیغمبرؐ نے ابوذرؓ سے کہا:

ابوذر! اپنا سراخھاؤ، ابوذرؓ نے اپنا سراخھایا، ایک شخص کو دیکھا جس نے بہت
عمرde لباس پہن رکھا تھا، چند قدم وہ دور ہوئے تو پھر پیغمبر نے کہا: ابوذرؓ نے سراخھایا،
ایک آدمی کو دیکھا جو بوسیدہ لباس میں ملبوس تھا، پیغمبر نے کہا: اے ابوذرؓ! یہ ایک بندہ
خدا تعالیٰ کی مارگاہ میں دوسرا بندگان خدا کی نسبت مقرب ترین ہے۔

ابوذرؓ کی زندگی مسجد ہی میں بسر ہو رہی تھی، اسی دوران ابوذرؓ ام زر کے ساتھ
رشتہ ازدواج میں غسلک ہوا۔ ام ڈر بھی پیغمبرؐ کے بزرگ صحابہ کے خاندان سے تھی۔ وہ
اپنے نیک شوہر کے ساتھ تمام خاتمیوں اور مصائب میں شریک رہی تھی، اسی طرح جو
عز و شرف ابوذرؓ کے حصے میں آیا اس میں وہ بھی برابری سمجھی ہے۔

ابوذرؓ نے شادی کے بعد اصحاب صفت کے ساتھ زندگی بسر کرنا ترک کر دی،
اس نے اپنی سکونت کے لئے مدینے سے باہر ایک ٹیلے پر ایک چھوٹا سا خیمہ لگالیا، میں
سے اب اس کی زندگی کا دوسرا رخ شروع ہوتا ہے۔ ابوذرؓ فطرتاً صحراء پسند تھا، اس کی
باعظمت روح شہر کی محروم اور پیچیدہ زندگی کے حصار میں نہیں ساکنتی تھی۔ اس کا دل
چاہتا تھا کہ ہمیشہ اپنی نگاہیں دور دراز افق پر جما کے رکھتے تاکہ اس کے پیش نظر ہمیشہ
وسيع و عريض اور صاف ستھرا بیابان ہی رہے۔ وہ تہائی کا عادی تھا، اکثر وہ اس ٹیلے پر
اپنے خیمے کے آگے بیٹھا رہتا اور صحراء کی پہنچا بیوں میں ہمیشہ رہنے والے سکونت میں جتو
کرتا رہتا، اس کو آنے والے پرشکوہ ”کل“ کا انتظار تھا، وہ موہوم سے انکار میں گھوپا

کھویا سا رہتا۔ غروب آفتاب کا اداں منظر اور نہتی مسکراتی صرف بخش صحیح، اس کے لئے انتہائی دلچسپ اور قابل دید ہوتی تھی، اس وقت اس کی سوچوں کا طاڑ آسمان کی بیکار و سعتوں میں پرواز کر رہا ہوتا۔ وہ اپنے تاریک اور تلخ ماضی کے بارے میں اپنے متعلق اپنے خاندان اور قبیلے کے متعلق، اس نئی تحریک اسلام کی موجودہ کیفیت، آنے والے وقت میں رستگاری اور اس دعوت اسلام کے روز بروز پھیلتے ہوئے دائرے کے متعلق اور عرب قبائل کے ماضی میں وحشیانہ پن اور بعض و عناد اور دین اسلام کے ان کو اپنے وسیع دامن میں پناہ دینے کے بارے میں سوچتا تھا۔ جب وہ ٹیکے کی بلندی سے مدینہ کی طرف دیکھتا تو اس کو محمدؐ کی قیادت میں مسلمانوں کی انٹھ کوششیں نظر آتیں۔ جب وہ حصر کی خوشیوں میں ڈوب جاتا تو غلامی کی زنجیریں ٹوٹنے کی آواز اس کے کانوں میں سنائی جاتی، وہ اپنے کانوں سے سنتا جیسے عرب قوت اسلام کے بل بوتے پر ایران اور زوم جیسی سپر پاؤڑ کے شکنے سے آزادی حاصل کر چکے ہیں اور اب وہ حریت اور آزادی کے گیت گاربے ہیں۔

حرار کے مستقل سکوت میں نیم صحیح گاہی ابوذرؓ کے لئے ملت کے اتحاد جوش و خروش، ایران کے دولت پرست مغورو شہنشاہ کے ساتھ اسلام کے برسر پیکار ہونے کی نوید لالی تھی، انہی دنوں مکہ عرب کا دار الحکومت تسلیم کیا گیا۔ اب ابوذرؓ محسوس ہونے لگا کہ اسلام کی برکات پورے جزیرہ عرب پر سایہ لگن ہیں اور دین اسلام کو استحکام مل چکا ہے اور محمدؐ کی عاقلانہ تدابیر کی بدولت فقر و پریشانی، تفرقہ، عناد، آقا و غلام کی طبقاتی کشکش کے عفریت کو اس جزیرہ نماۓ عرب سے دھکیل دیا گیا ہے اب ان کی بجائے بھائی چارے اور مساوات کے زریں اصولوں کا راجح ہے۔ یہ کامیابیاں ابوذرؓ کے دل کو خوبی اور شادمانی سے ملا مال کر دیتیں اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا کہ غلاموں اور پڑے

نواؤں کی غبار آ لود آنگھوں میں اور نگدست قبائل میں شوق اور امید کی ایک لہری دوڑ جاتی اور ان محروم لوگوں کے چہروں پر ذلت، فقر اور بحالت کی مردنی سی چھا گئی تھی۔ اب ہر طرف خوشیاں اور شادمانیاں رقصان تھیں، اب ان کو زندگی میں ایک امیدی مل گئی تھی۔ ابوذر بہت ہی سر بلندی اور فخر کے ساتھ اس بات کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ نادار اور بے گھر بھی اب زندگی کی نعمات اور ساز و سامان سے بہرہ مند ہونے لگے ہیں، لیکن ابوذر خود اس تحریک سے بہرہ مند نہیں ہوا، وہ ان فتح مند یوں اور ترقیوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوا جاتا تھا اور اس نے اس سلطنت سے اپنے لئے شہر سے باہر ٹیلے کے اوپر ایک چھوٹے سے خیمے کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔

ایک دن ابوذر کا ایک دوست اس کے گھر آیا، اردو گرد وہ دیکھتا رہا مگر اس کو اس خیمے میں کچھ بھی نظر نہ آیا، پھر بڑی حرث سے ابوذر کی طرف رخ کر کے کہا۔
ابوذر! تمہارے گھر کا سامان کہاں ہے؟

”ہمارا ایک دوسرا گھر بھی ہے، اپنے اٹالے کا بہترین حصہ ہم دہاں بھیج دیتے ہیں۔“

جب تک تو یہاں ہے، تجھے اناشہ یہاں بھی رکھنا چاہئے۔

اس گھر کا مالک نہیں چاہتا کہ ہم یہاں توقف کریں۔

ابوذر نے اپنے مہمان کو دیکھا اور کہا۔

خدا کی قسم! جن باتوں سے میں آ گا ہی رکھتا ہوں، اگر تم واقف ہوتے تو اپنی عورتوں سے معاشرت اختیار نہ کرتے، اپنے بستروں پر بے چین رہتے۔ خدا کی قسم!
میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا اگر اللہ مجھے ایک درخت کی صورت میں پیدا کر دیتا کہ اس کے پہلے سے لوگ استفادہ کرتے، پھر وہ کٹ جاتا اور سلسلہ ختم ہو جاتا۔

مگر یہ حکم کہ اپنا حصہ اس دنیا سے نوامنع ہے؟
رسول خدا نے فرمایا جیرت ہے اس شخص پر جو دنیا کے آخرت پر یقین رکھتا
ہے، مگر اس پر فریب دنیا کے لئے کوشش رہتا ہے۔

وہ شخص اپنے گھر سے نکلا ابوذر مسجد کی طرف روانہ ہوا، مسجد میں داخل ہوا تو
پیغمبرؐ کو تھا بیٹھے ہوئے دیکھا، اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پیغمبرؐ نے ابوذرؐ کی طرف رخ
کر کے کہا کہ مسجد کے لئے تجیہ مسجد لازمی ہے اور تجیہ مسجد یہ ہے کہ تو دور رکعت نماز
پڑھنے تھے نماز پڑھنا چاہئے تھی، ابوذر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا، پھر رسولؐ کے پاس آ کر
بیٹھ گیا، رسولؐ تھا بیٹھے تھے، اس نے فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے پوچھا، اے رسول خدا!
آپؐ مجھے نماز کے لئے حکم فرماتے ہیں، نماز کیا ہے؟

یہ بہترین قانون ہے زیادا پڑھی جائے یا کم۔

اے رسول خدا! اعمال میں سے برترین کون سا ہے؟

اللہ بزرگ و برتر پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد۔

مؤمنین میں سے کس کا ایمان کامل تر ہے؟

جو ان میں سے سب سے زیادہ نیک خصلت ہو۔

اے رسول خدا! مؤمنین میں سے کون سا مسلمان تر ہے؟

جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ اُس میں رہیں۔

اے رسول خدا! برترین نماز کون سی ہے؟

جس نماز کا قوت لمبا ہو۔

اے رسول خدا! کون سی بھرت بہتر ہے؟

گناہوں سے بھرت اختیار کرنا۔

اے رسول خدا! روزہ کیا ہے؟

یہ ایک ایسا فرض ہے جس کا خدا کے حضور میں کتنی گناہ ملتا ہے۔

اے رسول خدا! بہترین جہاد کون سا ہے؟

اس شخص کا جہاد جس کے گھوڑے کا تعاقب کیا جائے، پھر اس کا خون بھا دیا

جائے۔

اے رسول خدا! کون سا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟

وہ غلام جو اپنے آقا کے نزدیک بہت قیمتی اور محبوب ہو۔

اے رسول خدا! کون سی بخشش بہتر ہے؟

اس کم مایہ شخص کی بخشش جو اپنی مزدوری میں سے کسی نادر کی مدد کرے۔

خدا کی نازل کردہ آیات میں سے بزرگ تر کون سی ہیں؟

آیت الکرسی (کرسی، عرش کا مخفیوں، عالمانہ ظریے کے مطابق معلوم کرنے بنیتے مرحوم کاشف

الخطا، کسی کتاب "الفرسان" کی طرف رجوع کریں) اتنے الودُّرِ اسات آسمان کری کے مقابلے

میں ایک ایسے حلقة کی طرح ہیں جو کسی صحراء میں پھیلک دیا گیا ہو۔

اللہ بزرگ و برتر نے کتنی کتابیں نازل کی ہیں؟

ایک سو چار کتابیں، شیعث پر پچاس صحیفے، انخواع پر تیس صحیفے، ابراہیم پر اس اور

توریت سے پہلے موئی پر بھی دس صحیفے اور ان کے بعد توریت، انجیل، زبور اور قرآن کو

نازل کیا گیا ہے۔

اے رسول خدا! ابراہیم کے صحینے کون سے ہو گزرے ہیں؟

یہ سب عدو و حکمت پر مشتمل تھے۔ مثال کے طور پر

"اے دنیا سے ہو کر کھانے والے باہشا، جو کہ اپنے آپ میں

مست ہے اور دنمرے لوگوں کے دوش پر سوارا میں پیش اک

بات پر آمادہ کر زہا ہوں کہ میری طرف سے یعنی میری نیابت میں مظلوم کی دادرسی کرو اس کے علاوہ اوز بھی پند و موعظت کی باتیں ان صحف ابراہی میں تحسین ۔“

عقل کے لئے کچھ ساعت مقرر ہیں، ایک وہ گھری جب وہ بارگاہ روپیت میں آہ و بکا کرتا ہے اور ایک وہ ساعت جب وہ اپنے محابے کے لئے اپنے پالنے والے کے حضور میں پہنچ جاتا ہے اور وہ ساعت بھی جب وہ کھانے پینے جیسی ضروریات زندگی کی فراہمی میں لگا ہوتا ہے اور عاقل پر واجب ہے کہ وہ سوائے ان تین کاموں کے اٹھ کھرانہ ہو زاد آخترت کی ذخیرہ اندوزی مکے لئے، اپنی زندگی کے لوازمات کی خاطر ٹک و دو کے لئے اور غیر حرام سے بہرہ و رہونے کے لئے اور عاقل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ وقت شناس ہو اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے فورا پہنچے اپنی زبان کا نگہبان ہو اور سوائے ضرورت کے اپنی رہان کونہ کھولے۔

اے خدا کے رسول! حضرت موسیؑ کے صحیفے کون سے ہو گزرے ہیں؟

وہ تو سراسر عبرت کا سامان تھے جیسے ”مجھے اس شخص پر حیرت ہے جو موت پر تو یقین رکھتا ہے لیکن خوشیاں منانے میں لگا رہتا ہے، تعجب ہے اس آدمی پر جو آگ پر تو یقین رکھتا ہے مگر پھر بھی بنتا ہے مجھے اس شخص کا عمل درطحیرت میں ڈالتا ہے جو قدری پر تو ایمان رکھتا ہے مگر اس کے باوجود زحمت اٹھتا ہے اور حیرت میں ڈالتا ہے اس بندہ خدا کا عمل جس کی نظر دیا پر ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے اہل دعیال کے ساتھ اس کی رنگ رنگیوں میں لگا رہتا ہے اور پھر مطمئن بھی رہتا ہے اور میں تحریر ہوتا ہوں اس شخص پر جس کا آنے والے کل پر

ایمان تو ہے مگر وہ عمل نہیں کرتا۔“

اے خدا کے رسول! مجھے وصیت کیجئے۔

میں تجھے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ سب سے بڑھ کر ہے۔

اے خدا کے رسول! مجھے مزید عقل و دانش کی بتائیں تائیں۔

قرآن پڑھا کرو، کیونکہ قرآن پڑھنے سے تمہیں زمین پر تو نور عطا کیا جاتا ہے اور آسمان پر تمہارا ذکر ہوتا ہے۔

زیادہ بُخی سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ تیرے دل کو مردہ بناتی ہے اور تیرے چہرے کا نور چھین لیتی ہے۔

سوائے خیر کے کاموں کے خاموش رہو، کیونکہ خاموشی شیطان کو تجھ سے گریزاں کرتی ہے اور تیرے دین کی محافظت میں تیری مددگار ہوتی ہے۔

بیچارے ذرمانہ اور نادار لوگوں سے محبت رکھ اور ان کے ساتھ بیٹھا کر۔

اپنے ماٹھ کی طرف دیکھو اپنے سے بالا دست کی طرف نہ دیکھو، کیونکہ مناسب تو یہ

ہے کہ وہ نعمت جو خدا نے تجھے عطا کی ہے اس کو حقیر مت سمجھو۔ اپنے عزیزوں سے میں

ملاپ قائم رکھو، اگرچہ وہ تجھ سے گریزاں ہی کیوں نہ ہوں۔ خدا کی راہ میں کسی کی

سرزنش سے مت ڈر، حق بات کہوا اگرچہ تائی ہی کیوں نہ ہوں، جس عیب کے بارے میں

تم جانتے ہو کہ تمہارے اندر ہے، وہ دوسروں میں تلاش نہ کرو۔ جس بردے کام کا تم خود

بھی ارتکاب کر چکے ہو اس کے لئے لوگوں کو سرزنش نہ کرو، کیونکہ اتنا ہی عیب تیرے

لئے کافی ہے کہ جس عیب کو تم اپنے اندر تلاش نہیں کرتے وہی لوگوں کے اندر پاؤ یا جو

کچھ خود کیا ہے وہی تم دوسروں کے اندر دیکھو۔

پھر اپنا ہاتھ ابوذرؓ کے سینے پر مارتے ہوئے فرمایا کہ تدبیر جیسی کوئی دانش نہیں،

خودداری اور اجتناب جیسی کوئی پارسائی نہیں اور خوش خصالی جیسی کوئی یتکل نہیں۔

مکہ کی جانب

جاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اَن

الْبَاطِلُ كَانَ زَهُوقًا (سورة اسراء ٨١)

”حق آئیا، باطل مت گیا اور باطل تو مت جانے والی چیز
ہے۔“

محمد مسجد میں ایک گروہ حکے ساتھ خاموشی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے سب
کا خیال یہ تھا کہ شاید ان پر وحی کا نزول ہو رہا ہے، اسی لئے وہ دم سادھے بیٹھے تھے اسی
پر اسرار خاموشی کے ساتھ ہی وقت گزر رہا تھا، سب کے اذہان میں گوناگون افکار مچل
رہے تھے، کسی قسم کا شور ہنگامہ نہیں تھا، سبھی چپ چاپ اس سکوت کے ٹوٹنے کے منتظر
تھے، یوں لگتا تھا جیسے ان کے سر پر ایک پرندے کو بھاڑ دیا گیا ہے اور ڈر ہے کہ اگر انہوں
نے کوئی بات کی یا ہے تو وہ ان کے سر سے اڑ جائے گا۔ ابوذرؑ کی آمد سے اس خاموشی کا
طلسم ٹوٹا، ابوذرؑ بڑی مشکل سے سب لوگوں کے درمیان میں سے ہوتا ہوا پیغمبرؐ کے پاس
جا پہنچا اور ان کے پاس بیٹھ گیا، پیغمبرؐ نے اس کی طرف رخ کر کے فرمایا: ابوذرؑ اج تو
نماز پڑھی ہے؟

نہیں، تو انھوں اور نماز پڑھو، ابوذرؑ انھا اور نماز کے لئے کھڑا ہو گیا اور چار رکعت

نماز ظہر پڑھی، پھر پیغمبرؐ نے اس کی طرف رخ کیا اور کہا جن و انس کے شیطانوں سے
خدا کی پناہ میں آ جاؤ۔

اے پیغمبرؐ! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟
ہاں، ہاں، جن و انس کے اہر یعنی (بدی کا رہنمای) بھی خوبصورت اور ایک
دوسرے کو فریب دینے والی باتیں کانوں میں کہتے ہیں۔

پیغمبرؐ خاموش ہوئے تو ابوذرؓ بھی چپ کر گیا۔ محمدؐ کی اس بات سے سینکڑوں
سوئی ہوئی یادیں ذہنوں میں بیدار ہو گئیں، پھر پیغمبرؐ نے فرمایا:
ابوذرؓ! کیا تم نہیں چاہو گے کہ تجھے بہشت کے خزانوں میں سے کچھ کلمات
سکھاؤ؟

کیوں نہیں، میری جان آپ پر فدا ہو۔
کہو: خدا کے سوا کوئی طاقت نہیں ہے۔
پھر خاموشی نے سب جگہ پر ڈیرے ڈال لئے۔

اچانک عمرو بن سالم بہت تیزی سے مسجد میں داخل ہوا اور پریشان سا
پیغمبرؐ کی طرف آیا اور ان کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

اے رسول خدا! قریش نے حدیبیہ کا معاهدہ توڑ دیا ہے۔

اچانک سب حاضرین کی ہر گوشے سے آواز سنائی دی۔ کیسے؟ کیسے؟

میرا قبیلہ خزانع آپ کے پیان کے ساتھ اور قبیلہ بکر قریش کے پیان کے
ساتھ ملتی ہو گئے ہیں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہماری اور قبیلہ بونکر کی پرانی دشمنی
چل آ رہی تھی، صلح حدیبیہ کے پیان کے بعد معاملہ ٹھنڈا ہو گیا تھا لیکن جب سے آپ
نے جگ موتھے میں رومیوں سے انقاوم نہیں لیا تھا، قریش یہ خیال کر رہے تھے کہ اس

جنگ کے بعد آپ پھر کسر سیدھی کر کے تسلط حاصل کر لیں گے اسی لئے انہوں نے بنی
کبر کو ہمارے خلاف بھڑکایا ہے اور ایک دن وہ اچانک ہم پر مسلط ہو گئے اور ہمارے
ایک بہت بڑے گروہ کو انہوں نے مار دالا۔ اے رسول خدا! میں آپ کی طرف بھاگ
کر آیا ہوں تاکہ جن لوگوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے، ان کے خلاف آپ سے
مدد حاصل کروں۔

پیغمبر نے بڑے مطمئن لمحے میں فرمایا: عمرو بن سالم! تمہاری مدد کی جائے
گی۔ پھر پیغمبر کسی گھری سوچ میں چلے گئے اور یہ جو اتنا بڑا امر کہ پیش آیا تھا، اس کے
پہلوؤں پر غور کرنے لگے۔ انہوں نے اس بات کا جائزہ لیا کہ اس بات کے سوا کوئی
چارہ کا رہنیس کہ مکہ فتح کر کے اس پیمان شکنی کے عمل کا اظہار کیا جائے۔ پھر انہوں
نے جزیرہ نما کے اطراف میں پیغامات بھیجی تاکہ وہ اگلے حکم نامے کی انجام دہی کے
لئے اپنے آپ کو آمادہ کر لیں۔ پیغمبر خود کو اس فتح عظیم کے لئے تیار کر رہے تھے اور
زیادہ اس فکر میں تھے کہ کون سی تدابیر اختیار کی جائیں تاکہ مکہ بغیر خوزینی کے فتح ہو
جائے۔ پھر یہ خیال ان کے ذہن میں آیا کہ لوگوں کو یہ بتائے بغیر کہ کہاں کوچ کا ارادہ
ہے، جنگ کے لئے تیار کیا جائے تاکہ مکہ والوں کو ان کے ارادوں کا علم نہ ہو سکے اور وہ
مقابلے کی تیاریاں نہ کر سکیں اور چپ چاپ ہتھیار ڈال دیں۔ لوگ یہ جانے بغیر کہ
کہاں کا ارادہ ہے، جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ فوج کی حرکت کے بعد پیغمبر سبھی ابوذر
کے ساتھ باہر آئے تاکہ اب ان کو آگاہ کیا جائے کہ وہ مکہ جا رہے ہیں، تاکہ خانہ خدا کو
فتح کر لیں۔ راستے میں وہ ایک درخت کی طرف گئے اور اس کی دو شاخیں پکڑ کر
ہلاکیں، اس کے پتے زمین پر گرد پڑے، فرمایا: ابوذر! جی فرمائیے پیغمبر خدا!

مسلمان بندہ نماز خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے پڑھتا ہے، اس کے گناہ اس

درخت کی طرح اس کے وجود سے جھپڑ جاتے ہیں۔ پھر دو افراد تیز تیز چل کر فوج تک پہنچے، پیغمبرؐ نے ان کو حکم دیا کہ مرکز کو فتح کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔ اب انہوں نے اللہ سے دعا کی کہیں جاسوں قریش کو ان کی روانگی سے آگاہ نہ کر دیں۔ پیغمبرؐ نے ان کو اس بات کی تاکید کی کہ اس دشوار مرحلے کو ہری سنجیدگی کے ساتھ طے کیا جانا چاہئے۔ فوج نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا، مدینے میں اس سے پہلے اتنی شان و شوکت اور عظمت والی فوج نہیں دیکھی گئی تھی، ابوذر سارا راستہ پیغمبرؐ کے قریب ہی رہا تھا اور مسلسل حضورؐ کی خدمت میں تھا، وہ ایک لمحے کے لئے بھی خدمت سے غافل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی فوج ”مرالظہران“ پہنچ گئی، اس وقت پورے شہر مکہ کو ایک عجیب و حشت و اضطراب نے گھیر کر رکھا تھا، لوگوں نے خوف زدہ ہو کر ابوسفیان، بدیل اور حکیم کو شہر مکہ سے باہر خبریں معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔

عباسؓ پیغمبرؐ کے اوٹ پر بیٹھے تھے اور استھانے کر رہے تھے اچاک انہوں نے ایک گفتگو سنی، وہ رکے اور کان لگا دیئے، ابوسفیان اور بدیل آپس میں بات کر رہے تھے۔

ابوسفیانؓ میں نے آج تک جنگ کی اتنی بھڑکتی ہوئی آگ اور اتنی فوج نہیں دیکھی ہے۔

بدیلؓ یہ خزانہ کے لوگ ہیں جو اس طرح اکٹھے ہو کر جنگ کرنے آئے ہیں۔

ابوسفیانؓ خزانہ کا گروہ اتنا بڑا نہیں ہے کہ وہ جنگ کے اتنے شعلے بلند کر سکیں اور ان کی اتنی زیادہ فوج ہو۔

عباسؓ نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی، آواز دی:

ابو حظیله (ابوسفیان)!

ابوسفیان نے بھی عباسؑ کو پیچان کر آواز دی:
 ابو الفضل (پیغمبرؐ کے پیچا عباسؑ)! کہو کیا خبر ہے؟
 یہ پیغمبر خدا ہیں، حیف ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ وہ پوری قوت کے ساتھ
 حملہ آور ہو رہا ہے۔

ابوسفیان خوف سے تھر تھر کاپنے لگا اور کہا:

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اس کے لئے کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟
 عباسؑ نے اس کا اپنے پیچھے پیغمبرؐ کے خپر پر سوار کر لیا اور چل پڑا۔ لوگ جو نبی
 پیغمبرؐ کے سفید خپر کو دیکھتے فوراً راستہ دے دیتے اور وہ دونوں آگ کے ان شعلوں کے
 درمیان سے گزر رہے تھے جو ان دس ہزار سالیوں نے اہل مکہ کو مرعوب کرنے کے
 لئے بھڑکا رکھی تھی، عمرؓ کی نظر! ابوسفیان پر پڑی تو وہ سمجھا کہ عباسؑ اس کو پناہ دینا چاہتا
 ہے وہ تیزی سے پیغمبرؐ کے خیمے میں پہنچا اور چاہا کہ حضورؐ اس بات کا حکم دیں کہ اس کی
 گردن اڑا دی جائے۔ عباسؑ نے کہا، اے رسولؐ! میں نے اس کو پناہ دے رکھی ہے،
 عباسؑ اور عمرؓ کے درمیان سخت اڑائی ہونے لگی، پھر محمدؐ نے عباسؑ سے فرمایا، عباسؑ! اس کو
 اپنے گھر لے جاؤ اور کل صبح میرے پاس لے آئا، اگلی صبح مہاجرین و انصار کے مشائخ
 حضورؐ کی خدمت میں پہنچے وہ ساتھ ابوسفیان کو بھی لے کر آئے، پیغمبرؐ نے کہا:

اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس ہو، کیا ابھی تک وہ وقت نہیں پہنچا کہ تو جان
 لے کر سوائے اس خدا کے اور کوئی خدا نہیں ہے؟

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ اپنے عزیزوں کے ساتھ کس قدر
 رواداری، خل اور مہربانی کا برداشت کر رہے ہیں؟ خدا کی قسم! میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ

ایک دسرے کو پیچا نہ جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرے
گا وہی لاکن تکریم ہے۔“ (حجرات ۱۳)

اس کے باوجود قبیلہ قریش میں خوف و ہراس کی سی کیفیت تھی اور ان کو اپنا
انجام ہونا ک نظر آ رہا تھا۔ کیا وہ انتقام لیں گے؟ یا قتل عام کریں گے؟ پھر پیغمبر نے
پوچھا۔ اے گردہ قریش! تم مجھ سے کیسے سلوک کی تو قرہبے ہو؟ یقیناً آپ میکی کریں
گے، آپ عظیم بھائی ہیں اور عظمت والے بھائی کے بیٹے ہیں۔
آپ جائیں، آپ آزاد ہیں۔

محمدؐ استطاعت کے باوجود غفو و درگزیر میں ایک خاص لطف محسوس کر رہے تھے
وہ کعبہ میں داخل ہوئے، ان کے ہاتھ میں جو عصا تھا اس سے گرد و پیش کے بتوں کی
طرف اشارہ کر رہے تھے، ان کا دل خدالعائیؐ کی حمد و شا اور قدرت و سلطنت سے بالا بال
تھا، وہ کہہ رہے تھے:

”حق آ گیا، باطل مٹ گیا اور باطل تو مٹ جانے والی چیز ہی
ہے۔“ (سورہ اسماء ۸۱)

آگے پیچھے سے بت زمین پر گر رہے تھے اور سبھی انتہائی خوشی سے یہی نفرہ
دھرا رہے تھے ابوذر بھی بت شفی میں مصروف تھا، اس کے اندر ذوق و شوق کا ایک
طوفان موجزن تھا اور آنسو اس کی آنکھوں سے روائ تھے، وہ بھی سب کے ساتھ دل کی
گہرائیوں سے یہ آواز بلند کر رہا تھا۔

**جَاهُ الْحَقِّ وَرُثْقَ الْبَاطِلِ اَنَّ
الْبَاطِلُ كَانَ رُثْقًا**

عالم بالا میں

”محمد اقتسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے پیغمبری کے لئے منتخب کیا ہے، ابوذرؓ زمین کی نسبت آسمان کے فرشتوں میں زیادہ مشہور ہے۔“ (جرائل)

عرب قبائل محمدؐ کے پاس آ کر گرد ہوں کی صورت میں دین خدا کی طرف میلان کا اظہار کر رہے تھے۔ پرچم اسلام پورے جزیرہ عرب میں لہرانے لگا تھا، پیغمبرؐ نے کچھ لوگوں کو مکہ کے اطراف میں خراج و زکوٰۃ کی وصوی کے لئے روانہ کر دیا تھا، اب مسلمان بھی مالی طور پر خوشحال و کھاتی دینے لگے تھے۔ بھوکے سیر ہو چکے تھے اور شرعی اموال کی صحیح تقسیم کی بنا پر ناداروں کی تنگدستی ختم ہو چکی تھی۔

لیکن ابوذرؓ اس نے تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا اور اس کے پاس جو سے بنی ہوئی غذا کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ ایک دن ابوذرؓ ریڈہ گیا اور ایک مدت تک وہاں رہا، پھر وہ مدینہ لوٹ آیا، وہ سفر سے سیدھا اپنے محبوب پیغمبرؐ کی طرف دوڑا، انؐ کے پاس بیٹھ گیا، انہائی خاموشی کے ساتھ حتیٰ کہ منہ سے چھوٹی سی بات بھی نہیں۔ پیغمبرؐ نے کہا، ابوذرؓ!

ابوذرؓ سر جھکائے ہی بیٹھا رہا، وہ خاموش رہا، کوئی جواب نہ دیا۔

محمد۔ ابوذرؑ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے!

ابوذرؓ (ایسی آواز کے ساتھ کہ شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا) میں پاک نہیں ہوں۔ پیغمبرؐ نے ایک کنیز کو آواز دی اور حکم دیا کہ پانی لے کر آئے، ابوذرؓ نے پانی لیا اور اونٹ کے پیچھے چھپ کر غسل کیا، پھر وہ آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا۔ اگر تجھے بیس سال بھی پانی نہ ملے تو مٹی تیرے لئے کافی ہے، پھر جب بھی تجھے پانی میسر آئے تو اپنے جسم کو دھولے۔

پیغمبرؐ کو پند و نصیحت کر رہے تھے اور ابوذرؓ دل و جان سے یہ شیریں اور روح بخش بتیں سن رہے تھے اتنے میں ”ابن لیتیہ“ سفر سے آپنخا، یہ شخص مالیات کی وصولی پر مقرر تھا، وہ اپنے ساتھ جو لایا تھا، اس کے اس نے دو حصے کئے اور کہا یہ حصہ آپ کا ہے اور یہ حصہ انہوں نے مجھے دیا ہے۔ پیغمبرؐ کا چہرہ اقدس غصے سے تمٹانے لگا، ابوذرؓ یہ منظر دیکھ رہا تھا، اس نے اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہا: تجھے انہوں نے یہ کیسے دے دیا ہے؟ پیغمبرؐ غصے کے عالم میں ہی کھڑے ہوئے خدا کی حمد و شنا اور شکرگزاری کے بعد لوگوں سے مخاطب ہوئے۔

خدا نے جو فرائض میرے ذمے سونے پئے ہیں، میں نے ان کی انجام دہی کے لئے تم میں سے کچھ لوگوں کو مقرر کیا ہے، تم میں سے ایک آ کر کہتا ہے یہ ایک حصہ آپ کا ہے اور دوسرا انہوں نے مجھے دیا ہے؟

قتم ہے اس بات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جو شخص لوگوں کے مال و دولت میں کوئی چیز لے لے تو قیامت کے دن اونٹ، بکری یا گاگے جو بھی اس نے لوگوں سے لی ہے، اس کی گردان پر سوار کر کے صحراعِ محشر میں انتہائی ذلت، پستی اور رسوائی کے ساتھ لا لایا جائے گا، اس حال میں کہ وہ جانور فریاد کر رہے ہوں

۔۔۔

ابن لیتیہ نے وہ سب کچھ واپس کر دیا جو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ ابوذرؓ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا: یہ بہتر ہے۔ اس شخص نے سر جھکائے ہوئے بڑی بھی ندامت اور شرمندگی سے کہا: میں نہیں جانتا تھا، وہ ایک غم انگیز خاموشی میں غرق تھا اگر اس کے اندر ایک ہنگامہ اور جوش و خروش برپا تھا۔

ابوذرؓ نے کہا: علیگین نہ ہو! تو جان لے کہ دنیا اس کا گھر ہے کہ جس کا کوئی گھر نہ ہو اور دولت و ثروت اس کی متاع ہے جس کے پاس کوئی دوسری متاع نہیں ہے اور اس کی خاطر وہ شخص کو شکش کرتا ہے جس کو یقین نہ ہو جاؤ اور پیغمبرؐ سے معافی طلب کرو۔ ابن لیتیہ پیغمبرؐ کے پاس گیا، معافی چاہی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ خدا کہتا ہے:

”اے میرے بندو! تم سب گناہگار ہو مگر جس کو میں نے نجات دے دی ہو، پس تم مجھ سے مغفرت طلب کروتا کہ میں تم سے درگزر کروں، جو کوئی مغفرت پر قادر بحثتا ہے اور مجھ سے بخشش کا خواستگار ہوتا ہے میں اسے بخش دیتا ہوں اور اس بات کی پروا نہیں کرتا، نیز یہ کہ تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جس کی میں نے راہنمائی کی ہو، تم سب فقیر ہو مگر یہ کہ جس کو میں نے غنی کر دیا ہو، پس مجھے یاد کروتا کہ تمہیں بے نیاز کر دوں۔“

پیغمبرؐ انٹھ کر چلے گئے، لوگوں میں ہر طرف یہی باتیں ہو رہی تھیں، ابوذرؐ بھی خدا کو یاد کر رہا تھا، وہ تقویٰ کی تعریف میں رطب السان تھا اور اس دنیا نے دوں میں دل نہ لگانے کی تردید کر رہا تھا اور جو لوگ ناداروں اور محروم لوگوں کی مانی معاونت کرتے ہیں اور خدا کی براہ میں اپنی دولت تقسیم کر رہی ہیں اور اسکے لئے زور سے اجتناب

کرتے ہیں، ان کو ہمیشہ رہنے والی بہشت کی خوشخبری دے رہا تھا اور اس کے ساتھ سبھی عوامِ انس کو برابری اور مساوات کی تلقین کر رہا تھا۔ لوگ منتشر ہوئے تو ابوذرؓ نے بھی اپنے گھر کی راہ لی، راستے میں اس کو پیغمبرؐ ملے، اس وقت جبرايلؓ حضورؐ کی چاکری کر رہے تھے، ابوذر بغیر سلام کئے ان کے پاس سے گزر گیا۔

جبرايلؓ! یہ ابوذرؓ ہے، اگر یہ سلام کرتا تو ہم اس کو بھی ضرور جواب دیتے ہیں۔

محمدؐ: جبرايلؓ! تم اس کو پہچانتے ہو؟

جبرايلؓ: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو پیغمبری پر مبوعث کیا ہے وہ زمین کی نسبت آسمان کے فرشتوں میں زیادہ مشہور ہے۔

محمدؐ: کس وجہ سے وہ اس پائے تک پہچاہے؟

جبرايلؓ: اس جہان فانی میں اپنے تقویٰ و پہیزگاری کی بنا پر۔



حَمْدَهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ ۖ ۖ ۖ

۰۱۔ ۸۔ جِبْرِيلُ

شاید ابوذر ہو؟ ”یقیناً یہ ابوذر ہی ہو گا“

پیغمبر کو یہ خبر ملی کہ شام میں بہت سی فوج جمع ہو کر آئی ہے۔ روم کے شہنشاہ ”ہرکولیس“ نے اپنے سپاہیوں کو جنگی اسلحہ سے خوب لیس کر لیا ہے اور تم جذام عاملہ اور غسان قبیلے بھی ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ ”ہرکولیس“ شامی عرب کی طرف سے عازم جنگ ہوا تاکہ جنگ موئہ میں مسلمانوں نے جو اس کو شکست فاش دی تھی، اس خفت کو مٹائے۔ ان دنوں محمد نما مملکت اسلامیہ میں امن و امان کے قیام میں سرگرم عمل تھے وہ مجبور ہو گئے کہ اس طاقت ور اور خطرناک دشمن سے مقابلے کے لئے اپنی فوج کو تیار کریں، گرمیوں کے اوپر میں بالخصوص خزان کے اوائل میں عرب کا موسم شدید گرم ہو جاتا ہے، محمد کو ایسے موسم میں جنگ کے لئے نکلا تھا، آسمان سے گویا آگ برس رہی تھی، یوں لگتا تھا جیسے سورج کی جلا دینے والی شعاعوں کا زمین سے کوئی فاصلہ نہیں رہا، اسی وجہ سے سارا بیباں جل رہا تھا۔ ایک طرف مسلمان فوج کو ملک سے باہر نکل کر رومنوں کے ساتھ جنگ لڑنا تھی، اس طویل اور خطرناک راستے کو انہوں نے اس جھلسادینے والی گری میں طے کرنا تھا، جس میں دماغوں کے اندر مغز تک بھنا جا رہا تھا اور ادھر رگوں میں خون خشک ہو رہا تھا۔ ایک کمزور ارادے والے ست ایمان گروہ نے چاہا کہ پیغمبر کو اس سفر سے باز رکھیں، انہوں نے اس مقصد کے لئے مسلمانوں کو نافرمانی پر بھی اکسیا،

انہوں نے سازشیں کیں پر و پینڈے کئے وہ لوگ جنگ کے اس حاس موقع پر ایک جگہ مجمع لگا کر ساز باز کر رہے تھے۔ پیغمبر نے ان کے اس خطرے کو نیست و نابود کیا، وہ جب کبھی جنگ کے لئے نکلتے، اپنی فوج کو مختلف راستوں سے لے جاتے تاکہ دشمن کو اچانک جا لیں، لیکن اس مرتبہ معمول کے مطابق قدم اٹھائے گئے کیونکہ مقابلہ بہت سخت اور خوفناک تھا اور چاہئے یہ تھا کہ تمام جانباز سپاہی اپنے ارادوں کو ان مشکلات سے رو برو ہونے کے لئے رضا کار ان طور پر تیار کر لیں، مدینے میں مختلف قبائل آئے، ان میں سے دولت مندوگوں نے فوج کے مسلح ہونے کے لئے مالی تعاون سے بھی گریز نہیں کیا، چونکہ اس فوج کو بہت سی مشکلات کا سامنا رہا تھا، اس لئے تاریخ میں اس کو ”سپاہنختی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ابوذر نے جان لیا کہ پیغمبر شاہ روم سے جنگ کے لئے عازم تبوک ہو رہے ہیں، اس نے بھی جانے کا ارادہ کیا، اپنے اونٹ کی طرف لپکا، اس نے دیکھا کہ وہ تو بہت ناتوان ہے اور مدینہ اور تبوک کے درمیان کالمبارستہ طے کرنے کے قابل نہیں ہے، کچھ دری کے لئے وہ سوچ میں پڑ گیا، پھر زیریب کہنے لگا، چند دن میں اس کو گھاس وغیرہ کھلاتا ہوں تاکہ قوی ہو جائے، پھر پیغمبر کے ساتھ چلا جاؤں گا۔

راستہ لمبا تھا اور بھسم کر دینے والا گری کا موسم، ”ست ایمان“ شہر میں ہی رہنے کے لئے نت نئے بہانے ڈھونڈ رہے تھے، کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مال و دولت سے محروم تھے، سفر کے لئے کوئی سواری ان کے پاس نہیں تھی لیکن ان کے دلوں میں راہ خدا میں لٹنے کے لئے بچ جذبے اور ایمان کے شعلے بھڑک رہے تھے وہ لوگ روزوکر اور گرگڑا کر پیغمبر کے حضور میں اچکائیں کر رہے تھے کہ ان کو بھی ساتھ لے جائیں تاکہ وہ اس سعادت عظیم سے محروم نہ رہ جائیں۔ پیغمبر نے ان میں سے کچھ لوگوں کے لئے

تو سواری کا انتظام کر دیا، باتیوں سے معدورت کی اور کہا: ”میرے پاس کوئی سواری نہیں جو آپ کو سوار کروں۔“ یہ گروہ غم والم کے مارے گھلا جا رہا تھا اور حضرت غم سے ان کے گلے رندھے جا رہے تھے وہ اشکبار آنکھوں سے مجاهدین کو دیکھ رہے تھے۔ (ای لے اس گردہ کا نام ”اشکباران“ (بکانیں) پڑ گیا) محمدؐ کی اشک کوششوں سے روم کی فوجوں سے مقابلے کے لئے تمیں ہزار کے لگ بھگ فوج تیار ہوئی، فوج نے مدینے کے باہر نماز پڑھی، پھر وہ روانہ ہوئے، ہر طرف سے خاک اٹھی اور تھوڑی دیر کے بعد پچھتوں سے جھاٹکنے والی عورتوں اور بچوں کی نظروں سے صحرائی کی گہرائیوں میں کھو کر رہ گئی، ”اشکبار“ بھی ناامید ہو کر واپس چلے گئے۔

”سپاہ سختی“ میں سے دو تین لوگ ہی اونٹوں پر سوار ہوئے تھے وہ خدا کی خوشنودی کے حصول کے لئے راہ خدا میں بڑھتے جا رہے تھے۔ منافقین کو نگاہ و عمار اور غضب خداوندی میں غرق شہر میں ہی چھوڑ دیا گیا تھا، فوج صحرائے سینے کو چیرتی ہوئی چلی جا رہی تھی، ادھر سورج ان پر آگ برسا رہا تھا، است ایمان لوگ سب سے زیادہ رنج غم میں بدلتا تھے، جتنا وہ آگے چلتے جا رہے تھے اتنا ہی ان کا لوث آنے کا ارادہ محکم ہو رہا تھا، اچانک کعب بن مالک واپس ہوا اور اس نے مدینے کا راستہ لیا۔

صحابہؓ نے پیغمبرؐ سے کہا: اے رسول خدا! کعب بن مالک واپس چلا گیا۔ اس کو چھوڑ دو، اگر اس میں خیر کی کوئی ر حق باقی ہوگی تو خدا بہت جلد اس کو تم سے ملا دے گا، وگرنہ یہ سمجھو کر خدا نے تمہیں اس کے شر سے آسودہ کر دیا ہے۔

فوج اپنے راستے پر چلتی رہی، اچانک پھر اصحابؓ زور دار آواز میں بولے:

یا رسول اللہ! مرارہ میں ریچ واپس چلا گیا۔

چھوڑو اس کو، اگر اس میں کوئی خیر باقی ہوئی تو وہ ضرور تم سے آ ملے گا، ورنہ

خدا نے تمہیں ان کے شر سے بچالیا۔

فوج نے اپنی حرکت جاری و ساری رکھی؛ جب ایک فاصلہ میٹے کر چکے تو پھر اصحاب بولے۔ اے خدا کے رسول اہلal بن امیہ واپس چلا گیا۔ (یہ تین لوگ عجیب طرح کی ذلت و خواری میں بنتا ہوئے پہچاس دن تک نہ تو لوگوں نے ان سے کوئی میل جوں رکھا، نہ بات چیت کی، نہ وہ کوئی کام کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی زندگی اجریں ہو گئی؛ انہوں نے خدا سے توبہ کی اور خدا نے ان کی توبہ کو قبول کیا)

پیغمبر نے وہی جواب دیا اور اپنی حرکت کو جاری رکھا، ہر لمحہ شدت اور سختی بڑھتی جا رہی تھی، اچانک پیغمبر نے اس بارہنا کہ اے رسول خدا! ابوذر رواپس چلا گیا!! اس کو چھوڑ دو! اگر اس میں کچھ خیر کا عنصر ہوگا تو خود چلا آئے گا، ورنہ خدا نے تمہیں گویا اس کے شر سے محفوظ کر دیا۔

اوہ! ابوذر کیا جنگ سے گریزاں ہے؟ وہ کیا پیغمبر کی نافرمانی کرتا ہے؟ کیا وہ مدینے واپس چلا جائے گا؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ابوذر کا محبوب پیغمبر اس خطرناک نہم پر ہو اور وہ واپس مدینہ چلا جائے؟ ابوذر کیسے مدینے چلا جائے؟ اور جا کر منافقین سے مل جائے؟ ابوذر کو یوں احساس ہوا جیسے وہ تنگ و عار کی پیشیوں میں گھر گیا ہو، اس نے پوری قوت سے اپنے اوٹ کو ہنکایا اور چلنے کے لئے اس کو تحریک کرتا رہا کہ شاید خود کو اپنے محبوب پیغمبر تک پہنچا دے لیکن بے سود اس کا گمزرو اونٹ اپنی آخری رقم بھی کھو بیٹھا تھا اور ایک قدم بھی اٹھا سکنے کے قابل نہ تھا، اب کوئی چارہ کار رہا تھا۔ اس کو چاہئے کہ اس اوٹ کو اسی صحرائیں آزاد چھوڑ دے جو اس کے لئے باعث شرم بنا تھا، اس کو چاہئے کہ اپنا اٹا شاہ اپنی پشت پر لادے اور پیدل ہی چل پڑے یا مر جائے یا اپنے ولیم اور جنگجو بھائیوں سے جائیں۔ وہ اوٹ کے نیچے اتر آئیں کے اوپر سے اپنا اٹا شاہ اٹھا

کراپنے کا ندھے پرڈال لیا اور اوٹ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور خود صحرائے طویل اور خاموش راستے پر ہولیا۔ آسمان سے گویا آگ برس رہی تھی، سورج کی حدت سے پھر بھی پچھلے جا رہے تھے، ابوذرؓ کو انہیٰ مصیبت اور پیاس کا سامنا تھا۔ وسیع اور خشک صحراء طویل راستہ، جلا دینے والا گرم موسم، ہر قدم پر وہ دیو مرگ کو اپنے سامنے جسم صورت میں دیکھ رہا تھا لیکن اس کے باوجود بڑے اطمینان اور ثابت قدی سے چلا جا رہا تھا۔ اس کا اپنے خدا پر کامل یقین تھا، اس کو قوی امید تھی کہ اس کا خدا اس کو نامنیر نہیں کرے گا۔ اس نے کمرہ بہت باندھی، اس کے وجدان میں یہ بات جاگزیں تھی کہ ہر سیاہ رات کا اختتام پیدۂ سحر پر ہوتا ہے، ہر ختنی کے بعد راحت اور ہر پریشانی کے بعد کشائش ہوا کرتی ہے۔

اس کا ارادہ مزید مضبوط ہو چلا تھا، اب اس نے اپنے آپ کو ان سختیوں پر صابر اور شاکر کر لیا تھا اور ایک ایسے عزم کے ساتھ، جس میں سستی نام کی کوئی چیز نہ تھی، وہ اپنی منزل مقصود کو پیش نظر رکھے، اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھا۔ شدید پیاس اور صحراء کی پیش سے وہ اپنے محبوب پیغمبرؓ کی یاد میں کھو جاتا، وہ کیا کرے گا؟ اس کے ساتھ یہ کیسا معاملہ پیش آ گیا؟ وہ اتنی سختی اور اتنی گرمی کیسے برداشت کرے؟ وہ انہیٰ پیاسا ہے اور اس جلتے ہوئے ناپیدا کنار بیابان میں پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ وہ یونہی چلا جا رہا تھا کہ آسمان کے ایک طرف اس نے باول کا ایک نکڑا دیکھا، یوں لگ رہا تھا جیسے وہاں بارش ہوئی ہے، ابوذرؓ نے اپنا رخ اس طرف موڑ لیا، ایک پھر کے پاس پہنچا، وہاں تھوڑا سا بارش کا پانی جمع ہو گیا تھا۔ (حصار کا نظریہ ہے کہ ابوذرؓ روراستے میں پانی نہیں ملا) جو مشکل اس کے پاس تھی، وہ اس نے بھری، پیاس سے اس کا جگر کباب ہوا جا رہا تھا، اس نے تھوڑا سا پانی چکھا، اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں بکلی کے کوندے کی طرح آیا

اور اس نے اپنے آپ کو پانی پینے سے روک لیا، مشک کا ندھے پر ڈالی اور اسی طرح تشنگی کے عالم میں، لیکن قوی ترارادے کے ساتھ اپنے سفر پر گامزن رہا۔

ادھر محمدؐ کی فوج پر بھی بہت سختی اور مصیبت کا وقت تھا، سورج کی جلتی ہوئی شعاعوں سے وہ بھن کے رہ گئے تھے، جو پانی ان کے ساتھ تھا وہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ گری کی شدت اور سخت مصیبت کے باعث وہ تحک کر بیٹھ گئے اور انہوں نے ایک جگہ پڑا، اوڑاں لیا۔ اب وہ ہر طرف بیابان میں پانی کی جگتوں میں بکھر گئے، لیکن ان کو نہ مل، مسلمان سپاہی سورج رہے تھے کہ ان کی زندگی اب موت کے شکنے میں ہے اور اب پیاس کی شدت سے وہ جانب رہنے ہو سکیں گے، لیکن اچانک آسمان پر بادل کا ایک گلزار دھماکی دیا، اس سے تھوڑی سی بارش ہوئی جس سے مسلمان سیراب ہو گئے۔

ابوذرؓ اسی طرح نشیب و فراز طے کرتا رہا، ہر لمحہ وہ رسیت کے تحرک ٹیلوں کا سامنا کرتا، یوں لگتا تھا جیسے ابھی وہ اپنی جان پر کھیل جائے گا، اسی اثناء میں اس کی نظر مسلمان فوج پر پڑی اور اس کی دم توڑتی تمناؤں کوئی زندگی مل گئی، اس کا دل جذبے کی شدت سے زور زور سے دھڑکنے لگا، وہ چاہتا تھا کہ اللہ اسے دو پر عطا کر دے تو وہ اڑ کر اپنے محبوب محمدؐ کے پاس پرواز کر کے چلا جائے۔ اب اس میں مزید سکت نہ تھی کہ اس کو سے زیادہ اس کا محبوب اور دوست محمدؐ اس کے بارے میں بدگمان رہے اور اس کو مخالفین اور مختلفین میں شمار کرے، ابوذرؓ اپنی مشتاق نگاہیں محمدؐ کے لشکر یوں پر جائے ہوئے تھا، اس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی، سپاہیوں میں سے ایک نے صحراء کے اطراف میں ایک سیاہی سی دیکھی جو آگے بڑھتی آ رہی تھی، کچھ دریوہ کھڑا رہا پھر کہا، اے رسول خدا! کوئی شخص اس لئے ودق صحراء میں تنہا چلا آ رہا ہے!

پیغمبرؐ ہو سکتا ہے وہ ابوذرؓ ہو۔

سپاہی انتظار کرتے رہے اور بڑے غور سے دیکھتے رہنے کے دیکھیں کون ہے؟

ایک شخص زور سے بولا: اے پیغمبر خدا! واللہ یہ ابوذر ہے۔

محمدؐ خدا ابوذرؐ کو بخشنے تھا جیتا ہے، تھا مرتا ہے اور تھا ہی اپنے آپ کو جذبوں سے سرفراز رکھتا ہے، پھر وہ ابوذرؐ کی طرف دوڑئے اس حال میں کہ ایسے یار و فادار کی وفاواری نے ان کے پورے وجود میں صرفت و انبساط کی لہر دوڑا دی تھی۔ محمدؐ نے اپنے دوست کی گروں میں ہاتھ ڈال کر فرمایا۔ ابوذرؐ جتنے قدم تو نے میرے لئے اٹھائے، خدا نے ہر قدم کے بد لے تیرا ایک گناہ کم کر دیا۔ پھر رسول خدا نے ابوذرؐ کی کمر سے اس کا اٹاٹا اٹاٹا اور زمین پر رکھا۔ ابوذرؐ پیاس کی شدت اور کمزوری سے مژھاں ہو کر زمین پر گر گیا۔

پیغمبرؐ: ابوذرؐ کو پانی دیں، بہت پیاسا ہے۔

ابوذرؐ: میرے پاس بھی پانی ہے۔

محمدؐ: پانی پاس تھا تو پھر کیوں پیاسا رہا؟

ابوذرؐ: جی یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پرندوں، راستے میں مجھے ایک پھر ملا۔ جس میں بارش کا پانی جمع ہوا تھا، میں نے تھوڑا سا چکھا، میں نے دیکھا کہ ٹھنڈا اور گوارا ہے، میں نے خود سے کہا میں اس میں سے نہیں پیوں گا تا وقٹیکہ میرا دوست محمدؐ بھی اس کو پے۔

محمدؐ: ابوذرؐ! خدا تجھے بخشنے تو تھا ہی جیتا ہے، تھا ہی مرتا ہے اور تھا ہی اٹھایا

جائے گا۔

نوید

ابوذر ج کے بعد پیغمبرؐ کے ساتھ لوٹ آیا، یہ پیغمبرؐ کا آخری سفر ج ہے، وہ اس سفر کے بارے میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، پیغمبرؐ نے مناسک حج تمام کئے اور اپنی تقریر میں نئے اور اہم نکتے بیان کئے۔ یہ سفر غیر معمولی معلوم ہو رہا تھا، اس کے افکار کا پرندہ ایک طرف سے دوسری طرف اڑا جا رہا تھا، اس کے ذہن میں یہ آیت پڑھتے ہوئے پیغمبرؐ کی آواز کی بازگشت گئی۔

”آج میں نے تمہارا دین تم پر کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو مکمل طور پر تم تک پہنچا دیا اور اسلام کو دین کے عنوان سے تمہارے لئے اختیاپ کیا۔“ (سورہ مائدہ آیت ۳ کا کچھ حصہ)

اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بج چکی تھیں، ایک بہت بڑا غم اس کی
جان کو گھیرے ہوئے تھا، اس کو یقین تھا کہ محبوب پیغمبر اُس دنیا میں اپنی تقریبی کا حکم پورا
کر چکے ہیں اور اب کچھ عرصے کے بعد اس جہان فانی کو خیر باد کہہ کر اپنے عالم بالا کے
دوست سے جا طلیں گے۔ ابوذرؑ انہی جان و گھلادینے والی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ محمدؐ
محبوب کی جدائی کے بارے میں سوچنے کی اس میں ہمت نہیں تھی، آخر وہ کس طرح
ایسے اس دوست اور رہبر کو جھوٹا سکتا تھا، جس سے وہ کئی سالوں سے ایک لمحے کے لئے

بھی جدا نہیں ہوا تھا؟ شاید وہ رسول خدا سے بھی پہلے اس زندگی کو خیر پاد کہہ دئے، لیکن جو خدا چاہے گا، وہ ہو گا۔ ابوذرؓ کو جدا نی کا احساس تھا، ایک آگ نے اس کے پورے وجود کو گھیر رکھا تھا اور اس کو دیدارِ محمدؐ کی تفہیقی محسوس ہوئی، وہ اٹھا اور اپنے گھر سے روانہ ہو گیا، پیغمبرؐ مسجد میں کھڑے تھے اور اپنے ہم نشینوں سے بات چیت کر رہے تھے، وہ بھی سر پا گوش تھے۔ اسی دورانِ انصار کے دو افراد آئے دیکھا کہ پیغمبرؐ اصحابؐ میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایک نے دوسرے سے کہا: ان ساتھیوں کو دیکھوا ہمیشہ یہ اکٹھے ہی ہوتے ہیں، بہت کم بھی ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک کم ہو۔
یہ اس کے قریبی اور گھرے دوست ہیں۔

تم دیکھنہیں رہے ہو آج ان میں سے ایک کم ہے؟

تو یہ خیال کر رہا ہے کہ وہ کون ہو گا؟

تم ابوذرؓ کو دیکھو میں ان کو نہیں دیکھتا۔

شاید وہ کسی کام سے چلا گیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ پیغمبرؐ اس کو کس قدر عزیز رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کو اپنے قریب رکھتے ہیں۔

واقعی، وہ جب بھی موجود ہوتا ہے اس سے بات چیت کرتے ہیں اور جب موجود نہیں ہوتا اس کے بارے میں استفسار کرتے ہیں۔

حقیقت میں وہ ایسی ہی دوستی کے لائق ہے، ابوذرؓ پاکیزہ شخص ہے، پیغمبر خدا اس کو اس کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے باعث پسند کرتے ہیں۔ اس دوران پیغمبرؐ کا موزن بلالؓ اس حال میں آیا کہ اس کے دونوں رخمار غصے سے تمتراء ہے تھے آ کر سلام کیا اور کاپتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

اے پیغمبر خدا! ہمیرے اور ابوذرؓ کے درمیان جگڑا ہو گیا ہے رخمار غصے سے

تمتار ہے تھے آ کر سلام کیا اور کامنی ہوئی آواز میں کہنے لگا
اے پیغمبر خدا! میرے اور ابوذرؓ کے درمیان جگڑا ہو گیا ہے، اس نے مجھے
”سرخ فام مان کا بیٹا“ کہا ہے۔ اسی اشنا میں ابوذرؓ بھی پہنچ گیا۔ حضورؐ نے غصے سے کہا
ابوذرؓ مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ تو نے آج اس کی مان کو برے الفاظ سے یاد کیا ہے۔
ابوذرؓ بھی میں اقرار کرتا ہوں۔

محمدؐ: ابوذرؓ! بھی بھی تیرے اندر جہالت کی بو ہے، اپنا سر اٹھاؤ اور دیکھو کیا تم
صرف اپنے عمل کی برتری کی بنا پر سیاہ فاموں اور سرخ فاموں سے برتنہیں ہو؟ ابوذرؓ
نے اپنا سر جھکالیا، ندامت اور پیشانی کے قطرے اس کی پیشانی پر تھے اور اس کو احساس
ہوا کہ اس نے بلاںؓ کے گھر اچھا نہیں کیا، پیغمبرؐ کے غینہ و غصب سے وہ لرزہ براندام تھا،
اچانک وہ زمین پر لیٹ گیا اور اپنا چیرہ خاک پر رکھ کر کہا: اے بلاںؓ! آؤ اور اپنا پاؤں
میرے چہرے پر رکھ دو۔ بلاںؓ ابوذرؓ کی طرف دوڑا، اس کو سلام کیا اور اس کو معاف کر
دیا۔ ابوذرؓ جس طرح خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا، وہ ندامت سے اپنے سر جھکائے رہا۔

محمدؐ: ابوذرؓ اپنے دوست کو تو نے گالی کیوں دی؟

ابوذرؓ: اس نے مجھے غصہ دلایا تھا۔

محمدؐ: جب بھی تھے غصہ آئے، اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جا، اگر بیٹھا ہو تو سہارا لے
لے۔ لوگوں کے درمیان بات چیت ہونے لگی، پھر پیغمبرؐ نے ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے
کہا: کیا تو نہیں چاہتا کہ میں تھے ایک ایسا عمل سکھاؤں جس کا انجام سبک ہے اور اس
کا صلہ بہت بھاری ہے؟

کیوں نہیں، اے رسول خدا!

وہ خموثی ہے، خوش خلائق اور اس کا ترک کر دینا ایسے ہی ہے جیسے تو کچھ بھی نہ

پائے۔

لوگ کچھ کچھ پر اگنہ ہونے لگے، پیغمبرؐ اور ابوذرؓ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ بازار پہنچ گئے لوگوں کو باہمی تجارت اور لین دین میں غرق دیکھا، پیغمبرؐ نے ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے فرمایا، ابوذرؓ میں ایک ایسی آیت تم کو بتاتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو ان کے لئے کافی ہے۔

وَمَنْ يَتَقَبَّلُ إِيمَانَ اللَّهِ يُجْعَلَ لَهُ مَذْكُورًا

يُوْزُقُهُ مَنْ حَيَّيْتُ لَا يُوْتَهُ مَهْبُ

”جو خدا کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، خدا اس کے لئے کوئی نہ کوئی چارہ کارڈ ہونڈ نکالتا ہے اور جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا، رزق وروزی عطا کرتا ہے۔“ (سورہ طلاق)

فرق

پیغمبرؐ نے یہاں ہو گئے، ایک دن جب ہوش میں آئے تو عائشؓ سے کہنے لگے کہ میرے مسجد کے دوستوں کو بلوادؓ عائشؓ نے کسی کو ان کے پیچھے بیججا، وہ پیغمبرؐ کے پاس آئے ابوذرؓ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، انہوں نے سلام کیا اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ پیغمبرؐ کی بخار آسود گہری نگاہیں ان پاکباز، وفادار اور دلیر ساتھیوں پر جھی ہوئی تھیں، فرمایا: تم پر آفرین ہو، تم پر خدا کا درود و سلام ہو، خدا تمہیں بخش دے، خدا تمہاری حفاظت کرے، خدا تمہیں روزی عطا کرے، خدا تمہیں فائدہ دے، خدا تمہیں قوت بخشے، خدا تمہارا نگہبان ہو، میں تمہیں تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں، خدا نے تمہارے متعلق مجھے سمجھایا ہے، میں تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں، تمہیں اس سے ڈراٹا ہوں۔

”میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ اللہ کے بندوں اور اسلامی ممالک کے ساتھ خیانت کاری نہ کرو اور آپس میں تقاذ اور فخر و میاہات نہ کرو۔“

خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے:

قُلْ لِكَ الَّذِينَ لَا يَرْجِعُونَ عَلَىٰ مَا فَعَلُوا

الارض و لفظ خدا والحقائق

للهم تقضي بين (سورة قصص، ٨٣)

”پیغمبر اور دوسرے سبھی لوگ خاموش ہو گئے، پھر دوبارہ فرمایا: کیا جہنم میں خودروں کے لئے جگہ نہیں ہے؟ پھر خاموش ہو گئے، سکوت نے پورے کمرے کی فضا کو گھیر رکھا تھا، اصحاب کی اشک آسودگاہیں بڑی حضرت سے ان پر گڑی ہوئی تھیں۔ پھر فرمایا: فراق قریب تر ہو گیا ہے، خدا کی طرف بازگشت کا وقت آگیا ہے۔ جتنہ الماوی“ سدرۃ المحتشم، رفیق اعلیٰ، لبریز جام اور خوشگواریعیثات کا وقت قریب آگیا ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا: اے رسول خدا! آپ کون غسل دے گا؟
 میرے گھر کا ایک فرد جو مجھ سے نزدیک تر ہے۔

دوسرے نے کہا: اے رسول خدا! آپ کو کس کپڑے سے کفن پہنائیں گے؟
 اگر آپ چاہیں تو انہی کپڑوں میں یا مصری کپڑا یا حلہ یمانی۔

تیسرا نے کہا: اے رسول خدا! آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟
 غم کے مارے ابوذر کا دل شکافت ہونے لگا، اس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہو گئیں، لیکن اس نے اپنے آپ پر ضبط کر کے رکھا کہ سکوت اور درباری کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پائے لیکن اس سے ایسا نہ ہو سکا، ضبط کے سارے بندھن ان کی موت کے بارے میں تمام گفتگو کے دوران ٹوٹ گئے اور وہ اونچی اونچی آواز سے رونے لگا۔
 اس کی حضرت بھری نگاہیں پیغمبر کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں، اس کے رخساروں پر آنسوؤں کے موئے موئے قطرے بہرہ رہے تھے، سبھی اصحاب رونے لگے، پیغمبر بھی گریب فرمائے گئے غم والم اور حضرت سی چھا گئی اور ایک موت کے سے سکوت نے پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ابوذر کے اندر فراق کی آگ بھڑک رہی تھی، جدائی

کی گھڑی آگئی تھی۔ اس کو اس بات کا احساس ہوا کہ اس کا دل رونا چاہتا ہے مگر آنکھیں خشک ہو چکی ہیں۔ اس کا گلا رندھا ہوا تھا، وہ سر کو جھکائے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا۔

لوگوں نے مسجد میں ابو بکرؓ کی اقتداء میں نماز پڑھی، اچانک پیغمبرؐ سر پر کپڑا لپیٹھے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے، سب لوگوں میں خوشی اور شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ محمدؐ کے دیدار سے ان کے دل خوشی سے کانپنے لگے، پیغمبرؐ کے چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں امید کی چمک دکھائی دے رہی تھی، جو نبی نماز ختم ہوئی پیغمبرؐ کے گرد لوگوں کا ایک جم غیر جمع ہو گیا، لوگ انہائی شوق و انبساط سے ان کو سلام کرتے۔ ابوذرؓ بھی ان کی شیرین کلامی سے بہرہ اندوڑ ہونے کے لئے آگے لپکا، پھر پیغمبرؐ گھر لوٹ آئے، لوگوں کے درمیان ابھی ہلچل اور اضطراب کا عالم تھا، پیغمبرؐ گھر تک پہنچ گئے تو بھر باتی لوگ بھی گھروں کو لوٹئے۔

ابوزرؓ کے دل کو کچھ سکون محسوس ہوا، اس کے دل میں پیغمبرؐ کی سلامتی کی امید چمک رہی تھی اور بھی خوش خوش گھر لوٹا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ آخری دیدار ہو گا اور وہ پھر ان کو نہیں مل سکے گا۔ ابوذرؓ گھر لوٹ تو آیا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ پیغمبر محبوبؐ اس لئے مسجد میں آئے تھے کہ لوگوں کو ان کے فراواں اخلاقی سرمایوں سمیت وداع کہہ لیں اور اگر کوئی حق ان کی گردن پر ہے تو اس کے مالک کو ادایگی کر دیں اور اس لئے کہ اپنے رب کے دیدار کے لئے خود کو آمادہ کر لیں۔ ابوذرؓ گھر واپس تو چلا گیا، لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس تنہا امید اور پناہ کے بعد اس پر کیا آزمائش آئے گی۔ اس کے محبوب رہبرؐ کے حکم کے مطابق، جنہوں نے فرمایا تھا: حق بات کہو اگر چہ تیز ہی کیوں نہ ہو اور خدا کی راہ میں کسی کی سرزنش سے مت ڈرو۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کو کیسے کیسے غم والم اور دشواریوں کا سامنا ہو گا۔ ابوذر آسودہ اور فارغ البال روانہ ہو گیا تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ تقدیر اس کے لئے کیا کیا نئے رنگ اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور کیسے کیسے شخص نقشے اس کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ وہ کہاں جانتا تھا کہ اس کا پروردگار محض اس کو آزمانے کے لئے کیسے کیسے گردباد کے طوفانوں اور حوادث کی خوفاک اہروں کے سپرد کر دے گا۔ ابوذر چلا جا رہا تھا کہ اپنے عزیزوں میں سے ایک کو اس نے دیکھا اور پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟

تمہارے پاس۔ کس لئے؟ تمہارے ہاں بیٹی بیدا ہوئی ہے۔ ابوذر ذرا خاموش سا ہو گیا، اس شخص نے کہا: ”اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی تھی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ غصے کے گھونٹ پی کے رہ جاتا۔“ (سورہ غل ۵۸) عربوں کی جالمیت کے بارے میں معروف ہے کہ وہ بیٹی کے وجود کو اپنے لئے نگاہ دار کا باعث سمجھتے تھے۔ نہیں نہیں واللہ ایہ مرنے کے لئے ہی بیدا ہوتی ہیں، ویرانے کو آباد کرتی ہیں۔ کہاں یہ محبوب ہوتی ہیں، یہ دونوں ہی باعث بعض ہیں، مرگ اور فقر۔

پیغمبر کے گھر سے اچاک دخراش نالہ و شیوں کی صدائیں ہوئی، لوگ کا پتے دلوں کے ساتھ بہت دشت ناکی کے عالم میں پیغمبر کے گھر کی طرف دوڑ رہے تھے اور بڑی عجلت میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کیا خدا کا رسول اس دنیا سے چلا گیا ہے؟

فاطمہ کی آہ و بکابند ہوئی، وہ بے قرار ہوئی جا رہی تھیں اور مسلسل فریاد کر رہی تھیں:

پیا اپتھان پیا اپتھان

پیا اپتھان

اچاپ رباد عاہ
الی چپریل فنحاء
جنۃ الفردوس ففناہ
من روہ ما افناہ

یا یا یا یا

مسجد میں لوگوں کے رونے کی آواز آسان تک بلند ہو رہی تھی، ابوذرؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلا ب الٹا آ رہا تھا، وہ جیخ و پکار کر رہا تھا وہ جان کو پکھلا دینے والی اس خبر پر یقین نہیں کرنا چاہ رہا تھا، اس کو اس تصور سے ہی خوف محسوس ہو رہا تھا، بعض اصحابؓ آپؓ میں اس بارے میں بات کر رہے تھے لیکن لوگ سن نہیں رہے تھے، ان کے دل و دماغ میں ایک آگ سی سلگ رہی تھی، کسی کل ان کو جیسے نہیں آتا تھا کہ وہ توجہ سے کسی کی بات نہیں۔

عمرؓ پیغمبرؐ کے سرہانے گیا، کپڑا اہٹا کر ان کا چہرہ آرام سے دیکھا، اس نے یہ خیال کیا کہ شاید انہوں نے غیبت فرمائی ہے تیری سے مسجد میں آ کر کہنے لگا، بدخواہوں میں سے ایک گروہ کا خیال ہے کہ رسول خدا کا انتقال ہو گیا ہے، بخدا وہ مرے نہیں وہ مویؓ اور عیسیؓ کی مانند اپنے پروردگار کے حضور میں چلے گئے ہیں۔ ابوذرؑ کے محروم دل میں ایک بکلی سی امید دکھائی دی، اس کا دل چاہتا تھا کہ عمرؓ کی بات درست ہو جائے اور محمدؓ منافقین کو ہلاک کرنے کے لئے دوبارہ آ جائیں، لیکن ابو بکرؓ کے آنے سے یہ موهوم سی امید بھی ختم ہو گئی۔ ابو بکرؓ کہنے لگا، عمرؓ! صبر کرو اے لوگو! خاموش ہو جاؤ، جو کوئی محمدؓ کی پرستش کرتا تھا تو محمدؓ اس دنیا سے چلا گیا اور جو کوئی خدا کو پوچھتا تھا تو خدا زندہ ہے، وہ نہیں مرتا، اس کے لئے موت نہیں ہے۔

عمرؓ رونے لگا، اس کو یقین ہو گیا کہ رسول خدا کا انتقال ہو گیا ہے۔ ابوذرؑ

دھراش آواز میں جیخ رہا تھا و اخليلا ابائے میرے دوست رسول خدا غفت ہو گئے
خیرخواہ اور مہربان بھائی اس دنیا سے چلا گیا، محسن عظیم مر گیا، خدا کا فرستادہ امین اس
دنیا سے اٹھ گیا۔ ابوذر پانی کی تلاش میں پھر رہا تھا تاکہ اس کے دل سے جوشعے اٹھ
رہے تھے ان کی آتش فروکر لے۔ وہ تسلی و تشفی کے دو بولوں کی جبوتوں میں تھا جو اس کو
سوائے قرآن کے کہیں نہیں ملے چنانچہ اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔

کل شَرِيْه الْكَلَّا وَجِئْهَ لَهُ

الْحَكْمُ وَالْيَهُ قُرْجِيْونَ

وَكَلَّا فَهُنَّ مِنْ ذَاقُقَةِ الْمَوْتِ وَأَفْهَا

قَوْفُونَ أَجْوَرُ كَمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

”ہر شی ہلاک و بر باد ہو جائے گی سوائے وجود باری تعالیٰ کے حکم
اسی کے لئے ہے اور تمہاری باراگشت بھی اسی کی جانب
ہے۔“ (سورہ قصص: ۸۸)

ناامیدی اور غمزدگی کے عالم میں وہ چل پڑا اور دل میں اس جملے کی تکرار کر
رہا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے رسول خدا
فوت ہو گئے۔ اے رسول خدا آپ پر خدا کی رحمت کا نزول ہو۔

مسجد پیغمبر میں غم کا غبار کچھ ہلاک ہوا، اب ایک خوفناک اور پرخوات مُستقبل
پیش نگاہ تھا۔ عمر و ابو عبیدہ ابوذر اور دوسرے مسلمان کھڑے تھے، سب کے چہروں پر
حزن و ملال کے آثار تھے، ایک شخص وہاں پہنچا اور عمر سے کہنے لگا: انصار مسیحہ بنوساعدہ
میں جمع ہوئے ہیں تاکہ خلافت کے لئے سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ابوذر
حیران ہوا کہ یہ لوگ علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر کیسے بیعت کریں

گے؟ وہ شخص حیرت زده سرگوشی کے انداز میں بول رہا تھا:
 ”لوگوں کے درمیان اس خدمت کے لئے علیؑ سے زیادہ لاکٹ اور
 شاستہ اور اہل کوئی نہیں ہے، وہ پہلا شخص ہے جو پیغمبرؐ کے گرد
 دیوانہ وار پھر، انؑ کا چچازاد بھائی ہے، ان کا داماد ہے، لوگ بیعت
 میں اس کے علاوہ کس کا سوچیں گے؟“

ابو بکرؓ باہر گیا، عمرؑ نے اس سے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انھمار سقیفہ بوساعدہ
 میں جمع ہوئے ہیں اور یہ کام سعد بن عبادہ کے ہاتھوں کرنا چاہتے ہیں۔

ابو بکرؓ، عمرؑ اور ابو عبیدہ سقیفہ کی طرف دوڑے اور ابوذرؓ بھی ان کے پیچھے روائے
 ہوا۔ علیؑ اور بعض دوسرے نبی ہاشم پیغمبرؐ کے کفن دن میں مشغول تھے۔ عباس
 کو احساس ہوا کہ درپرده کوئی بات ہے وہ پیغمبرؐ کے جائشیں کے بارے میں سوچ رہے
 ہیں۔ عباسؑ نے علیؑ کی طرف رخ کر کے کہا۔ اپنا ہاتھ لا، تو تمہارے ہاتھ پر بیعت
 کروں، کیونکہ لوگ کہیں گے کہ پیغمبرؐ کے چچا نے پیغمبرؐ کے چچازاد بھائیؑ کے ہاتھ پر
 بیعت کر لی ہے اور دوسرے دو فربھی تمہارے مخالف نہیں ہیں گے۔
 علیؑ، مگر کوئی دوسرਾ شخص بھی اس امر خلافت کا خواہاں ہو سکتا ہے؟

عباسؑ: تو بہت جلد جان لے گا۔

اسی دوران انہوں نے سنا کہ کوئی بڑے زور زور سے دروازہ ٹکٹھا رہا ہے۔

علیؑ گئے، کہنے لگے: کون ہے؟
 ابوذرؓ۔

کہو، کیا خبر لائے ہو؟ (کیا نبی تازہ خبر ہے؟)

لوگوں نے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، علیؑ نے دروازہ ٹکٹھا، ابوذرؓ اندر

داخل ہوا۔

علیٰ کیسے آنا ہوا؟

ابوذرؓ: انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کے لئے سعد بن عبادہ کے گرد جمع ہوئے، ابوکبرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہ بھی وہاں گئے، ابوکبرؓ نے تقریر کی، لوگوں نے جواب میں کہا: ایک امیر ہماری طرف اور ایک تمہاری طرف نے۔

ابوکبرؓ نے کہا: عرب قوم اس نظریے کو قطعاً نہیں مانے گی، چاہئے تو یہ کہ صرف قبیلہ قریش سے امیر کا انتخاب عمل میں لایا جائے۔ اس بنا پر امیر ہماری طرف سے اور وزیر تمہاری طرف سے ہو گا، پھر عمرؓ نے کہا: ”خدا کی قسم عرب قوم ہرگز قبول نہیں کرے گی، کیونکہ ان کا پیغمبر تم میں سے نہیں ہے، ہم عرب قوم کے لئے ایک بین بثوت اور واضح دلیل ہیں۔ ہم جو کہ محمدؐ کے قبیلے سے ہیں، امر خلافت میں جو کوئی ہمارے ساتھ بجنگ و جدل کے لئے اٹھے گا، وہ گمراہ خیال کیا جائے گا یعنی گویا وہ گناہ کا مرتكب ہوا ہے اور اس نے خود کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔“ پھر عمرؓ نے آواز دی: ”ابوکبرؓ اپنا ہاتھ لاو!“ عمرؓ نے ابوکبرؓ کا ہاتھ دبایا اور کہا: کیا پیغمبر نے حکم نہیں دیا تھا ابوکبرؓ؟ کہ تو مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں؟ تو رسول خدا کا خلیفہ ہے، اسی لئے ہم نے اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ پیغمبرؓ ہے سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ ابو عبیدہ نے بھی بیعت کی اور کہنے لگا کہ تو ہمافضلیت تین مہاجر یا زغار اور رسول خدا کا خلیفہ ہے، پس اس امر میں تجھ سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے؟

ابوذرؓ خاموش ہو گیا اور اپنے سر کو جھکا کر سوچ میں ڈوب گیا۔

عباسؓ نے اس کی طرف رخ کر کے کہا: میں نے تمہیں نہیں کہا تھا؟ تم نے

تجھے نہیں کی۔

امر قبیح امری پمنحر ج اللوی فلیم یستتبینو النھیع الاضھی الغد

علیٰ : تو اس کا چارہ کار کیا ہے؟

ابوذرؓ چاہئے کہ مقدار، سلمانؓ، عبادۃ بن ضامتؓ، ابوحیثؓ، حذیفہؓ اور عمرؓ کو بلا میں وہ آئیں تو پھر ہم دیکھیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

رات ہوئی، ہمیشہ کی طرح تاریکی نے سب جگہ کو ڈھانپ لیا، لیکن یہ رات دوسری راتوں کی نسبت زیادہ عظمت والی اور پراسرار ترقی، حکومت اسلامی کے پہلے پائے کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ انصار نے مسجد کے آگے اجتماع کیا اور ابوذرؓ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ بلاشک و شبہ علی خلافت کے لئے سب سے زیادہ املاں ہیں اور اس بات کا انحصار ہم پر ہے کہ ہم مہاجرین کے فرزے یہ بات چھوڑ دیں تاکہ وہ مشورہ کر لیں اور ہم سقیفہ کا مع مقابلہ توڑ دیں۔

ان میں سے ایک نے کہا: وہ کس طرح؟

ابوذرؓ انہوں نے کہا ہے لہ چونلہ محمدؐ ان میں سے ہیں، اس لئے اس امر میں انصار سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں، اسی وجہ سے انصار نے اپنی فرمان روائی اور پیشوائی مہاجرین کے سپرد کر دی ہے، پس ہم بھی مہاجرین کو یہی ولیل دیتے ہیں، علیٰ موت اور زندگی کے ہر لمحے ہر مرحلے پر پیغمبرؐ کے قریب ترین رہا ہے۔

سب سورج میں پڑ گئے، انہوں نے آپس میں مشورہ کیا، یہاں تک کہ یہ فصلہ

ہوا کہ یہ معاملہ شوریٰ کے لئے مہاجرین پر چھوڑ دیا جائے۔

اگلے دن سورج گھٹا، ابوذرؓ اپنے گھر سے باہر آیا اور دفتر رسولؐ غذا

فاطمۃ الزہر؀ا کے گھر کی طرف علی؀ کے پاس چل دیا۔ وہاں عمارؓ، زیرؓ، مقدادؓ اور سلمانؓ کو دیکھا اور ان کے ساتھ مل گیا۔ اسی دوران خالد بن سعیدؓ بھی وہاں پہنچ گیا اور علی؀ کی طرف رخ کر کے کہنے لگا:

خدا کی قسم! مقام محمدؐ پر فائز ہونے کے لئے لوگوں میں سے تیرے سوا کوئی بھی اہل نہیں ہے۔

ابو بکرؓ اور عمرؓ کو خانہ فاطمہؓ میں اس گزوہ کے اجتماع کی خبر ملی، عمرؓ وہاں گیا اور علی؀ اور ان کے دوستوں سے چاہا کہ گھر سے باہر آ کر دوسرے لوگوں کی طرح پیعت کریں، لیکن کسی نے اس کی دعوت نہیں مانی۔ اسی موقع پر ابوسفیان پہنچ گیا اور کہا۔ خدا کی قسم! میں ایک ایسا نقلاب دیکھ رہا ہوں جو سوائے خوزیزی کے ٹھنڈا نہیں ہو گا (پھر علی؀ اور عباسؓ سے مخاطب ہو کر)

اے ست عناصر و اے (معاذ اللہ) ذلیلو!

(علی؀ سے مخاطب ہو کر) اپنا ہاتھ دوتا کہ میں تیرے ہاتھ پر پیعت کروں، اگر تو چاہے تو مدینے کو ابو بکرؓ کے خلاف پیادہ اور سوار فوج سے بھر دوں۔ علی؀ نے منع کر دیا، ایک زہر آ لود بامعنی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر تھی اور جواب میں یہ دو شعر کہے:

”کوئی شخص بھی تم قول نہیں کرتا سوائے دو ذلیل اور پست لوگوں

کے، ایک قبیلے کا خر اور دوسرا میخ، وہ تو بڑی ذلت کے ساتھ اپنی

رسی سے بندھ جاتا ہے اور کوئی بھی اس کے لئے مریشہ پڑھنے والا
نہیں ہوتا۔“

ابوذرؓ نے غصے سے بھر پور ایک نظر ابوسفیان پر ڈالی، وہ جانتا تھا کہ وہ یہ باتیں

علی؀ کی دوستی کے ناطہ نہیں کر رہا، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں انتشار اور تفرقہ پڑے

جائے، اب اس ناڑک موقع پر اس نے فرصت کو غنیمت جانا ہے۔ علیؑ کے لب بات کرنے کے لئے حرکت میں آئے اور ابوذرؓ بڑے اشتیاق سے اور بڑے غور سے ان کو دیکھتا رہا اور اس نے وہ کلمات سے جو اس کے قلب و روح کے لئے فرحت بخش تھے۔
اس نے سنا کہ علیؑ کہہ رہے ہیں:

اے ابوسفیان! اسلام کے بارے میں تیرا کینہ اور عناد کس قدر طول پکڑ گیا ہے، تیرے سوار اور پیادوں کی ہمیں کوئی حاجت نہیں۔

حضرت ابو بکرؓ

ابوذرؓ اپنے سر کے نیچے ہاتھوں سے تکیہ کئے ہوئے لیٹا تھا، آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے اس کے رخساروں پر بہنے چلے جا رہے تھے۔ وہ کسی گھری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، اپنے دوست کے اس دنیا سے چلے جانے کاغم اس کو ستارہ تھا۔ اس کو یاد آیا کہ ایک دن پیغمبرؐ سر باندھے ہوئے بخار آسود جسم کے ساتھ شدت بیماری میں مسجد میں آئے اور لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! اسامہ کی فوج کی فرمانبرداری کرنا، تمہیں اس کو جرنیل بنانے پر اعتراض ہے، اس سے پہلے تم اس کے باپ کو جرنیل بنانے پر تقید کرتے تھے۔ اس مرتبہ وہ سوچوں میں غلطان اپنے آپ سے پوچھ رہا تھا کہ آیا ابو بکرؓ اسامہ کی فوج کو جنگ خزانع کے لئے بھیج دے گا، یا جو اصحاب یہ کہتے ہیں کہ فوج کا سپہ سالار بدل دینا چاہئے، ان کی بات پر کان دھرے گا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اسامہؑ ابھی بیس سال کا بھی نہیں ہوا ہے، کوئی دوسرا سپہ سالار چاہئے جس نے زمانہ دیکھا ہو، تجربہ کار ہذولایت اسلام میں اہم کاموں کی ماموریت میں سن و سال کب مانع ہوتے ہیں؟ کیا پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کو قبول نہیں کیا تھا اور ان کو اپنا خلیفہ اور جانشین نہیں بنایا تھا؟ حالانکہ اس وقت علیؑ کی عمر چودہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ کیا پیغمبرؐ نے نہیں کہا تھا کہ اسلام کو دو عمر نامیوں نے عزت بخشی ہے، حالانکہ عمرؑ کی عمر اسی وقت جو چھیس سال تھی۔ کیا سعد

بن وقار نے کھڑے ہو کر پیغمبرؐ کا دفاع نہیں کیا تھا؟ وہ کفار سے لڑا تھا اور ایک دن میں اس نے ایک ہزار تیر لگائے جبکہ اس کی عمر سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اسلام کو نوجوانوں کے ہاتھوں نے قوت بخشی ہے اور دین اسلام ان کے دوش پر ہی پروان چڑھتا رہا ہے، پھر لوگ آخر کیوں اسماء پر اعتراض کرتے ہیں، اس لئے کہ پیغمبرؐ نے خالق حقیقی سے ملنے سے پہلے اس کا انتخاب کر دیا تھا۔ اب تو ناجار فرمان الٰہی کے مطابق ابو بکرؓ اس کی فوج بھیج دے گا اور ابو بکرؓ سے اس کے علاوہ کوئی اور توقع کی بھی نہیں جاسکتی تھی۔

ابوذرؓ نے ایک انگڑائی میں اس کی سوچیں پھر پیغمبرؐ کے گرد پرواز کرنے لگیں اور وہ اس دن کو یاد کرنے لگا جب وہ سرایا گوش بنا پیغمبرؐ کے پاس بیٹھا تھا، پیغمبرؐ اس کو دیست کر رہے تھے اور تعلیم دے رہے تھے اچانک وہ اٹھا اور باہر ابو بکرؓ کی طرف چلا گیا، اس کے قریب بہت سے مسلمان مجع تھے اور اس سے درخواست کر رہے تھے کہ اسمامؐ کے لشکر کی حرکت کو روکا جائے۔ ان لوگوں کا موقف یہ تھا کہ رسولؐ کی وفات کے بعد حالات بدل چکے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ جب رسولؐ کی وفات کی خبر قبل میں پہنچنے تو کیا پیش آئے؟ ابوذرؓ خلیفہ کو جواب دینے کے لئے منتظر تھا اس نے اپنے آپ کو اس بات کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ رسولؐ نے اس کو دیست میں یہ سمجھا تھا "حق بات کہو، اگرچہ تئی ہی کیوں نہ ہو اور یہ کہ خدا کی راہ میں کسی کی سرنش سے مت ڈرو۔" وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ابو بکرؓ نے اسمامؐ کے بارے میں رسولؐ کی نافرمانی کی تو اس کا رد عمل شدید ہو گا، لیکن ابوذرؓ کی زبان سے ابو بکرؓ نے آرام سے بات سنی، ابوذرؓ بھی پرسکون اور دشاد ہو گیا۔ ابو بکرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں ابو بکرؓ کی جان ہے، مجھے اگر درندے بھی نوچ کر لے جائیں تو بھی میں پیغمبر خدا کے۔

فرمان کے مطابق اسامہ کو ہی بھجوں گا۔

اس بات سے ابوذرؓ کے دل کو بہت راحت ملی، اس کے چہرے پر خوشی اور امید کا عکس نظر آتا تھا، اچانک اس نے دیکھا کہ عمرؓ آ رہا ہے۔ ابوذرؓ پریشان ہو گیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عمرؓ اسامہ کی سپہ سالاری کے مخالفین میں سے ایک ہے اور دوسرا طرف وہ ابوبکرؓ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت ہے، ممکن ہے ابوبکرؓ کو اس کے ارادے سے روک دے۔ وہ منتظر تھا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے؟ عمرؓ نے درخواست کی کہ اسامہؓ کے سپاہیوں کو روکا جائے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر کتنے اور بھیزیریے بھی مجھے فوج کے لئے جائیں، پھر بھی میں فرمان رسولؐ کا اجراء ہی کروں گا۔

ابوذرؓ بڑی خوشی سے باہر گیا، راستے میں مسلمانوں کے ایک گروہ کو جمع ہوتے ہوئے دیکھا کہ وہ عمرؓ کے اقدامات کے نتائج کے منتظر ہیں، ان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ جب عمرؓ لوٹا تو لوگ سمجھے کہ اسامہ کی فوج کو سمجھنے کے لئے ابوبکرؓ کا ارادہ مصمم ہے، پھر انہوں نے اس سے کہا کہ اسامہ کو معزول کرنے کی درخواست پیش کر دی کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے کہ سپہ سالار فوج اتنا کم عمر ہو جبکہ شیخبرؓ کے بہترین اصحاب حتیٰ کہ خود عمرؓ بھی معمولی سے سپاہی کی حیثیت سے ہوں۔ عمرؓ ابوبکرؓ کے پاس واپس آیا اور سپہ سالار کی تبدیلی تجویز پیش کی، جب ابوبکرؓ نے یہ تجویز سنی تو وہ غصے سے بھڑک اٹھا اور چلایا:

تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے اور تجھے نیست و نابود دیکھئے اے خطاب کے بیٹے! شیخبر خدا نے اسے مقرر کیا ہے تو کہتا ہے کہ میں اسے معزول کر دوں؟ عمرؓ ابوبکرؓ کے پاس سے گیا تو جیران تھا کہ ابوبکرؓ جیسا دھیرے مزاج کا نرم دل کیسے اس طرح بھڑک کر جوش میں آ گیا؟ وہ پریشان سا ہو کر لوگوں کی طرف آیا۔ سبھی ابین خطاب کے

چہرے سے اضطراب کا حال پڑھ رہے تھے لوگ عمرؑ کی طرف لپکنے پوچھا کہ کیا کر کے آئے ہو؟ عمرؑ چینا! جاؤ! تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں، مجھے کن چیزوں کے پیچھے لگا دیا ہے کہ تمہاری خاطر میں نے رسول خدا کے فرمان کو نہیں دیکھا۔

ابوذرؓ چل پڑا، خدا کا شکر ادا کیا، اس نے سپاہ اسلامؓ کے ساتھ کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا، جنگ کا نقابہ بجا اور فوج حرکت میں آئی۔ ابوذرؓ بھی ان کے ساتھ انتہائی طمیان اور اعتماد سے ابوکبرؓ کی سیاست کے مطابق راہ خدا میں جہاد کی نیت سے روانہ ہوا۔

ابوذرؓ نے ابوکبرؓ کے عہد خلافت میں دوسرے سپاہیوں اور اسلام کے جنگجوؤں کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی تھی، اس نے عظیم تھدن اسلامی کے لئے اپنی کوششیں صرف کیں اور اسی طرح ملکی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے اس نے بہت ہی ایثار سے کام کیا اور کسی وقت بھی اپنا تقویٰ وزیر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، ابوکبرؓ بھی بہت ہی پارسا اور زاہد آدمی تھا، اس نے کبھی بھی ابوفرؓ ابوکبرؓ کی تنقید کا نشانہ نہیں بنایا۔ ہر لمحہ اسلام کی شوکت و عظمت میں اضافہ ہوتا چلا گیا، لیکن ابوذرؓ انتہائی تسلکستی اور سادگی سے زندگی بسر کرتا رہا۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتا، عزت اور حکومت کی سادگی اس وقت گویا روح ایمان تھی اور اسلامی معاشرے کی زندگی عقیدہ اور جہاد پر استوار تھی، وہ مسلمانوں کی ایک برادری اور برابری کو دیکھ کر مسرور ہوتا رہتا۔

قفل فتنہ

ابوکبرؓ بیمار پڑا تو اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے خلافت عمرؑ کے سپرد کر

دی۔ (کس حق اور کس میزان کی رو سے؟) ابوذرؓ نے ابوکبرؓ کے انتقال کی خبر سنی تو غمگین ہوا،

چند دن مدینہ میں رہا، پھر اپنی بیوی اور بیٹی کو لے کر شام کی طرف چل دیا۔ شام میں ایک دن وہ مسجد میں بیٹھا تھا، لوگ اس کے گرد حلقة باندھے بیٹھے تھے، قسم کے موضوع پر بات چیت ہو رہی تھی، ان میں سے ایک نے کہا: اے ابوذر! کیا تو بھی ابوہریرہ کی طرح، جو کہ امیر بحرین ہو گیا ہے، پستی اور عاجزی کو نہیں اختیار کرو گے؟ ابوذر نے کہا: مگر میں امیر بننا ہی کب چاہتا ہوں؟ میرے لئے تو روزانہ پانی یا دودھ اور ہفتے بھر میں ایک پیانہ گندم کافی ہے۔

دوسرے شخص نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ امیر المؤمنین عمرؓ نے ابوہریرہ کے ساتھ کیا کیا؟

انہوں نے کہا: نہیں!

اس نے کہا: عمرؓ نے اس کی دولت کا حساب لگایا اور اس سے کہا: میں نے تجھے بحرین میں مقرر کیا تو ایک جوڑا جوتا بھی تمہارے پاس نہ تھا، پھر اس وقت مجھے خبر ملی کہ تو نے ایک ہزار اور چھ سو دینار میں کچھ گھوڑے خریدے ہیں۔ اس نے جواب میں کہا کہ کچھ تو میرے گھوڑوں کی نسلوں کی افزائش ہوئی ہے اور کچھ لوگوں نے پیش کئے ہیں۔ عمرؓ نے کہا: میں نے تیری آمدی اور خرچ وغیرہ کا حساب کیا ہے، یہ اس سے زیادہ ہیں، تم یہ واپس دے دو۔ ابوہریرہ نے کہا: میں واپس نہیں دوں گا۔ عمرؓ نے کہا: خدا کی قسم! میں تمہاری کمرتوڑ کے رکھ دوں گا، پھر کوڑے کے ساتھ ابوہریرہ کی پشت کو اس قدر پیٹھا کر دے لہو لہان ہو گیا، پھر اس سے کہا کہ جاؤ ابوان کو لے کر آؤ۔ ابوہریرہ نے کہا: وہ میں نے خدا کی راہ میں دے دیے۔ عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ حلال کے راستے سے تیرے ہاتھ لے گے ہوتے اور تو خود دیتا تو ٹھیک تھا، تو بحرین کے آخری علاقے سے آیا ہے، تو مالیات اپنے لئے اکٹھا کرتا ہے، مسلمانوں کے لئے نہیں، تیری ماں نے تو سوائے

گدھے چرانے کے تجھے اور کوئی کام نہیں سکھایا۔

ابوذرؓ جو کچھ خدا اور اس کے پیغمبرؐ کی خشنودی کی خاطر تھا، عمرؓ نے تو وہ کیا کیونکہ جس کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہوا وہ اپنا فتح نہیں دیکھا کرتا، وہ خالصہ عوام انسان کی منفعت کے لئے کام کرتا ہے۔

لوگوں کے درمیان گلگلو شروع ہوئی، اس دوران حاکم شام حبیب بن مسلم کی طرف سے ایک قاصد مسجد میں داخل ہوا، وہ ابوذرؓ کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا، جب وہ مل گیا تو کہنے لگا: میرے آقانے مجھے تیرے لئے تین سو دینار دیئے ہیں تاکہ تیری ضروریات کی خاطر تجھے دوں۔ ابوذرؓ نے کہا: اسی کو واپس کر دو، کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم سے زیادہ عزیز اسے کوئی نہیں ملا؟ ہمارے لئے تو صرف ایک چھت ہی کافی ہے جس کے پیچے ہم نے پناہ لے رکھی ہے اور چند بکریاں اور ایک خادم جو کہ ہمارے حقوق میں سے ہمیں انہوں نے دیا ہوا ہے، اُس اس کے علاوہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوذرؓ نے اپنی تنخواہ لی تو عبد اللہ صامت اور ایک کنیٹر کے ساتھ گھر سے باہر چل دیئے اور ایک بازار کی طرف چلے گئے، کنیٹر ابوذرؓ کے لئے اجتناس خرید رہی تھی، آخر میں چند فلس اس کے پاس باقی بچے وہ اس نے ابوذرؓ کو واپس دے دیئے، ابوذرؓ نے سارے کے سارے غرباء کو دے دیئے۔ عبد اللہ صامت نے کہا: گھر کا خرچ تمہارے پاس ہے، تیرے ہاں مہمان آتے رہتے ہیں، بہتر تو یہ تھا کہ ان کو سنبھال کر رکھتا۔

ابوذرؓ پیغمبرؐ سے دوست نے مجھے یہ بتایا ہوا ہے کہ جو بھی سونا چاندی جمع کیا جائے تو وہ اس وقت تک اپنے مالک کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ ہے، جب تک کہ اس کو

راہ خدا میں نہ دیا جائے۔

عمرؓ نے اپنے عوام کی سرکشی ختم کرنے کے لئے شام کی طرف سفر کیا، لوگ اس کو دیکھ کر خوش ہوئے اور اردو گرد جمع ہو گئے۔ عمرؓ نے ابوذرؓ کو دیکھا تو اس نے بڑی گرجوشی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔

ابوذرؓ (مذاق سے) میرا ہاتھ چھوڑ دو اے قتل فتنہ!

عمرؓ ابوذرؓ ای قتل فتنہ کیا ہے؟

ابوذرؓ ایک دن ہم پیغمبرؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ تو آیا، لوگ بہت زیادہ بیٹھے ہوئے تھے، تو نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر ہمارے پاس آئے چنانچہ تو مختلف کے آخر میں بیٹھ گیا، اس وقت حضورؐ نے تمہاری طرف اشارہ کر کے فرمایا: جب تک یہ شخص تم لوگوں کے درمیان موجود ہے، تمہیں کسی قسم کا فتنہ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

ابوذرؓ ہمیشہ عمرؓ کے ساتھ ساتھ ہوتا تھا، ایک دن اس نے دیکھا کہ عمرؓ نے اپنا سرگریان تک جھکایا ہوا ہے، اس نے کہا: میں تجھے افراد اور غمناک کیوں دیکھ رہا ہوں؟

عمرؓ ایک شخص کو میں نے ہوازن کے مالیات پر مامور کیا تو اس نے قبول نہیں کیا۔ میں نے اسے دیکھا تو کہا: تو نے کیوں قبول نہیں کیا؟ کیا تم ہماری فرمانبرداری نہیں کرتے؟

اس نے کہا: کیوں نہیں، لیکن میں نے رسول خدا سے سنا کہ فرمار ہے تھے: جو کوئی مسلمانوں کے امور میں سے ایک کام اپنے ذمے لیتا ہے، قیامت کے دن اس کو دوزخ کے پل پر نگاہ میں رکھا جائے گا، اگر وہ پچا خادم ہو گا تو اس کی نجات ہو جائے گی اور اگر خیانت کا رہ ہو گا تو پل شکافت ہو جائے گا اور وہ ستر سال تک دوزخ میں گرار ہے

گا۔

ابوذر کیا تو نے خود یہ رسول سے نہیں سنی ہے؟

عمر بنہیں۔

ابوذر: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول خدا سے سناؤ کہہ رہے تھے جو کوئی لوگوں میں سے ایک فرد کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لئے قیامت کے دن اس کو لایا جائے گا اور دوزخ کے پل پر اس کو نگاہ میں رکھا جائے گا، وہ خادم ہو گا تو نجات پائے گا اور اگر خائن ہو گا تو پل شکافتہ ہو جائے گا اور وہ ستر سال تک وہاں رہے گا۔
اب ان دونوں احادیث میں سے کون سی زیادہ ملا دتا کہ ہے؟

عمر: دونوں سے میرے دل میں درد سما اٹھتا ہے کوئی ہے جو خلافت تمام کی

تمام مجھ سے لے لے؟

ابوذر: ہاں! جس کی خدائے ناک کاٹ دی ہو اور جس کے چہرے پر خاک مل دی ہو (یہ اس شخص کی بیخختی اور بیچارگی کا کہنا ہے جو کسی قوم کی ذمہ داری اپنے اوپر لے) لیکن اب میں سوائے نیکی کے کچھ بھی نہیں دیکھ رہا اگر خلافت اس کے سپرد کرو گے جو عدالت سے کام نہ لے تو شاید لگنا ہوں سے نجات بھی نہ پاسکے۔

عمر: ایگوں کے امور حکام اور بامولڈین کے معاملات میں تحقیق کر رہا تھا اور مساوات کے پھیلاؤ کی کوشش میں تھا۔ عوام الناس نے عمر سے تقاضا کیا کہ بلاں کو حکم دیں تاکہ وہ اذان دے۔ رسول خدا کے موزن بلاں نے وفات رسول کے بعد اپنے لب ہی لئے تھے اس کی روح پر اور موثر آواز جو مسلمانوں کے دلوں میں گھرا ہیوں تک سڑیت کر جاتی تھی، اب خاموشی ہو گئی تھی۔ مونین چاہتے تھے کہ رسول کے دور کی یاد ایک مرتبہ پھر زندہ ہو جائے، وہ چاہتے تھے کہ ایک بار پھر بلاں اذان دے۔ عمر نے

بلاں کی طرف رخ کر کے کہا: بلاں! اذان کہو۔ بلاں کھڑا ہوا اور بڑی ہی غمزدہ آواز میں اذان کہی۔ وہ آواز جس سے سالہا سال تک مدینہ گونجا رہا تھا اور مسلمانوں کو اس آواز سے ایک خاص محبت سی ہو گئی تھی۔ اس آواز سے ابوذرؓ کی روح ترپ اٹھی، اس کی سوچوں کا طارِ مدینہ میں پرواز کرنے لگا، اپنے تصور کی آنکھ سے اس نے پیغمبرؐ کو مسجد میں دیکھا کہ بیٹھے ہیں اور اصحابؐ حلقہ کئے ہوئے ہیں، وہ انہی روح فرسا یادوں میں کھو یا ہوا تھا۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

بلاں مزید جاری نہ رکھ سکا۔ ابوذرؓ زار زار رونے لگا، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھٹری گئی ہوئی تھی، اذان ادھری رہ گئی اور بلاں خاموش ہو گیا، ابوذرؓ بھی حزن و ملالم کے سکوت میں کھو گیا اور اپنے محبوب محمدؐ کے بارے میں سوچنے لگا۔

کی بڑی تھیلی جو ہم لائے ہیں وہ دے دو۔ کچھ دیر نہ گز ری تھی کہ قاصد وہ تھیلی لے کر آ گیا، اس تھیلی میں دس ہزار درہم تھے، عمرؑ نے وہ بیت المال کی تحویل میں دے دیئے۔ ابوذرؓ بخدا مجھے تعجب ہوتا ہے ان صحابہ کرامؓ پر جو مال دنیا پر شیفتہ ہو جاتے ہیں اور وہ روپے پیسے اور سونے چاندی کی اہمیت اور قدر قیمت کے قائل ہیں باوجود اس کے کہ انہوں نے رسول خداؐ کے اقوال سن رکھے ہیں، جو کہ فرمایا کرتے تھے: میں اور دنیا؟

میری اور دنیا کی داستان ایک ایسے سوار کا قصہ ہے جو موسم گرما کے ایک پتے ہوئے دن میں سفر کر رہا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے درخت کے سامنے تلنے استراحت کے لئے بیٹھ جاتا ہے، پھر اس جگہ لو چھوڑ جاتا ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا ک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

الْمَالُ وَالْبَنْوَةُ زِينَةُ الْحَيَاةِ

اللَّذِفِيَا (سورہ کہف)

”مال و دولت اور اولاد اس دنیا کی زندگی کی زینب و زینت ہیں۔“

ابوذرؓ نے کہا جیرت ہے اس شخص پر جو جہاں باقی پر ایمان رکھتا ہے پھر بھی اس دھوکے کی دنیا کے لئے کوشش رہتا ہے۔

خداؤند بزرگ و برتر نے فرمایا کہ

وَالْبَاقِيَاتُ الْحَالُ حَالٌ حَالٌ حَالٌ حَالٌ حَالٌ حَالٌ

رَبِّكَ شَوَّأْبَا وَخَيْرُ أَمْلَا (سورہ کہف آخري آیہ ۳۶)

”تمیری جو نیکیاں تھیں سے باقی رہیں گی، تمہیں ہر حال میں انہی کا

اجر ملے گا۔“

نافع طاحی بصرہ پہنچا، شہر کے حاکم عبداللہ عامر کے گھر کی طرف گیا، اس کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ عبداللہ نے اس کی حاجت پوچھی، نافع نے کہا: میں شام میں تھا، ابوذرؓ سے ملاقات ہوئی، اسی نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔ عبداللہ نے جب ابوذرؓ کا نام سننا اور محمدؐ کے اس مقتنی پارسا اور پاکداں صحابیؓ جو ایک سادہ اور زاہدانہ زندگی گزارتا تھا، اس دور کی یادیں اس کے ذہن میں آنے لگیں کہ وہ پاکیاز معنوی پاکیزگی میں ہی غرق رہتا تھا۔ نافع نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس نے تجھے سلام بھیجا ہے اور کہتا ہے کہ ہماری خوراک کھجور ہے اور ہمارا مشروب پانی ہے، ہم بھی تمہاری طرح کی زندگی گزار رہے ہیں۔

عبداللہ نے جب یہ بات سنی تو شدید قسم کی غنماں کی کیفیت اس پر چھا گئی، اس نے اپنے گریبان کے مٹن کھول دیئے اپنا سر جھکا لیا اور اس قدر رویا کہ اس کا گریبان آنسوؤں سے تر ہو گیا۔

انقلاب پسند

شام میں خبر پہنچی کہ ابوالو ایرانی، جو ایک غلام تھا اور وہ کوفہ سے مدینہ لے جایا گیا تھا، نے عمرؓ کو نماز پڑھانے کے دوران قتل کر دیا ہے اور عمرؓ نے خلافت شوریٰ کے ذریعے علیؑ، عثمانؑ، عبدالرحمن عوف، سعد ابی وقاص، زبیر اور طلحہ کے پرد کر دی ہے۔ ابوذرؓ نے خود سے کہا۔ خلافت علیؑ کا حق ہے، خدا کی قسم! کوئی بھی اس سے زیادہ خلافت کا سزاوار نہیں ہے۔

اس نے فیصلہ کیا کہ مدینہ چلا جائے اور جس طرح پیغمبرؐ کی صحبت میں زندگی برکرتا تھا، اب اس کے دوست علیؑ کے ساتھ زندگی گزارے۔

اس نے اپنی زوجہ اور بیٹی کو لیا اور مدینے جانے والے ایک قافلے کے ساتھ چل پڑا۔ سارا راستہ وہ علیؑ کے بارے میں سوچتا رہا، وہ یہ فکر کر رہا تھا کہ اب اس کے درخواں مستقبل کی بنیاد علیؑ کے دو مضبوط اور توانا ہاتھوں سے رکھی جائے گی اور جو برابری اور مساوات اب مسلمانوں کے درمیان روکھی جانی تھی اس کو اپنی نظر وہ میں مجسم دیکھ رہا تھا اور اسے ان تصورات میں بڑا لطف مل رہا تھا، اس کی امیدوں کے مطابق اسلام کا مستقبل اب خدشات سے محفوظ پرطمینان اور دل و جان کے لئے خوشگوار تھا۔ یونہی وہ چلا جا رہا تھا اور مسلمانوں کے نئے ولیٰ انصاف پسند اور پاکدامن

سیاستدانوں کے بارے میں سوچ رہا تھا، راستے میں جو قافلہ مدینہ سے شام جا رہا تھا، اس سے مدد بھیڑ ہوئی۔ اس کی تمام تمنا کمیں اور شیریں خیالات ایک دم توڑ گئے، غم کی نگینی سے اس کو وحشت سی ہونے لگی، اس نے سنا کہ عثمان ابن عفان مسلمانوں کی خلافت کے لئے منتخب ہو گیا ہے۔ سوچوں میں اس نے سر کو جھکا دیا اور ایک غمناک سانجا اس پر طاری ہو گیا۔ وہ زیریب کہنے لگا۔ عثمان؟ عثمان نقدس انسان ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اس بزرگوار میں عمرؓ کا جائشیں ہونے کی الہیت، ارادہ اور دوراندیشی نہیں ہے، وہ پھر کس طرح عمرؓ کی جگہ لے سکتا ہے؟

قافلہ مدینے پہنچ گیا اور ابوذرؓ سفر سے نیدھا علیؓ کے پاس گیا، سلام کیا اور بیٹھ گیا، ان دونوں کے نامیں گفتگو کے بعد ابوذرؓ کو اندازہ ہوا کہ عثمانؓ کا انتخاب کس طرح عمل میں آیا ہے اور علیؓ نے اپنا حق لینے کے لئے شدت کا اظہار کیوں نہیں کیا ہے۔ پھر اس نے علیؓ کی طرف رخ کیا اور کہا۔

خدا کی مرضی بھی رہی ہے اور اس کی رضا پر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں۔

ابوذرؓ مدینہ میں ہی رہا، وہ عثمانؓ کے اندر بنی امیہ کی طرف میلان اور رغبت مشاہدہ کرتا تھا، سلطنتِ اسلامی میں ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ خلافت نے سلطنت کا البادہ اوڑھ لیا ہے اور حکومتِ اسلامی میں بادشاہی کروفر اور تکففات نمودار ہو گئے ہیں، تقویٰ و پہیزگاری کی بجائے اسلامی مملکت میں دنیا طلبی اور شہوت پرستی غالب آگئی ہے۔ وہ اس بات کا خوب جائزہ لے رہا تھا کہ پیغمبرؐ کے بہت سے اصحاب کی ہیئت بالکل ہی تبدیل ہو گئی ہے۔ زیر، طلحہ اور عبد الرحمن عوف (مجلس شوریٰ میں عثمانؓ کے مشیر) نے بہت سی جائیدادیں اور مال و دولت حاصل کر لیا ہے، سعد بن ابی وقار نے ”عقيقة“ میں ایک بہت بھی عالیشانی گھر بنا رکھا تھا جس کے پڑے پڑے

ہال کرے تھے اور سمجھن بھی بہت بڑا تھا، یہ ایک بلند و بالا عمارت تھی۔

ابوذر یہ سب خرافات دیکھ رہا تھا، اب ان سے مجاز آرائی کے علاوہ کوئی چارہ کا نہیں تھا، اس نے بغاوت کر دی اور فرمائز وائے وقت سے ڈرے بغیر وہ لوگوں کو تقویٰ اور مساوات کی طرف دعوت دینے لگا، وہ بہت ہی بیباکی سے عثمان اور اس کے برے سلوک کو اچھا تھا۔

ایک دن اسے پتہ چلا کہ عثمان نے تمام قلعہ خیبر اور پورے افریقہ کے مالیات کا ۱/۱۰ پتے پچا مردان حکم کو بخش دیا، یہ اس کا وہ پچا تھا جس کو اس کے باپ سمیت حضور نے جلاوطن کر دیا تھا۔ تیس ہزار درہم اس نے حرث بن الی العاص کو ایک لاکھ درہم زید بن ثابت کو دیئے۔ ابوذر نے یہ آیت مسجد میں بیٹھ کر پڑھی:

وَاللَّٰهُمَّ إِنِّي نَفْسِي وَنَفْسُ وَلَدِي وَنَفْسُ زَوْجِي
وَلَا يَنْهَا تَرْوِي فِيمَا فَرِيقَ سَبِيلَ اللَّٰهِ
فَبِشِّرْ هَذِهِ رِبْلَادِ الْبَيْتِ (سورہ توبہ ۳۳)

”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرج نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی وعید سناؤ۔“

مروان نے سنا کہ ابوذر اس پر اور عثمان پر سخت حملہ کر رہا ہے، اس نے اس بات کی خبر عثمان کو دی۔ عثمان نے اپنا غلام نائل ابوذر کے بھیچے بھجا، ابوذر عثمان کے پاس آیا، ابھی عثمان کی نظر اچھی طرح اس پر پڑی بھی نہیں تھی کہ کہا: اے ابوذر! کیونکہ مجھے تمہارے بارے میں پتہ جل چکا ہے اب تو یہ سب چھوڑ دے۔

میری طرف سے تجھے کیا خبر ملی ہے؟

میں نے سنا ہے کہ تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتا ہے۔

وہ کس طرح؟

میں نے سنا ہے کہ تو سوائے اس آیت کے
 والذین يكثرون الذهب
 والفضله ولا ينفقو فها في سبيل
 الله فپیشہ هر دلائل اب الیہ

مسجد میں کچھ اور نہیں پڑھتا۔

کیا عثمانؓ خلیفہ رسول خدا مجھے کتاب خدا پڑھنے سے اور جو لوگ اس کے
 احکام کی پابندی چھوڑ چکے ہیں ان سے مبارزہ کرنے سے روک سکتا ہے؟ قسم بخدا میں
 یہ بات پسند کرتا ہوں اور بہتر سمجھتا ہوں کہ عثمانؓ کو خشمگیں کر کے خدا کو خوشنود کروں
 بجائے اس کے کہ میں عثمانؓ کو راضی رکھوں اور اپنے خدا کو ناراض کروں۔

عثمانؓ کے پھرے پر انتہائی غصے کے آثار تھے اس نے پھر کوئی جواب نہ دیا
 وہ خاموش ہو گیا، پھر یہ سکوت طویل ہوتا گیا، ابوذرؓ ایک عزم راخ اور مصمم ارادے کے
 ساتھ دہاں سے نکلا۔

ابوذرؓ اور علیؓ آپس میں اکثر ملتے رہتے تھے ابوذرؓ کے تند و تیز حملے عثمانؓ اور
 اس کی سلطنت پر تیز تر ہوتے جا رہے تھے عثمانؓ کوئی بہانہ ڈھونڈ رہا تھا کہ اس فسادی کو
 جلاوطن کر کے ماحول کو آسودہ کرے اور ہر لحظہ اس کے یہاں رہنے سے جو نظرات بڑھ
 رہے تھے ان کو نابود کرے۔ ایک دن ابوذرؓ عثمانؓ کے پاس آیا، کعب الاحرار، یہودی
 پادری جو عمرؓ کے زمانے تک مسلمان نہیں ہوا تھا، وہ عثمانؓ کا مشیر تھا، وہ اس کے پاس
 پیٹھا تھا اور دونوں باتیں چیت کر رہے تھے۔ عثمانؓ نے کعب کی طرف رخ کر کے کہا کہ
 فرمادا کے لئے جائز ہے کہ وہ مال و دولت جس کو جس وقت چاہے دے سکتا ہے۔

ابوذرؓ نہیں جائز نہیں ہے۔

کعب الاحرار: اس میں حرج کوئی نہیں ہے۔

ابوذرؓ (کعب سے مخاطب ہو کر): یہودی زادے! تو ہمارا دین ہمیں سکھاتا ہے؟ کعب نے شکوہ بھری نظروں سے عثمانؓ کو دیکھا، عثمانؓ نے کہا: مجھے تو کتنی تکلیف دے رہا ہے اور تیری زبان کے لگائے ہوئے زخم میرے دوستوں پر زیادہ سے زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔

ابوذرؓ اور عثمانؓ کے درمیان سخت جھگڑا ہونے لگا، عثمانؓ نے غصے سے بھر پور

آواز میں اس سے کہا: چلے جاؤ شام۔

اشتراك پسند (کمپونسٹ)

ابوذر شام پہنچا، معاویہ بنزمل بنا رہا تھا، ہزاروں کارگر اس کام میں مشغول تھے، معاویہ انہائی خوشی اور شادمانی سے وہاں کھڑا تھا۔ ابوذر وہاں سے گزر رہا تھا، جب اس نے یہ منظر دیکھا تو معاویہ کی طرف رخ کر کے کہا۔
 معاویہ اگر اس محل کو لوگوں کے مال میں سے بنا رہے ہو تو خیانت ہے اور اگر اپنے مال سے بنا رہے ہو تو یہ اسراف ہے! معاویہ کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ابوذر اپنے راستے پر ہولیا اور مسجد میں جا کر بیٹھ گیا، مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے پاس آیا اور معاویہ کی شکایت کی اور کہا کہ ایک مدت گزر گئی ہے اور اس نے ابھی تک ان کی تغواہ نہیں دی ہے۔ ابوذر نے اپنے سر کو ذرا جھکا لیا، پھر ایک دم اٹھ کھرا ہوا اور لوگوں کے پاس چلا گیا، کہنے لگا جو واقعہ پیش آیا ہے، مجھے تو کبھی بھی ایسے واقعہ سے واسطہ نہیں پڑا، خدا کی قسم! ایسے اعمال نہ تو کتاب خدا میں ہیں اور نہ ہی سیرت پیغمبر میں ملتے ہیں۔ بخدا! میں دیکھ رہا ہوں حق پا مال ہو گیا ہے اور باطل زندہ ہو گیا ہے، چے کو جھوٹے کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے، ہر طرف فتنہ و آشوب پھیل گیا ہے، نظام درہم برہم ہو گیا ہے۔

”جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں

کرتے، جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر
اس سے ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی
جائیں گی۔” (سورہ توبہ)

اے دولت مندو! فقراء کے ساتھ مساوات سے کام لو۔

اے سرمایہ دارو! تو جان لے کہ ہر دولت میں تین شریک ہیں: ایک تیری
قست جو تیرے اموال کے ضیاع میں تیری اجازت نہیں لیتی، دوسرا وہ وارث جو اس
باث کا انتظار کرتا ہے کہ تو بستر مرگ پر سر رکھے اور وہ تجھ سے تیرے اموال چھین لے
اور تو خدا کی بارگاہ میں مقر وض رہے اور تیسرا بھی تو خود ہی ہے، اگر تو ایسا کر سکے تو اپنے
دونوں شریکوں سے زیادہ کمزور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَئِنْ قَنَالُوا الْبَدْرَ حَتَّىٰ قَنْفَقُوا

مَعْلَاقَهُبُونَ (سورہ آل عمران ۹۲)

”تم نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک تم خدا کی راہ میں وہ خرچ نہ کرو
جس سے تم محبت کرتے ہو۔“

اے سرمایہ دارا کیا تو نہیں جانتا کہ جب انسان مرتا ہے تو پھر کوئی بھی کام
سرانجام نہیں دے سکتا، مگر وہ لوگ جو اپنے بیچھے زندہ جاوید کارنامے چھوڑیں کہ لوگ
ان سے ہمیشہ استفادہ کرتے رہیں، یا علم و دانش جو سب کے لئے سودمند ہو یا صاحب
فرزند کہ وہ بعد میں بھی یاد رکھے۔

پیغمبر نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھ سے کہا کہ اے نبی! اگر تو کہ تو
میں تیرے لئے بٹھا کو سونے کا بنا دوں۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے پروردگار! میں یہ

پسند کرتا ہوں کہ ایک دن میں بھوک رہوں اور ایک دن سیر، بھوک کے دن تیری بارگاہ میں آہ و زاری کروں اور سیری کے دن تیرا شکر ادا کروں۔ تم لوگ اپنے لئے ریشمی کپڑے اور اعلیٰ ترین قسم کے پردوں کا انتخاب کرتے ہو اور کھردے کپڑے تمہارے نازوں سے پلے جسموں کے لئے آزار کا باعث ہیں جبکہ تمہارے رسول چٹائی پرسوتے تھے، تم لوگ طرح طرح کے کھانے کھاتے ہو جبکہ تمہارے پیغمبر نان جو یہ بھی پیٹھ بھر کے نہیں کھاتے تھے۔

اے سرمایہ دار اکیا تو نہیں جانتا کہ ہر روز آسمان سے دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے خدا! جو لوگ سرمایہ جمع کرتے ہیں ان کو صلد عطا کر اور دوسرا کہتا ہے: اے خدا! جو لوگ سرمایہ جمع کرتے ہیں ان کو ہلاک کر دے۔ لوگوں نے اس کی تقریر میں محروم طبقہ تو خوش تھا، مگر سرمایہ دار ڈر کے مارے لرزنے لگے۔ جنوب بن مسلمہ فخری نے بہت سے لوگوں کو ابوذرؓ کے گرد دیکھا، اس نے خود سے کہا کہ یہ تو بہت بڑا فتنہ ہے، پھر سیدھا معاویہ کے پاس گیا اور کہا: ابوذرؓ یقیناً اہل شام کو تجھ سے لڑوادے گا، اگر تم شام کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہو تو لوگوں کے دل جیتو۔

معاویہ نے اپنا سر جھکا لیا اور سوچ میں ڈوب گیا کہ آیا اس پر کوئی دباؤ ڈالنا چاہئے؟ نہیں کیونکہ اس طرح فتنے کی آگ بہڑک اٹھے گی، تو پھر کیا عثمانؓ سے اس کی شکایت کرے؟ عثمانؓ کیا کہہ لے گا؟ اس کو اپنی رعیت کے کسی ایک فرد کی بھی پرواہ نہیں ہے، بہتر ہے اس کو شام سے دور کر دیا جائے اور اس کو کسی جنگ پر روانہ کر دیا جائے کیونکہ وہ را خدا میں لڑنے کا عشق رکھتا ہے۔ معاویہ نے یہ فیصلہ کری لیا اور اس کے پیچھے کسی کو بھیجا، ابوذرؓ آیا۔ ابو درداء شداد بن اوس اور عبادہ بن صامت بھی معاویہ کے

قریب بیٹھے تھے، ابوذرؓ بھی ان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اب معاویہ نے بات کرنی شروع کی:

میں نے عمرؓ کو فتح قبرص کے بارے میں لکھا کہ یہ سر زمین حص قبرص سے
قریب ترین آبادی ہے (یعنی وہاں کے کتوں اور مرغوں کے رونے کی آواز بھی سنائی
دیتی ہے)۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ اس کو فتح کرنا آسان کام ہے، لیکن عمرؓ نے عرو بن
عاص کو لکھا کہ سمندر اور کشتی کے مناظر میرے لئے بیان کرو، یعنی پورا نقشہ کھینچ کر بتاؤ۔
عرو بن اس کو لکھا کہ سمندر ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو خدا نے بہت ہی بڑا
بنایا ہے اس کے اندر اس کی ایک چھوٹی سی مخلوق سفر کرتی ہے، اس میں سفر کرنے کے
دوران پانی اور آسان کے علاوہ کوئی دوسری چیز دکھانی نہیں دیتی سمندر جب پرسکون
ہوتا ہے تو پھر بھی دیکھ کر دل کو ہول آتا ہے (اس طرح کہ جب سمندر پرسکون ہوتا ہے تو بادی
کشتیاں حرکت نہیں کرتیں) اور جب سمندر کی موجیں بھری ہوئی ہوتی ہیں تو اس وقت بھی
انسانی عقل اس کو دیکھ دیکھ کر پریشان ہوتی ہے۔ سفر کے دوران امید بہت کم ہوتی ہے
زیادہ تر خوف لاحق رہتا ہے، جو کوئی سمندر میں سفر کرتا ہے وہ بھی ایک کیڑے کی مانند
ہوتا ہے جو لکڑی کے ایک تختے پر رکھ دیا گیا ہو جیسے ہی لکڑی ٹیڑی ہوئی وہ وہیں غرق ہو
جاتا ہے اور اگر وہ طوفان سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ بھی جیران کی۔ عمرؓ نے
اس کو لکھا اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ معمouth کیا، لیکن اب پھر میں
نے اپنی دعوت کی تجدید کی اور عثمانؓ کو فتح قبرص کے لئے اصرار کیا اور اس نے یہ معاملہ
لوگوں کے اختیار میں چھوڑ دیا، اب جس طرح چاہتے ہیں اس کے بارے میں فیصلہ کر
لیں۔

ابوذرؓ نے کہا: ایک دن راہ خدا میں رہنا کسی دوسرے راستے میں ہزار روز

رہنے سے بہتر ہے، ہمیں جہاد کے لئے راہ خدا میں بلایا گیا ہے اور اس کا قبول کر لینا ہی ہمارے لئے مناسب ہے، وہاں پر کچھ صحابہ بھی تھے انہوں نے بھی موافقت کی۔ چنانچہ کشیاں تیار ہوئیں اور بحری فوج کے ایڈرل نے روائی کا پروانہ جاری کیا، چپ سنبھال لئے گئے اور اسلام کی بحری طاقت حرکت میں آگئی، کشیاں موجودوں کا سیمه چیر نے لگیں اور آگے بڑھنے لگیں یہاں تک کہ سمندر کے درمیان میں پہنچ گئیں۔ ایک ناپیدا کنار سمندر تھا اور آسمان کی پہنچاںیاں، مکمل طور پر ہر اس کر دینے والا سکوت، بادی کشیاں بھی اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھیں، اچانک تیز اور طوفانی ہوا کے ذریعے سمندر کے کناروں سے عورتوں کے چینخے کی آواز بلند ہوئی اور لہروں پر غراتی ہوئی آگے بڑھی۔ موجودین جھاگ چھوڑتی ہوئی مستانہ وار رقص کر رہی تھیں اور ایک دوسرے کے اوپر اڑتی جا رہی تھیں، یوں لگتا تھا جیسے ہوا جونی ہو گئی ہے، ہوا بڑی بڑی دور تک اڑاتے لئے جا رہی تھی، کبھی بہت ہی قریب آ جاتے تھے۔ فوج کو موت مجسم صورت میں اپنے مقابل نظر آ رہی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے موت نے ان کو ہٹپ کرنے کے لئے منہ کھول رکھا ہے۔

طوفان آہستہ آہستہ تھمتا گیا، سمندر پر سکون ہوا، لہروں کی دیواریں مدھم پڑ گئیں، طوفان قابو میں آ گیا، اب ابوذرؓ کی زبان بھی کھلی اور اس نے یہ آیت پڑھی:

وَإِذَا مَسَكَنَرُ الْحَمْرَةِ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ

مِنْ قَدْرِ عَوْنَ الْأَيَاهِ

”اور جب سمندر میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو اس کے سواتم جن

جن کو پکارا کرتے تھے وہ سب گم ہو گئے“

خدا کے حکم سے مسلمان خطرے سے باہر ہو گئے اور سلامتی کے ساتھ قبرص

پہنچ گئے مجاهدین اور قبرصیوں کے مابین جنگ کا آغاز ہوا، ہر سے ہی جوش و خروش سے شمشیر زدنی شروع ہوئی، مسلمان دلیر اور بہادر شیروں کی طرح دشمن کی صفوں پر ٹوٹ رہے تھے اور ان کو ڈھیر کر رہے تھے۔ مسلمان فوجی جزیرے میں آگے بڑھتے چلے گئے، اچانک تلواروں کی جھکار کی آواز رک گئی، قبرصیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

مشترک خارجی دشمن نے ٹکست کھائی، اب وہاں کوئی کام نہیں تھا کہ ابوذرؓ وہاں رہتا، شام لوٹ آیا تاکہ اپنی اندر ورنی جنگ کو جاری رکھ سکے، معاویہ کو خوف و ہراس میں بنتا رکھے اور سرمایہ داروں کو پریشان کرے۔ عبد اللہ سبَا کو پتہ چلا کہ ابوذرؓ شام لوٹ آیا ہے، وہ خاندان پیغمبرؓ اور شیعان علیؑ کے طفداروں میں سے تھا۔ (کہتے ہیں کہ وہ یمن کے مسلمان شدہ یہودیوں میں سے تھا) خلافت ہمیشہ اس کی انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے خوف و ہراس میں رہتی تھی عثمانؑ کے خلاف شورش کرنے والوں میں پیش پیش تھا۔ علیؑ کے ساتھ اس کا عشق اس بات کا باعث ہا کہ یہودی عقائد کی وجہ سے اس کو خدا جانیں علیؑ نے اسی لئے اس کو جلاوطن کر دیا تھا اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو آگ میں جلا دیا (مل دخل شہرستانی)۔ وہ ایک مخلوق شخصیت ہے مورخ معاصر اسلامی طحسین اور آقا عسکری کی تحقیق کے مطابق وہ اموی دربار کا جھونا شخص ہے ”بفتنة الکبریٰ و عبد اللہ سبَا“) لوگوں کو عنstanؑ اور اس کی حکومت کے گماشتوں اور کارندوں کے خلاف اکساتا رہتا، وہ ابوذرؓ کے پاس گیا اور کہا: اے ابوذرؓ! تو واقعی اس معاویہ سے تعجب نہیں کرتا؟ وہ کہتا ہے کہ مال تو خدا کا ہے، مگر ہر چیز تو اس کی نہیں کہلا سکتی؟ جیسے وہ یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کا مال دولت اپنے سے مختس کر لے اور مسلمانوں کا نام ہی مٹا دے۔

ابوذرؓ کیا اس نے یہ بات واقعی کی ہے؟

ابن سبَا: ہاں اودا اپنی ہر تقریر میں یہ بات کہتا ہے۔

ابوذرؓ بخدا میں تو احتجاج کروں گا۔

ابوذرؓ فوراً اٹھا اور بڑی پھرتی سے معاویہ کے محل کا رخ کیا، اجازت لے کر اندر داخل ہوا، معاویہ نے بڑی خوشی اور گرچھی سے اس کا استقبال کیا، لیکن ابوذرؓ کو ان تکلفات کی پرواہیں تھیں وہ غصے سے بولا۔ اے معاویہ! اب تو مسلمانوں کے مال کو خدا کا مال کہتا ہے، تمرا مقصد کیا ہے؟

معاویہ (مُڪراً کر) خدا تجھ پر رحمت نازل کرے ابوذرؓ کیا ہم خدا کے بندے نہیں ہیں؟ اور مال اس خدا کا نہیں ہے؟

ابوذرؓ تم یہ نہ کہو، مسلمانوں کا مال۔ (دنیا میں ایک طرف تو خدا ہے اور دہری طرف اس کے سوا ہر چیز اور ہر کوئی لیکن معاشرے میں ایک طرف خدا اور لوگ ہیں اور اس کے مقابلے میں افراد یا گروہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ افراد کی جگہ لوگ کہا جاسکتا ہے کیونکہ لوگوں کے متن ہیں لله الحکم الارض لله فی سیل اللہ "زمین اور سرما یا لوگوں کا ہے افراد کا نہیں ہے۔" معاویہ کے لوگ کہتے ہیں سب چیزوں خدا کی ہیں لوگوں کی نہیں ہیں، اس طرح خدا کے نمائندے ہے وہ ہیں اور ابوذرؓ کہتا ہے کہ لوگ خدا کے نمائندے ہیں، قرآن ہمیشہ ایسے موقعوں پر خدا کے نام کی بجائے لوگوں کو لاتا ہے، ان تقریظوں اللہ فرض حسنة "اگر تم خدا کو قرض حسنہ دو۔" سورہ تقاہن آیت ۱۸)

معاویہ: بہت خوب! اب میں مال مسلمین کہوں گا۔

ابوذرؓ نے چاہا کہ چلا جائے، معاویہ نے کہا، اے ابوذرؓ! تجھے کس چیز نے ہمارے خلاف بھڑکایا ہے؟

ابوذرؓ میں حقوق مسلمین کے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ تو اس میں سے کچھ بھی ذخیرہ اندوزی نہیں کر سکتا، لیکن تو نے پیغمبر اسلام اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے بر عکس اپنے لئے اور بنی امیہ کے خلاف ایک اندوختہ تیار کر رکھا ہے۔

معاویہ: ابوذرؓ! جو کچھ تو میرے متعلق سوچتا ہے اس کے بر عکس میں نے ہرگز کوئی مال مجع نہیں کیا، بلکہ ذخیرہ کیا ہے تاکہ عام لوگوں کے مصرف میں لااؤں میں نے

عوامِ الناس کو دولت سے محروم تو نہیں رکھا ہے، جہاں راہِ خدا میں دینا چاہئے وہاں میں دینا ہوں۔

ابوذرؓ اس بجود و بخشش سے خدا کی خوشنودی تیرے پیش نظر نہیں ہوتی، بلکہ تو چاہتا ہے کہ لوگ تجھے بخشدہ کہیں، جس طرح انہوں نے تیرا نام رکھا ہوا ہے۔
اے معاویہ! تو نے غنی کو غنی تر اور فقیر کو فقیر تر بنادیا ہے۔

معاویہ: اے ابوذرؓ! تو اب اس کام کو چھوڑ دے، تو لوگوں کو انقلاب کے لئے اکساتا ہے وہ انقلاب جس کا انجام سوائے خدائے دانا و حکیم کے کوئی نہیں جانتا۔

ابوذرؓ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا جب تک کہ دولت مند اپنے مال کو تقسیم نہ کر دیں، پھر اس نے غصے سے منہ دوسری طرف پھیرا اور باہر چلا گیا۔

معاویہ نے فکر سے سر جھکایا، اس بوڑھے ڈھیٹ شخص کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے، وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور اپنے کمرے کی طرف قدم اٹھانے لگا، پھر اس کے حکم سے تین سو دیناروں کی تھیلی لائی گئی، غلام ابوذرؓ کے پیچھے بھاگا، جب راستے میں اس کے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ یہ معاویہ نے تجھے دی ہے۔

ابوذرؓ نے جس ہاتھ میں روپوں کی تھیلی تھی اس طرف نظر کی اور کہا:

اگر یہ اس سال کی میری تحوہ ہے جس سے انہوں نے مجھے محروم کیا ہوا تھا، میں قبول کرتا ہوں لیکن اگر یہ بخشش ہے تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غلام روپوں کی تھیلی لئے اسی طرح کھڑا رہا اور ابوذرؓ کو دیکھتا رہا کہ شاید وہ قبول کر لے۔

ابوذرؓ نے بڑے غصے سے کہا: اسی کو واپس کر دوا! مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔

پھر غصے میں پھکا رہا ہوا مجدد میں داخل ہوا، وہ محروم طبقہ جو معاویہ کے ظلم و تشدد اور دباو۔

کا شکار رہتا تھا، اب ان لوگوں کو ابوذرؓ نے پناہ دے رکھی تھی، وہ سب ابوذرؓ کے پاس آ

گئے۔

ابوذرؓ بلند آواز سے چینا۔ اے سرمایہ دارو! جو کچھ خدا نے تمہیں عطا کر رکھا ہے، راہ خدا میں دو اس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اپنے اموال میں محرومیں کا حق بھی جانو۔ رسول خدا نے فرمایا: انسان زادہ کہتا ہے، میرا مال، میرا مال، مگر تیرا تو وہی ہے جو تو کھاتا ہے نابود ہو جاتا ہے، تو پہنتا ہے اور پرانا ہو جاتا ہے، جو تو بخش دیتا ہے وہ رہتا ہے۔

اے مالدارو! اللہ بزرگ و برتر نے سرمایہ داری سے منع فرمایا ہے، رسول خدا نے فرمایا: وہ سونا غیست و نابود ہو جائے، وہ چاندی بھاڑی میں جائے۔ یہ بات جس طرح آپ کو بھی لگی ہے اس کے دوستوں کو بھی ناگوار گزرنی، خود سے کہنے لگے۔ پھر ہم کون سامال لیں؟

پھر دورِ عمرؐ کے حوالے سے کہنے لگا کہ میں ایک مرتبہ پیغمبرؐ کے پاس گیا اور کہا کہ ہم مال کس طرح حاصل کریں؟ پیغمبر محبوبؐ نے کہا: خدا کی حمد و شنا کرنے والی زبان ہو سپاس گزار دل ہو اور تمہاری زوجہ ایمانی کاموں میں تمہاری معاون ہو۔

اموال تو لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہیں لیکن معاویہ لوگوں سے جمع کیا ہوا تمام مالیات اپنی شان و شوکت، دربار کے مخالفوں اور اپنے خاص خدمت گزاروں پر خرچ کر لیتا ہے، معاویہ یہ بھی بھول چکا ہے کہ اس کے لئے دوسوٹ (ایک گرمیوں کیلیے اور ایک سردیوں کیلیے)، حج بیت اللہ کے اخراجات اور اپنی اور اپنے خاندان کی خواراک اور اخراجات کے علاوہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ اس کو بھی چاہئے کہ قریشی کے افراد کی طرح زندگی بس کرنے سے نہ سب سے زیادہ امیر ہونے سب سے زیادہ

غريب، ایسا ہی طرز زندگی عمر کا تھا، معاویہ اس کی تقلید کیوں نہیں کرتا؟ اموال تمام رعایا میں مساوی تقسیم ہونے چاہئیں، جس طرح حضورؐ کے زمانے میں اور ابو بکر اور عمرؐ کے دور میں ہوا کرتا تھا۔ معاویہ نے بہت سی جائیدادیں اور عمارتیں بنانی ہیں اور ان کی سچ دھج اور شان و شوکت پر رعایا کے اموال میں سے ہزاروں دینار بے دریغ خرچ کرتا ہے۔ عمرؐ زیارت کعبہ کے لئے گیا تو اس کا آنے جانے کا خرچ صرف سولہ دینار ہوا، پھر بھی وہ اپنے بیٹے سے یہی کہتا تھا کہ اس سفر میں ہم نے فضول خرچی کی ہے۔ عمرؐ مسلمانوں کا سردار تھا وہ اپنے حج کے سفر میں سولہ دینار صرف کر کے اس کو فضول خرچی پر محمول کرتا ہے، لیکن معاویہ ہزاروں دینار بھی اسیہ کو عطا کرتا ہے پھر بھی کم سمجھتا ہے۔

اس وقت (اسی دوران) ابوذرؐ معاویہ کے خلاف اپنی تند و تیز تقریر میں انگارے اگل رہا تھا، مجع میں کوئی شخص ایسا بھی تھا جو یہ سب سننے سے بھی خائف ہو رہا تھا، اس نے آہستہ سے ابوذرؐ کے کان میں کھایا تم نے معاویہ کو بہت تپاریا ہے اب ذرا مختار ہو۔

ابوذرؐ نے اس کی طرف منہ کر کے کہا۔ میرے دوست محمدؐ نے مجھے صیت کی ہے کہ میں حق بات کہہ دوں، خواہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو اور کسی کی سرنشی سے ہر ایسا نہ ہوں۔

اے خدا! میں خوف سے تیری پناہ میں آتا ہوں، بخل سے تیری پناہ لیتا ہوں، زندگی کے پست ترین ادوار سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی کے فریب اور موت کے شکنجه سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ وہ شخص گلوگیر ہو گیا اور ابوذرؐ ان امن پسند مسلمانوں سے بیزار پھر اپنی گفتگو میں لگ گیا۔

یہ لوگ اپنی خواراک کی تیاری میں بہت ہی تکلفات سے کام لیتے ہیں، اتنی

رنگارنگ خدا نیں کھاتے ہیں کہ پھر ان کو ہضم کرنے کے لئے ان کو دوا کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جبکہ پیغمبرؐ تو اس دنیا سے چلے گئے، ان کی زندگی میں کوئی دن ایسا نہیں آیا کہ انہوں نے دو قسم کے کھانے سے پیٹ بھرا ہوا ایک دن اگر خرماسیر ہو کر کھاتے تو روٹی سے پیٹ نہیں بھرتے تھے۔ اہل بیت محمدؐ کے ساتھ بھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے متواتر تین دن صبح و شام جو کی روٹی بھی سیر ہو کر کھائی ہو، میں یہ گزر جاتے اور خاندان محمدؐ والے اپنے گھروں میں روٹی اور کھانا پکانے کے لئے چولہا یا کچھ نہیں جلاتے تھے۔ حاضرین میں سے ایک نے حرمت سے پوچھا: تو پھر وہ کس چیز سے زندگی برکیا کرتے تھے؟

ابوزرؓ وہ زیادہ تر کھجور اور پانی پر گزر روا واقعات کرتے تھے۔

پیغمبر خدا نے فرمایا: آدنی کا شکم ب سے برا ظرف ہے جس کو وہ بھرتا ہے انسان کو جو غذا میسر ہو وہی لینی چاہئے اور اس طرح فرمایا: شکم پوری سے اجتناب کرو کیونکہ یہ آپ کو نماز کے لئے ست کرتی ہے، جسم کو تباہ حال کر کے روز بروز بیماری کے قریب تر کرتی ہے۔ یہ تم پر مخصر ہے کہ کھانے پینے میں اعتدال سے کام لا کیونکہ اسراف سے دوری میں جسم کی صحت مندی اور عبادات خدا کے لئے تو انکی مضر ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ رسولؐ کے صحابہؐ کے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا اس لئے تقویٰ اختیار کرتے تھے، نہیں بلکہ صرف خوشنودی خدا کی خاطر اور ان وعدوں کی امیدوں کے لئے جو خدا نے ان سے کئے تھے، اس لئے انہوں نے پارسائی کوش شعار بنا رکھا تھا۔ بہت سے ممالک کی فتح کے بعد جب بہت سا مال مدینہ میں آیا تو اسلامی سلطنت کا فقر غنی میں بدل گیا، تو وہ صہ نے اپنے والد سے کہا: والد گرامی! کتنا اچھا ہوتا جو آپ بھی نسبتاً زم کپڑا پہنئے اور موجودہ خواراک سے بہتر خواراک کھاتے، خدا نے

اب ہماری روزی فراغ کر دی ہے۔ عمر نے کہا: میں فصلہ تم پر چھوڑتا ہوں، تم ہی بتاؤ کیا تم بھول گئی ہو کہ رسول خدا اپنی زندگی میں کیا کیا سختیاں برداشت کیا کرتے تھے اور اسی طرح ابو بکرؓ کس طرح زندگی گزارتے تھے؟ عمرؑ ان کی زندگیوں کے نمونے یاد کر کے رونے لگا اور کہا: ہرگز نہیں بخدا میں بھی معاشری سختیوں میں ان کا شریک رہوں گا تاکہ مجھے بھی ان کی زندگی کی سعادتوں کا کچھ حصہ مل سکے۔ رسول خدا غنیمت کا ہاں ایسا

کرتے تھے، لیکن اس میں سے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کرتے تھے بلکہ انؓ کو جو کچھ ہاتھ آتا وہ راہ خدا میں دے دیتے اور اپنے کھانے کے لئے کوئی بھی چیز نہیں رکھتے تھے عائشہؓ نے ایک دن ان کو گرنگی کے عالم میں دیکھا تو متاثر ہو کر رونے لگیں، کہا: اے رسول خدا! کیا آپؓ خدا سے الجانبیں کر سکتے کہ آپؓ کو کھانا عطا کرے؟ پیغمبرؓ نے کہا: اے عائشہؓ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اپنے پروردگار سے چاہتا کہ دنیا کے پہاڑوں کو میری خاطر سونے کا بنا دئے پھر یہ کہ جہاں کہیں میں جاؤں میرے ساتھ بیچج دے تو وہ ضرور میری اُس دعا کو سن لیتا، لیکن میں اس دنیا کی گرنسی کو میری پر اس کے فقر کو غنا پر اور اس کی خوشی کو اس کے غم پر ترجیح دیتا ہوں۔ اے عائشہؓ! محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے دنیا کے اندر کوئی الہیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اول المعمون پیغمبروںؓ سے اس دنیا کے نیک و بد میں سوائے صبر کے راضی نہیں ہوتا، مجھے بھی اس نے انؓ کی طرح مکلف بنایا ہے اور فرمایا ہے: صبر کرو جس طرح دوسرے پیغمبروںؓ نے صبر کیا۔ خدا کی قسم! سوائے فرمانبرداری کے میرے پاس کوئی چارہ کار نہیں ہے اور بخدا جہاں تک ہو سکے گا انؓ کی طرح صبر کروں گا کیونکہ ہر طرح طاقت اور تو انہی اس دنیا کے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔

ایک دن جلام بن جندب، جو کہ حاکم قصرِین تھا، وہ معاویہ کے پاس جا رہا

تھا۔ معاویہ کے محل کے آگے اس نے ایک بلند قامت شخص کو دیکھا، جس کی کمرڈ راجھی ہوئی تھی، رخسار نمایاں اور چہرہ گندم گوں اور استخوانی تھا، وہ نہایت غصے سے چیخ رہا تھا۔ آتش جہنم کے شعلے تمہارے نصیب میں لکھے ہیں، اے خدا! جو لوگ منکرات کا انکار کرتے ہیں ان پر لعنت کراۓ خدا! جو لوگ امر بالمعروف کو ترک کر دیتے ہیں ان پر بھی لعنت کر۔ معاویہ کا یہ سن کر رنگ اڑ گیا اور وہ خوف کے مارے کا پنپنے لگا، اس نے جام کی طرف رخ کیا اور بڑے دردناک اور مخرون لجھے میں کہا: یہ جو فریاد کر رہا ہے کیا اس کو پہچانتے ہو؟

جلام نہیں۔

معاویہ (بڑی بیچارگی کے انداز میں) مجھے کون جنبد بن جنادہ کے ہاتھوں سے نجات دلائے گا؟ وہ ہر روز ہی میں وقت پر آتا ہے اور جو کچھ تو نے سا، وہ اوپری اوپری آواز میں کہتا ہے۔ پھر اردوگرد کے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: اس کو میرے سامنے لاں میں، لوگ قلعے کے باہر سے کھینچ کھینچ کر ابوذرؓ کو معاویہ کے پاس لائے اور اس کے سامنے اس کو کھرا کر کے اس کے سر اپے کو گھورنے لگے۔

معاویہ: خدا و پیغمبرؐ کے دشمن اروز ہی ہمارے سر پر آ جاتے ہو اور پرانی اور فرسودہ باقیں دھراتے رہتے ہو جب کبھی بھی میں نے عثمانؓ کی اجازت کے بغیر اصحاب پیغمبرؐ میں سے ایک فرد کو مار ڈالنا ہوتا تو وہ تو ہوتا لیکن میرے قتل کے بارے میں تو چاہئے کہ عثمانؓ سے اجازت حاصل کروں۔

ابوذرؓ: میں خدا و پیغمبرؐ کا دشمن نہیں ہوں، تو اور تم را باپ خدا و پیغمبرؐ کے دشمن تھے، جو کہ ظاہری طور پر مسلمان ہوئے ہو باطن تمہارا ویسے ہی کافر ہے۔ (طبقات ابن سعد)

جلاء وطنی

”ابوذرؓ جیسے راست با شخص پر چرخ نیلوں سا یہ فگن ہوا اور نہ ہی اس تیرہ بخت زمین نے اس کو اپنے پہلو میں چکھ دی۔“

ابوذرؓ کی جنگ و جدل جاری و ساری تھی، سرمایہ داروں کی طرف اس کے حملے ہر لمحہ تیز سے تیز رہوتے جا رہے تھے۔ وہ سرمایہ داری سے منع کرتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ جس طرح پیغمبرؐ اور ابو مکرؓ و عمرؓ کے ادوار میں اغذیاء اپنی دولت ناداروں کے ساتھ برابری کی بنیادوں پر تقسیم کر لیا کرتے تھے، یہ نو انسان کے لئے اس کا بھی ایک پیغام تھا۔ ابوذرؓ کے انقلابی مزاج اور بیدار کر دینے والے پروپیگنڈہ نے معاویہ کے بزر محل کی بنیادوں کو بھی ہلا کے رکھ دیا تھا، اس نے محروم اور ضرورت مدد طبقے کے سینوں میں عدالت و عناود کی آگ بھڑکا دی تھی، ہر لمحہ بھی خوف لاحق تھا کہ یہ بھی امیہ کے خاندان بھر کو جلا کے رکھ دے گی۔ ابوذرؓ کے حوصلہ دینے سے نادار طبقہ بھی دولت مندوں، سرمایہ داروں اور برده فروشوں سے اپنے چھنے ہوئے حقوق کی بازیابی کے لئے اٹھ کر ٹراہوا تھا اور جنگ پر آمادہ تھا۔ دولت مندوں کو احساس ہو گیا کہ انقلاب ہر لمحہ نزدیک تر ہو رہا ہے، انہوں نے معاویہ کا دامن تھامنا چاہا، پیغمبرؐ کے دلیر اور پارسا صحابی ابوذرؓ کے پروپیگنڈہ کے نتیجے میں جن خطرات نے انہیں خوف دہراں میں بدلنا کر رکھا

تھا، اب وہ اس سلسلے میں معاویہ کے پاس بناہ لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے معاویہ سے ابوذرؓ کی شکایت کی، معاویہ نے ابوذرؓ کو بلا بھیجا، اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اب اس کام کو ایک دم نمائادے گا اور ابوذرؓ نے جو آگ شام میں لگائی تھی اس کے شعلے روز بروز تیزی کے ساتھ قدیم اشراف اور نوادگیوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے معاویہ اس آگ کو فرو کرنا چاہتا تھا جس سے اس کی سلطنت بھی کمزور ہو رہی تھی اور اس کی آرزوئیں بھی خاک میں مل رہی تھیں۔

ابوذرؓ کا قدر لبا تھا، جسم دبلا پتلا، مگر اس کے گندم گوں چہرے پر عزمِ مُحَمَّمٰم کے آثار نمایاں تھے معاویہ کے محل میں داخل ہوا تو معاویہ اس کے لئے اپنی جگہ سے اٹھا، اس کے آگے لپک کر اس کو بڑے احترام کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا، پھر اس نے غلاموں کو آواز دی اور حکم دیا کہ کھانا لاو، چنانچہ شاہی دستِ خوان بچھایا گیا اور انواع و اقسام کے ایسے ایسے عمدہ کھانے اس کے آگے رکھے گئے جو کبھی جسم ابوذرؓ نے دیکھئے تھے۔ معاویہ نے درخواست کی کہ کھانا کھاؤ، ابوذرؓ نے قبول نہیں کیا، کہنے لگا پیغمبرؐ کے زمانے میں میری خوراک بفتہ بھر کی تقریباً ایک کلو رہی ہے اور قسم بندا میں اس پر کسی قسم کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا تاکہ مجھے اپنے محبوبؐ کا دیدارِ نصیب ہو سکے۔

پھر اس نے معاویہ کی طرف رخ کیا اور بڑے ہی موثر لب ولیجہ اور لنشیں انداز میں کھا۔ تم نے سب کچھ تو تبدیل کر دیا ہے، اب تمہارے لئے جو چھانے جاتے ہیں جبکہ مااضی میں ایسا نہ تھا، دو آتشہ روٹی پکاتے ہوئے دوسرا سان کھاتے ہو، تمہاری غذا میں بھی قسم کی ہیں، صحیح ایک لباس زیب تن کرتے ہو تو شام کو دوسرا جبکہ پیغمبر خدا کے زمانے میں تم ایسا نہیں کرتے تھے۔

معاویہ: وہ کوئی اور زمانہ تھا جو گزر گیا، اب ہم دوسرے حمالک میں ہیں، اگر

ان کے ساتھ برابر میں شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ نہ رہیں تو وہ ہمیں پست اور خوار دزبوں خیال کریں گے۔

ابوذرؓ ہرگز نہیں! میں تو ہرگز اپنی بیت میں تبدیلی نہیں لاؤں گا، کیونکہ ہو سکتا ہے اگلے جہاں میں تم لوگوں میں رسول خدا کے قریب ترین میں ہوں۔ میں نے پنجبؑ سے سنا، وہ فرمائے ہے تھے۔ قیامت میں میرے نزدیک ترین افراد وہ ہوں گے جو اس جہاں کو ترک کر دیں، اس دن کی طرح جیسے میں نے ان کو اس جہاں میں ترک کیا اور خدا کی قسم! میرے سواتم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔

محاویہ: اے ابوذرؓ! دولت مند لوگوں نے تیری شکایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ تو غربیوں اور ناداروں کو ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔

ابوذرؓ میں ان کو سرمایہ داری اور فخریہ اندوزی سے منع کرتا ہوں۔

محاویہ: وہ کیوں؟

ابوذرؓ کیونکہ حکم خدا ہے۔ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں انفاق (انفاق، حفرہ، گڑھا) یعنی گڑھے کو پُر کرنا، یہاں مراد حفرہ اجتماعی یعنی فاصلہ طبقاتی مراد ہے) نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ میں بھی ان دولت کے پیچاریوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیتا ہوں۔

معاویہ: یہ آیت الہ کتاب (قرآن پاک سے پہلے آمانی کتابوں کے پیروکاذب یہودی عیسائی، رشیتی) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابوذرؓ نہیں، یہ ہمارے لئے بھی ہے اور ان کے لئے بھی ہے۔

معاویہ: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ ان کاموں سے باز آ جاؤ۔

ابوذرؓ: بخدا! میں لوگوں کو تقویٰ و پہیزگاری کی طرف بلاتا رہوں گا اور لوگوں

کو سرمایہ داری سے اختناک کی دعوت بھی دیتا رہوں گا اور سرمایہ داروں کو بھی دردناک عذاب کا مژده سناتا رہوں گا۔

معاویہ: تمہارے لئے بھلائی اسی میں ہے کہ ایسے کاموں کو ختم کر دو۔

ابوذرؓ: خدا کی قسم! میرا جدائی اختتام پذیر نہیں ہو گا جب تک کہ تمام رعایا میں دولت مساوات سے تقسیم نہ ہو جائے۔

معاویہ نے دھمکی آمیز لمحے میں کہا۔ اے ابوذرؓ یہ کام میرے تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا، محتاط رہو!

ابوذرؓ (بے پرواہی اور سردہیری سے): کہہ دوا جو خدا نے مقرر کر دیا ہے اس کے علاوہ ہمیں نہیں پہنچے گا۔ (سورہ توبہ: ۵)

معاویہ نے ابوذرؓ کو اپنے محل سے نکال باہر کیا اور حکم دیا کوئی اس کے ساتھ ہم نہیں اختیار نہ کرے۔ ابوذرؓ سیدھا مسجد گیا، ضوکر کے بیٹھ گیا اور دوبارہ قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ اس دوران اس کی چھوٹی سی بیٹی جس کے تن پر کھرد را سالاباس تھا، ہاتھ میں ٹوکری پکڑی ہوئی تھی، پچکے ہوئے گالوں اور زرد چہرے کے ساتھ آئی، وہ آ کر ابوذرؓ کے آگے کھڑی ہو گئی اور کہا۔

اے والد گرامی! جا گیر دار اور سرمایہ دار کہتے ہیں کہ یہ پیے آپ کی آمدنی سے زائد ہیں۔

میری چھوٹی سی بیٹی! ان کو چھوڑو! خدا کے کرم سے تیرا باپ سیاہ و سفید میں سے سوائے ان چند سکون کے کچھ نہیں رکھتا۔

معاویہ نے لوگوں کو نماز جمعہ کے لئے بلا لیا، معاویہ مخبر پر گیا اور لوگوں سے

خطاب کیا: بھی ماں ہمارا ہے، ہم جس کو چاہیں بخش دیتے ہیں اور جس کو چاہیں محروم کر

دیتے ہیں۔

حاضرین میں سے ایک شخص اس کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا اور بلند آواز سے دلیری سے کہا: ہرگز نہیں! مال ہمارا ہے، جو کوئی ہمیں اس سے محروم رکھے گا اس کے ساتھ ہم خدا کی عدالت میں اپنی تکاوروں سے جنگ کریں گے۔

معاویہ نے اپنا سر جھکا لیا، اس کی باتوں سے ابوذرؓ کی بوآری تھی، اس کو یقین ہو گیا کہ یہ کام ابوذرؓ کا ہے اور سوائے اس کے کسی نے اس کو برائی نہیں کیا۔ کیا وہ اس گستاخ شخص سے سختی کا رویہ اختیار کرے؟ کیا وہ اس کی اس طرح سرکوبی کرے کہ دوسرے فتنے پر داڑوں اور انتقام لینے والوں کے لئے سامان عبرت بن جائے؟ کیا اس پر دباؤ ڈالنے سے اس انقلاب کے شعلے نہیں بھڑک اٹھیں گے؟ معاویہ جیسے ہوشمند اور صاحب فہم و فراست سیاستدان نے سوچا اور جان لیا کہ اس کا بہترین حل کیا ہے۔ بظاہر روش فکر ہی رہا جائے کیونکہ یہ لوگوں کو فریب دینے کا اچھا ذریعہ ہے۔

نماز ختم ہونے کے بعد اس نے کسی مسلمان کو ابوذرؓ کو لینے بھیجا اور لوگوں سے کہنے لگا۔ اس شخص نے مجھے زندہ کر دیا ہے، خدا اس کو زندہ رکھے۔ میں نے رسول خدا سے سن، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد ایسے سربراہان مملکت آئیں گے کہ کسی کو ان سے مخالفت کا یار نہیں ہوگا، یہ لوگ میمون (بندر کی ایک قسم) کی طرح خود کو بہت جلد آگ میں جھوک دیں گے۔

نماز جمعہ ختم ہوئی، معاویہ اپنے محل کو لوٹا، وہ غصے سے دانت پیش رہا تھا، غرار ہا تھا اور اندر ہی اندر دیکھ رہا تھا، اس کی قوم کے چند لوگ اس کے کمرے میں داخل ہوئے اور اس کو دیکھ کر حیران ہی رہ گئے، ان میں سے ایک نے پوچھا کیا بات ہے؟

ابوذرؓ نے مجھے بیچارہ کر دیا ہے، بخدا اگر ہم اس کو چھوڑ دیں تو لوگ ہمارے

خلاف علم بغاوت بلند کر دیں گے۔

واللہ! میں تمہیں اس کے ہاتھوں چین دلاوں گا۔

اس کے مشن میں زور آوری کوئی اثر نہیں رکھتی۔

تمہیں کیسے معلوم ہے؟

وہ شخص ابوذرؑ کے گھر کی طرف پکا، اس نے بڑی شدت سے خوفناک انداز میں دروازے کو پیٹا، دروازہ کھلا، ابوذرؑ کی نظر اس پر پڑی، لیکن اس نے اس کو نہیں پیچانا، لیکن اس کے پھرے سے شر کے اثرات اس نے پڑھ لئے، کہنے لگا، کہ خیر تو ہے ا نہیں ابوذرؑ! خیر نہیں شر ہے اگر تو نے معاویہ کے ساتھ مبارزہ اور لوگوں کو شورش پا کرنے پر آمادہ کرنا نہ چھوڑا تو آج سے تمہارے لئے اس روئے زمین پر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

مجھے موت سے قطعاً کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہے۔

ابوذرؑ اس کام سے دستبردار ہو جاؤ اور معاویہ کو غصہ نہ دلاو، کیونکہ اسی میں تمہارے لئے مصلحت ہے!

میرے لئے معاویہ کو اشتغال دلانا بہتر ہے، میں اپنے خدا کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ اپنے کو خطرے میں مت ڈالوں لوگوں کے دلوں کو ہمارے خلاف مت اکساؤ اور اپنی اس دعوت سے ہاتھ کھینچ لو۔

بحدا میں دستبردار نہیں ہوں گا تاوقتیکہ دولت تمام مسلمین میں تقسیم نہ ہو جائے۔ خدا کی قسم اہم خوب جانتے ہیں کہ تو کس کے لئے اپنے سینے پر پھر مار رہا ہے، واللہ! اگر تم اس کام سے باز نہ آئے تو عذاب کے کوڑے تم پر بر سادیں گے۔ بحدا!

جب تک تم لوگ کتاب خدا کی طرف نہیں لوٹو گے میں اس مبارزہ سے نہیں ٹلوں گا۔

اس شخص نے اپنا سر جھکا لیا اور بیچارگی کے عالم میں خاموش ہو گیا کہ اب ابوذرؓ پر کونسا حرب آزمائے، حکمی کا تو اس پر ذرا سا بھی اثر نہیں ہوتا، اس کو لائق دے شاید یہ بندہ جس کو حکمی سے بھی چین نہیں آتا، وہ اس طریقے سے رام ہو جائے۔
 اے ابوذرؓ! تیری ماں تیرا سوگ منائے، علیٰ تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی نقصان کو تجھ سے دوز کر سکتا ہے، لیکن معاویہ کی دولت تو ایک شخصیں مارتا ہوا سمندر ہے جو تمہرے اختیار میں ہے۔
 مجھے تمہاری دولت کی کوئی حاجت نہیں ہے، میں بس خدا تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہوں اس کے علاوہ مجھے اور کوئی طمع نہیں ہے۔

میں نے تجھ سے کہا ہے کہ تم خود اپنے قتل کے درپے ہو اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا مار رہے ہوں

میرے لئے موت اس زندگی سے بہتر ہے۔

ابوذرؓ ہر طرف سے شدید مصائب میں گھرا ہوا تھا، بنی امیہ کے ہاتھوں اسے مسلسل ایذا میں مل رہی تھیں، اس کی تنخواہ کا سلسہ بھی ختم ہو چکا تھا اور ان کا دباؤ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا، مگر ابوذرؓ نہ صرف ایک لمحے کے لئے بھی اس جنگ میں ست نہیں ہوا بلکہ اس نے زر پرستوں کے خلاف اپنا جدال تیز تر کر دیا اور وہ معاویہ کو کھلم کھلا برا بھلا کھتنا تھا۔ وہ عثمانؓ کی حکومت کے بیرون سے مذہب کا ہتھیار چھینتا رہا اور ان کے چہروں سے نقدس کا نقاب چاک کرتا رہا، ایک دن عوام کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا، بنی امیہ مجھے فخر اور قتل کی حکمی دیتے ہیں، میں تو فخر کو غلٹی سے زیادہ پسند کرتا ہوں اور زمین کے نچلے حصے کو اوپر والے حصے سے بہتر خیال کرتا ہوں۔ اے دولتمندوں کے گروہ! خدا کا مال اس کے بندوں کو واپس کرو اور یہ نہ کہو کہ خدا کا یا تھے بندھا ہوا ہے۔

وہ فقیر ہے ہم غنی ہیں۔

”ماساواں کے نہیں کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا بدلہ ہے۔ پس جہاں تک تم سے ہو سکے تم اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرج کرو یہ تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے محل سے بچا لیا گیا، پس وہی لوگ فلاخ پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو گے، وہ اسے تمہارے لئے ڈگنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ قدر کرنے والا بردبار ہے، وہ غیب اور ظاہر کا جانے والا زبردست حکمت والا ہے۔“

(سورہ تغابن کی آخری آیات)

اس دن بھی ابوذرؓ نے سرمایہ داروں کے خلاف اپنے پے در پے جملے چاری رکھے، وہ ان کو عوام الناس میں برابر تقسیم شروت کی دعوت دیتا رہا، حتیٰ کہ رات ہو گئی، پھر وہ اپنے گھر کی طرف چل دیا، راستے میں اسے یاد آیا کہ اس نے گھر میں اپنی بیمار بیٹی کو چھوڑا تھا، اس کا مرض انتہائی شدید صورت اختیار کر چکا ہے اور وہ خود صبح سے اب تک تبلیغات اور مبارزہ میں سرگرم عمل رہا ہے اور چھوٹی سی بیٹی کو بھول گیا، اچانک اسے احساس ہوا کہ اس کے دل کی گھرائیوں سے ایک آواز بلند ہوئی، اس آیت کی بازگشت سے گویا اس کے کانوں پر ہتھوڑے برس رہے تھے:

اَفْهَمَا اَمْوَالُ الْكُمْرِ وَ اَوْلَادُ الْكُمْرِ فِتْنَةٌ

اَفْهَمَا اَمْوَالُ الْكُمْرِ وَ اَوْلَادُ الْكُمْرِ فِتْنَةٌ

یہ آواز دیہرے دیہرے بلند تر ہوئی رہی، یہاں تک کہ اس کی زبان سے گئی

اور اس کی سرگوشیاں اس کی سماحت میں ختم ہو گئیں، اب وہ اس کو بخوبی سن سکتا تھا، ابوذرؓ اسی طرح سر کو جھکائے سوچوں میں گم تھا، یہاں تک کہ اس کا گھر آ گیا، تیزی سے وہ گھر میں داخل ہوا، اپنی بیٹی کو دیکھا کہ ایک کپڑے میں لپٹی ہوئی بستر میں پڑی ہے، اس کی والدہ اس کے پاس خاموشی سے بیٹھی ہے، غم کے گھرے سائے اس کے پھرے سے نمایاں ہیں، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں، جب اس نے اپنے شوہر کو دیکھا تو غم و اندوہ کی گرد سے اس کا گلارندھنے لگا، اس نے ایک چینچ ماری اور رونے لگی، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھٹری لگ گئی، ابوذرؓ نے کسی سوچ میں سر کو جھکالایا اور اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں اور زیریں آہستہ سے کھا۔

ہم اس خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف واپس چلے جائیں

۔ ۔ ۔

پھر وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا، اپنے سر کو گریباں تک جھکایا، ایک غناک سا شانا پورے گھر پر چھایا ہوا تھا، ابوذرؓ کو وہ دن یاد آ گیا جب قریش کے اسلام لانے سے پہلے وہ پیغمبرؐ کے ساتھ مدینے میں تھا۔ ایک مرتبہ قریش کے راہبروں نے مدینے پر شب خون مارا تو اس کے بیٹے کو مارڈ والا اور بھاگ گئے، پیغمبر اسلامؐ نے اس کو تسلی دی، پھر زیریں کہا، طاقت اور توانائی صرف خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہے، لوگ مرنے کے لئے جنم لیتے ہیں اور عمارتیں ویرانی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔

ابوذرؓ نے اپنے تند و تیز جملے نئے سرے سے شروع کر دیئے، وہ زر پرستوں کو دردناک عذاب سے ڈرایا تھا، اس نے معاویہ کے اقتدار کو متنزل کر رکھا تھا، معاویہ کوئی چارہ کا رسوج رہا تھا کہ کس طرح اس سے اپنی خلاصی کروائے اور کس طرح اس خطرناک فسادی شخص کو درمیان سے نکال دے؟ آخر کار اس کے ذہن میں آیا کہ اس

شخص کو جو کہ اتنی شدت سے سرمایہ داری اور زر اندازی کے خلاف جہاد کر رہا ہے اور سرمایہ داروں اور زر پرستوں پر حملے کر رہا ہے، کو بدنام اور داغدار ثابت کر دے اور اس کے بارے میں لوگوں کو بتائے کہ خود اس نے اپنے پاس بہت سا سیم وزور جمع کر رکھا ہے، کیونکہ تقویٰ تنہا مجاہد کا ہتھیار ہے، اب کیسے اس پر عمل کیا جائے؟

معاویہ نے سوچا کہ اب اس پر عمل درآمد کی کوئی تدبیر سوچی جائے، بنی امیہ کی سلطنت کو ایک بہت بڑی ہمہ درپیش تھی اور حاکم طبقے کے لئے ایک بہت بڑا خطہ و حکمی کا کام کر رہا تھا، معاویہ نے اپنے افکار کو چقماق کی طرح رگڑا، حتیٰ کہ اس میں سے بھلی کا ایک کونڈا لپا جس نے ابوذر کی طرف سے ہونے والی تبلیغات کے تاریک ماحول کو روشن و منور کر دیا۔ آخر کار اس نے ایک اطمینان بخش راستہ نکال لیا اور اس کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد اپنے ہدف کو پالے گا، اس نے اپنے ارادے کو حکم کیا، ایک خادم کو آواز دی، اس کو ہزار دینار دیئے، اس کو نصف شب میں ابوذر کے پاس بھیجا۔ وہ رات گزری صحیح جب معاویہ نماز تمام کر چکا تو قاصد کو آواز دے کر کہا، جاؤ ابوذر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے معاویہ نے اتنا مارا ہے کہ میرا بدن زخمی ہو گیا ہے، مجھے اس نے کل رات کی اور کے پاس بھیجا تھا، میں غلطی سے رقم لے کر تمہارے پاس آ گیا۔

وہ قاصد چلا گیا اور ابوذر کو دیکھا اور جو کچھ معاویہ نے اس کو حکم دیا تھا، اس نے کہا۔ ابوذر کہنے لگا: میرے چھوٹے سے بیٹے! اس سے کہہ دؤ خدا کی قسم! تمہارے پیسے رات سے لے کر صحیح تک بھی میرے پاس نہیں رہے، مجھے تین دن کی مہلت دوتا کہ میں ان کو جمع کروں۔ معاویہ سمجھ گیا کہ ابوذر نے ہزار دینار لینے کے فوراً بعد فقراء میں تقسیم کر دیے ہیں، وہ اس رقم کو ایک رات بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکا، اس کو یقین ہو گیا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے اب اس کا تیر خطا ہو چکا تھا۔

سہمہ سہمہ کر اس کی رانوں کی کھال اکھڑگئی۔ موت اس کے شینے پر سخت دباؤ ڈال رہی تھی، اس پر شدید غم و اندوہ کی کیفیت طاری تھی، وہ سوچ رہا تھا کہ یورپی نژاد غلاموں کا اس کے ساتھ غلط برتاؤ، اس پر مستزاد یہ کہ سفر کی بے انہما صعوبتیں ایک اسلامی معاشرے میں یہ سب کہاں جائز ہے؟ پیغمبر نے تو طبقاتی منافرتوں کی نفعی کرنا سمجھائی تھی اور ایک استوار معاشرے کی بنیاد رکھی تھی، لیکن ان لوگوں کے رویے اس اصلاحی معاشرے کی چیزیں کاٹ رہے تھے۔ ان باتوں سے ابوذر بہت ہی غمزدہ اور نا امید سا ہو گیا تھا، اونٹ کشتنی کی طرح بڑی تیزی سے صحراء پر کر رہا تھا، ابوذر "مستقل خاموش اور پریشان ساتھا، غم اور شدید تھکن کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے۔ اس کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ وہ یہ سب سختیاں اور رنج صرف اس لئے سہمہ رہا ہے کہ جو کچھ خدا کی کتاب میں آیا ہے اس کی پیدا وی کر رہا ہے اور لوگوں کو یہی کی طرف بلاتا ہے، پھر وہ دن اس کو یاد آیا جب وہ اور پیغمبر مذینے میں چلے جا رہے تھے پیغمبر نے اسے کہا: میرے بعد بہت جلد تم پر مصیبت آنے والی ہے۔

ابوذر نے پوچھا: کیا خدا کی راہ میں؟ جواب دیا کہ ہاں خدا کی راہ میں۔ وہ کہنے لگا: میں خدا کی رضا کے ساتھ راضی ہوں۔ اس کا دل اطمینان اور ثابت قدمی سے سرشار سا ہو گیا، نا امیدی اور غم کے گھرے بادل جو اس کے چہرے پر چھائے ہوئے تھے، وہ چھٹ گئے اس کو یک گونہ روحانی سکون ملا، اب اس راستے میں مزید رنج و غم سنبھ کے لئے وہ اپنے اندر زیادہ ظرفیت محسوس کر رہا تھا۔

ابوذر کو بغیر ایک منٹ کی مہلت دیئے وہ تیزی سے بھگائے لے جا رہے تھے، وہ بھی بھتی سختیاں اور شکلیں دیکھتا، اس کی پر عظمت روح میں ضم ہو جاتیں، اس کا دل خدا کی سپرد داری میں تھا، اس کے پیش نظر تو عثمانی سلطنت اور معاویہ کے بزر محل کا

مبارزہ تھا وہ اس زر اندوز اور سرمایہ دار طبقے کے بارے میں قفر میں غلطان و پیچاں تھا۔ جنہوں نے سرمایہ اندوزی میں لمبے ہاتھ مارے ہیں اور معاشرے کے ایک دوسرے طبقے کو زندگی کی نعمات سے کلی طور پر محروم کر کے رکھ دیا ہے۔ اسلام کا خوفناک مستقبل اہل بیت محدث کی محرومی، حق علیؐ کی پامالی اور اس کی اپنی بدختی، اس کے پیارے دوست پیغمبر اسلامؐ کا لائق محبت چہرہ، یہ سب کچھ وہ دور افق کے پار دیکھ رہا تھا، جو چہرہ اس کو غم کے بادلوں کی اوٹ سے دکھائی دے رہا تھا، اس پر ایک اطمینان بخش ابدی سکون اور مسکراہٹ تھی جو کہ ابوذرؓ کے لئے جائز تھی۔ ابوذرؓ نے انہی خوبصورت افکار میں خود کو مشغول کر لیا تاکہ اس کو ان وحشیوں کی ایذاوں اور عثمانؓ و معاویہ کی طرف سے دیئے جانے والے دکھوں کا احساس ہی نہ ہو۔ اس دوست اور محبوب رہبرؓ کی شیریں یادیں اس ناقواں جان وتن کے دکھوں اور زخموں پر مرہم کا کام کر رہی تھیں۔

غروب آفتاب کے وقت مدینہ دور سے دکھائی دیئے گا، اذاب مغرب کی خوش کن اور روح پرور آواز سے ابوذرؓ بے خودی کی کیفیت سے نکل آیا، کوہ سلع کے نزدیک اس نے ایک گروہ کو دیکھا جو دائرے کی صورت میں بیٹھے تھے، اس نے دور سے چند بار یہ آواز بلند کی۔

مدینے کے لوگوں کو آئندہ مستقبل قریب میں پیش آنے والی تاریخی جنگ کی

خبر دے دو۔

سوار پھاڑ کے دامن کے قریب ہوا۔

عثمانؓ اور علیؐ اور دوسرے چند لوگ تھے۔

عثمانؓ اے جنبد! خدا کسی آنکھ کو تجھے دیکھنے کے لئے روشن نہ

کرے۔ (جنبد کا مخفف حقارت سے بلانے کیلئے جنبد بن)

ابوذرؓ میں جذب ہوں، رسول خدا نے میرا نام عبد اللہ رکھا ہے اور میں اس نام کو اپنے نام پر ترجیح دیتا ہوں جو پیغمبر اسلامؐ نے میرے لئے منتخب کیا۔ عثمانؓ شام کے لوگ تیری زبان کے ڈنگ کی اتنی شکایت کیوں کرتے ہیں؟ ابوذرؓ وہ سرمایہ اندوزی کرتے تھے اور میں ان کو آتشیں سلاخوں سے جسموں کو دانے جانے کی خبر سناتا تھا۔

عثمانؓ تیرا یہ خیال کہ ہم کہتے ہیں خدا کے ہاتھ بند ہے ہوئے ہیں وہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں؟

ابوذرؓ اگر تم اس طرح خیال نہیں کرتے تو پھر خدا کا ماں اس کے بندوں میں تقسیم کر دو میں نے تمہیں نصیحت کی تم نے مجھے خیانت کا رسخا، تیرے دوست کو نصیحت کی تو اس نے بھی مجھے خائن سمجھا۔

عثمانؓ تو جھوٹ بولتا ہے تو شورش پاپا کرنا چاہتا ہے اور یہی تیرا مسلک ہے تو نے شام کو بھی ہمارے خلاف بھڑکایا ہے۔

ابوذرؓ اپنے دونوں دوستوں کے نظام حکومت کی پیروی کرو تو پھر تم سے کسی کو بھی کوئی سروکار نہ ہو۔

عثمانؓ تجھے ہمارے ان کاموں سے کیا؟ بی ماڑا
ابوذرؓ بخدا! سوائے امر بالمعروف اور نبی عن امکن کے میرے پاس کوئی دوسرا جواز نہیں ہے۔

عثمانؓ کے چہرے پر غصے کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ چینا کہ مجھے بتاؤ میں اس جھوٹی بڑھے شخص کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس کو ماروں پیٹوں؟ کیا اس کو مار ڈالوں؟ اس نے تمام مجمع مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دیا ہے، کیا میں اسے اسلامی

ملکت سے جلاوطن کر دوں؟

علیٰ میں تمہیں وہ بتاتا ہوں جو مومن آل فرعون نے کہا تھا۔

”اگر وہ جھوٹا ہو گا تو خود ہی اپنے جھوٹ کی لپیٹ میں آجائے گا اور اگر صحا ہو گا تو جو کچھ وہ تمہارے لئے پیش بنی کرتا ہے وہ تمہیں پہنچ جائے گا۔“ (سورہ غافر، آیت ۲۷۸ کا کچھ حصہ)

عثمانؑ نے بڑی درشتی سے علیؑ کو جواب دیا اور ابوذرؓ پر یہ تہمت الگائی کہ وہ

علیؑ کا حمایتی ہے علیؑ نے بھی بڑے سخت الفاظ میں اسے جواب دیا، لزاںی جھگڑا بڑھتا گیا، لوگوں نے ثالث کا رواز ادا کیا، پھر فریقین کو خشنا کیا گیا۔ آخر میں عثمانؑ کہنے لگا۔ میں ابوذرؓ کے ساتھ ہم نہیں اور لوگوں کی ابوذرؓ کے ساتھ گفتگو کو حرام قرار دیتا ہوں۔ ابوذرؓ عثمانؑ کے سامنے سے چلا گیا، عثمانؑ کے حکم کے بر عکس اتنے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے جیسے انہوں نے ابوذرؓ کو دیکھا ہی نہیں تھا، وہ والہانہ انداز میں اس کی باتیں سنتے تھے۔ عثمانؑ نے حکم دیا تھا کہ اس سے کوئی فتوی نہ لے، لیکن ابوذرؓ کے فتوے تو غائبانہ بھی صادر ہوتے تھے۔

ایک دن وہ مسجد میں بیٹھا تھا، ایک شخص آیا اور اس سے پوچھنے لگا، عثمانؑ کے ماہورین مالیات نے ”حara“ کا مالیات بہت بڑھادیا ہے، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر ہم زیادہ مالیات نہ دینا چاہیں تو اپنے کچھ اموال کو چھپا لیں؟

نہیں اپنے اموال کو رکھیں اور کہیں کہ جو حق نہ تھے وہ لے لو اور جس کا تمہیں حق نہیں پہنچتا وہ چھوڑ دو اور اگر انہوں نے تیرے بارے میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو قیامت کے دن تمہارے حساب میں لکھا جائے گا۔ ان کے درمیان میں سے قریش کے ایک جوان نے کہا۔ اسے ابوذرؓ کیا امیر المؤمنین نے مجھے فتوی دینے سے مسح نہیں کیا

ہے؟

لیکن تم کیا جاسوں ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میری گردن پر تکوار بھی رکھ دیں تو پھر بھی میں پیغمبر اسلامؐ کی زبان مبارک سے سنی ہوئی باتیں دہراتا رہوں گا اور اپنا سر قلم ہونے تک کہتا ہی رہوں گا۔

ابوذرؓ نے سرے سے اپنے مشن کا آغاز کیا، دولت مندوں پر اس کے حملات پہلے سے شدید تر ہو گئے۔ وہ یہی کہتا تھا کہ لوگوں کا مقام برابر ہو طبقاتی اختلافات دور ہوں اور دولت کی قسم صحیح طور پر کی جائے۔ عثمانؓ نے حکم دیا کہ جو آیات قرآنی اور احادیث غریبوں کو ثروت مندوں کے خلاف اکسالی ہیں، ان کے پڑھنے سے اجتناب کرئے، لیکن ابوذرؓ نے پرانیں کی، وہ اسی طرح غلاموں کی آزادی، عوام میں برابری اور مساوات کے نعرے بلند کرتا ہوا عثمانی سلطنت پر حملہ آور ہوتا رہا۔ ایک دن عثمانؓ نے سنا کہ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور وہ بڑی شدت کے ساتھ ان کو مشتعل کر رہا ہے، اس نے ابوذرؓ کو بلا بھیجا، ابوذرؓ آیا، اس نے وہاں کعب الاحرار اور ایک دوسرے گروہ کو دیکھا۔ عثمانؓ نے کہا:

اے ابوذرؓ! اس کام کو تم کب چھوڑو گے؟

ابوذرؓ جب بے ناؤں اور غریبوں کو سرمایہ داروں سے داخل جائے گی۔ عثمان (حاضرین سے مخاطب ہو کر): تمہارے خیال میں جو اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہے تو پھر کیا اس کا کوئی حق رہ جاتا ہے؟

کعب الاحرار نہیں امیر المؤمنین! جب اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ دے دی تو اب اگر وہ ایک گھر، جس کی ایک ایمنٹ سونے کی ہو اور دوسری ایمنٹ چاندی کی ہوؤ وہ بھی بنا لے تو اس کی گردن پر کوئی حق نہیں ہے۔ ابوذرؓ نے اپنی چھتری پوری قوت سے

کعب کے سینے پر ماری اور کہا: اے یہودی زادے! تو نے جھوٹ بولा ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:

”نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کل فرشتوں، کتاب اور سب نبیوں پر ایمان لایا اور خدا کی محبت میں مال، رشتہ داروں، تیہوں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور گرد نیں آزاد کرانے میں دیا اور نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی اور وہ جو اپنے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے والے ہیں اور تیگی، مصیبت میں اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر کو دکھایا اور یہی وہ لوگ ہیں جو تمقی ہیں۔“
(سورہ بقرہ، ۲۷۱)

تو نہیں دیکھتا کہ زکوٰۃ دینے میں اور اپنوں کو مال دینے میں تیہوں بے ناؤں اور غلاموں کو دینے میں فرق رکھا ہے اور ان کو زکوٰۃ دینے میں مقدم رکھا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مال جمع کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عنان: ابوذرؓ آخرون لوگوں کو جبراً تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تقویٰ اپنا کیں، میرا تو فرض ہے کہ احکام الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں اور لوگوں کو میانہ روی کی طرف مائل کروں۔

ابوذرؓ ہم اغذیاء کے ساتھ بھی نہیں چل سکتے، یہاں تک کہ خود ان کے دل میں آئے وہ احسان کریں اور ہمسایوں، بھائیوں کے ساتھ نیکی کریں اور صدقہ رکھی کریں۔

کعب جب کسی نے اپنے مال کی زکوٰۃ دے دی تو پھر اس کی گردان پر اور کوئی دین نہیں رہ جاتا۔

ابوذرؓ نے پھر اپنا عصا اٹھا کر کعب کے سینے پر مارا اور بڑے غصے سے کہا:
اگر کوئی شخص لوگوں کے مال کا مالک بن بیٹھے اور ناقص طور پر ان کے حق پر
ڈاکہ ڈالے پھر اس کی زکوٰۃ دے تو تو کیا اس کو مسلمان کہے گا؟ کیونکہ اس نے تو اپنے
واجبات کی ادائیگی کی ہے۔ اس نے یہ کہا اور انتہائی غصے سے باہر نکل گیا۔

عثمانؓ نے اس کا دل جیتنے کے لئے اپنے غلام کو دوسرو یار کھلوا اور اپنے پیروؤں کو دے دو۔
ابوذرؓ کیا عثمانؓ نے تمام مسلمانوں کو اسی تدریجی بھیجا ہے؟
غلام نہیں۔

ابوذرؓ میں کبھی مسلمانوں میں ایک فرد ہوں، جو مجھے پہنچا ہے، سب کو مانا
چاہئے۔

غلام: عثمانؓ نے کہا ہے یہ میرا اپنا مال ہے اور بخدا اس میں کسی قسم کے حرام
کے روپ پر پیسے کی آمیزش نہیں ہے، میں تمہارے لئے صرف حلال روپیہ ہی بھیج رہا
ہوں۔

ابوذرؓ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے، میں آج امیر ترین لوگوں میں سے ہوں۔
غلام: خدا تجھے نیکی کی توفیق دے ہمیں تو تمہارے گھر میں کوئی چھوٹی موتی
چیز نظر نہیں آتی۔

الْفَضْلُ يَدْعُونَ حَدَّ كِرْبَلَةِ حَدَّ كِرْبَلَةِ حَدَّ كِرْبَلَةِ حَدَّ
پیسوں کو لے کر کیا کروں گا؟ اس کو واپس کر دو۔

عثمانؑ نے چند مرتبہ ایسا کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن اس نے ایک غلام کے ذریعے سود بینار ابوذرؓ کو بھیجے اور کہا۔ اگر ابوذرؓ نے یہ پیسے لے لئے تو تو آزاد ہے۔ غلام قم لے کر ابوذرؓ کے پاس آیا، اس نے یہ روپے قبول نہ کئے غلام نے کہا۔ خدا جسے بخشنے، ان پیسوں کو لے لے کیونکہ میری آزادی تمہارے ان دیناروں کے قبول کرنے میں ہے۔

ابوذرؓ اور میری غلامی ان دیناروں کے لے لینے میں ہے۔ ایک دن عبدالرحمٰن بن عوف کی میراث لا کر رعنائیؑ کے آگے ڈھیر لگایا ہوا تھا، یہ ماں اس قدر زیادہ تھا کہ عثمانؑ اور اس کے کھڑے ہوئے آدمی کے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ کی طرح تھا۔ عثمانؑ نے کہا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ عبدالرحمٰن کو اس کا نیک صندوقے گا، کیونکہ وہ صدقہ دیتا تھا، مہمان نوازی کرتا تھا اور اب جو کچھ قسم دیکھ رہے ہو یہ اس نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔

کعبؑ اے امیر المؤمنین! آپ درست فرماتے ہیں، اس نے حلال کمایا، حلال خرچ کیا اور حلال اپنے پیچھے چھوڑا، خدا نے اس کو دنیا و آخرت کی نیکی عطا کی ہے۔

ابوذرؓ نے یہ ماجرا سننا تو غصے میں بھرا ہوا گھر سے باہر نکل گیا، وہ گلی کو چوں میں کعب کو ڈھونڈ رہا تھا، اس کی حالت غصے میں بچرے ہوئے شیر کی طرح تھی۔ راستے میں اس کو اونٹ کی ایک ہڈی ملی، اس نے اٹھا لی اور کعب کو ڈھونڈنے چل انکلاؤ وہ سرتاپا غصے کی آگ میں جل رہا تھا۔ کعب نے سنا کہ ابوذرؓ اس کا پیچھا کر رہا ہے، وہ خوف کے مبارے عثمانؑ کے پاس پہنچا، ابوذرؓ بھی اس کے پیچھے پہنچ گیا۔ جیسے ہی کعب کی نظر ابوذرؓ پر پڑی، وہ اٹھا اور عثمانؑ کے پیچھے چھپ گیا، ابوذرؓ نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس طرح

کعب کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا، پھر وہ چیخنا: اے یہودی زادے! جو شخص مر گیا ہے اور اس نے یہ سب دولت اپنے پیچھے چھوڑی ہے، تو اس کے لئے کہتا ہے کہ اللہ نے اس کو دنیا و آخرت کی نیکی عطا کی ہے۔

پیغمبر ایک دن احمد کی طرف جا رہے تھے میں ان کے ساتھ تھا، انہوں نے کہا: اے ابوذر! میں نے کہا: جی یا رسول اللہ! فرمایا: سرمایہ دار اگلے جہان میں نادر اور بے نوا ہوں گے۔ پھر فرمایا: ابوذر! میں نے عرض کیا یا رسول خدا! میرے والدین آپ پر قربان ہوں۔ فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ کوہ احمد جتنی دولت راہ خدا میں دوں اور پھر مر جاؤں اور اس میں نے چار جو کے برابرہ جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول خدا! دو بہت بڑے بڑے ذیمر۔ فرمایا: نہیں دو قیراط (۱/۵ گرام) کی انتہائی معمولی مقدار پھر فرمانے لگے۔ اے ابوذر! تو زیادہ چاہتا ہے اور میں کم کا خواہاں ہوں۔

اے یہودی زادے! رسول خدا تو یہ چاہتے ہیں اور تم عبد الرحمن بن عوف کے بارے میں کہتے ہو کہ جو کچھ اس نے چھوڑا ہے حلال ہے۔ مجھے بتاؤ کہ عبد الرحمن یہ سب مال کہاں سے لایا؟ کیا خدا نے آسمان سے اس کے لئے بھیجا؟ یا خوم کے حقوق اور اجرتیں اس نے جمع کی ہوئی تھیں؟ خدا کی قسم اس مال و دولت کا ماں ایسا قیامت کے دن آرزو کرے گا کہ یہ سب مال و ممتاع پچھوؤں کی صورت میں ہی ہوتا تاکہ وہ پچھوؤں کے دل کے جکڑے ہوئے بند بند کوکاٹ تو دیتا۔

پیغمبر فرماتے ہیں کہ ہر مال میں خواہ وہ سونا ہو یا چاندی، اگر اس میں بخل کیا جائے تو وہ گویا اپنے ماں کے لئے آگ ہے جب تک کہ اس کو راہ خدا میں نہ دے دیا

جائے۔

اے کعب! اس وقت تو کہہ رہا تھا کہ ان پیسوں کی ذمہ داری عبد الرحمن پر

نہیں ہے؟ بخدا تو جھوٹ بولتا ہے اور جو کوئی تیرے نظریات کے ساتھ موافق کرتا ہے وہ بھی جھوٹ بولتا ہے۔

عثمانؑ نے کعب سے درخواست کی کہ ابوذرؓ کے اس رویے کی پرواہ کرو پھر ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے غصے سے کہا۔ تیری ایذا میں میرے لئے کس قدر بڑھ گئی ہیں، اپنا رخ موڑ لوتا کہ میں تمہیں نہ دیکھوں، بخدا! تم اور میں ایک جگہ پر نہیں رہ سکتے، جاؤ باہر چلے جاؤ۔

ابوذرؓ عثمانؑ (بہت سکون کے ساتھ) کیا تو نے پیغمبرؐ اور ابوکبرؓ و عمرؓ کو نہیں دیکھا؟ تو ان جیسا رویہ کیوں نہیں اختیار کرتا؟ تم تو ایک ظالم کی طرح میرے ساتھ درشتی سے پیش آتے ہو۔

عثمانؑ (بہت ہی اصرار اور غصے کے ساتھ) جاؤ باہر! ہمارے ملک اور ہماری ہمسایگی سے بھی باہر چلے جاؤ!

ابوذرؓ میں خود تمہاری ہمسایگی سے بیزار ہوں اچھا تو کہاں جاؤں؟

عثمانؑ تو جہاں جانا چاہتا ہے چلا جا!

ابوذرؓ میں مکہ چلا جاتا ہوں۔

عثمانؑ نہیں، والله ایسا نہیں ہو سکتا۔

ابوذرؓ تو مجھے اپنے پروردگار کے گھر جانے سے منع کرتا ہے کہ مرتے دم تک وہاں اپنے پالنے والے کی پرستش نہ کروں؟

عثمانؑ بخدا! میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔

ابوذرؓ تو پھر میں شام جا رہا ہوں جو جنگ و جدل کی سر زمین ہے۔

عثمانؑ نہیں، والله تو نے پہلے ہی شام کو ویران کر دیا تھا، اسی لئے میں تجھے

وہاں سے لا یا تھا، کیا میں اب پھر تجھے شام بھیج دوں؟

ابوذرؓ تو پھر عراق چلا جاتا ہوں۔

عثمانؓ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا، تجھے عراق نہیں جانا چاہئے، عراق

کے لوگ خلیفہ اور اس کے کارندوں کے ساتھ بہت گستاخی سے پیش آتے ہیں۔

ابوذرؓ مصر کی طرف چلا جاتا ہوں۔

عثمانؓ والدنا یہ شہر جو تم نے گتوائے ہیں، ان کے علاوہ کسی اور جگہ کا اختیاب کرو۔

ابوذرؓ (اس کا صبر اب ختم ہو چکا تھا) نہیں بخدا! جن جگہوں کے میں نے نام

لئے ہیں، ان کے علاوہ میں کسی جگہ نہیں جاؤں گا، اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں

مدینے سے کسی دوسری جگہ نہ جاتا، اب جہاں کہیں تیرا دل چاہتا ہے، مجھے جلوطن کر دو۔

عثمانؓ میں تمہیں بیباں لئیں جلوطن کروں گا۔

ابوذرؓ یعنی اب میں عرب کی شہنشی کے بعد بیباں نہیں ہو جاؤں؟

عثمانؓ ہاں!

ابوذرؓ بہت اچھا، تو پھر میں بیباں نجد چلا جاتا ہوں۔

عثمانؓ نہیں تجھے چاہئے کہ مشرق کی طرف کسی دور دراز علاقے میں چلا جا

آج ہی روانہ ہو جاؤ، تجھے میں ربڑہ بھیجنتا ہوں۔ (دربار یوں سے مخاطب ہو کر) ابوذرؓ

کو بیباں سے نکال دوا! اس کو ایک ایسے اونٹ پر سوار کرو جس کی پالان پر کوئی گدی نہ ہو

اور انتہائی سختی کے عالم میں اس کو ربڑہ لے جاؤ تاکہ وہاں اس کا کوئی منس و غنوارہ ہو۔

اب دیکھتے ہیں خدا کیا چاہتا ہے؟

مروان اور دسرے خوشاملی دربار یوں نے ابوذرؓ کو ڈھنڈے سے عثمان کے

محل سے باہر دھکیل دیا۔

ابوذر ربڑہ میں

”تہا زندگی گزارتا ہے، تہا ہی مرتا ہے اور تہا ہی اٹھایا جائے گا۔“ (حمد)

عثمان نے ابوذر کو ربڑہ لے جانے کے لئے مروان کو مقرر کیا اور عام حکم دے دیا کہ کوئی شخص اس کی مشایعت کے لئے نہ جائے اور اس کے راستے میں اس کا ساتھ بھی نہ دے۔ ابوذر اور مروان سورہ ہو کر جل پڑئے تو گوں نے بھی عثمان کے حکم کے مطابق اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ابوذر اپنے گرد و پیش بہت گہری نظرؤں سے دیکھتے ہوئے سب کو وداع کہہ رہا تھا اور اس سلطنت میں جو بد عین اور طرح طرح کی تبدیلیاں حضور کے زمانے سے وجود میں آ گئی تھیں وہ اس کو شہر کے گوشے گوشے میں دکھائی دے رہی تھیں۔ یادوں کا ایک بھوم اٹھا یا، اس نے سر کو نیچے جھکا لیا اور بہت گہری تکلیف دہ سوچوں میں غرق ہو گیا، اس کے کافنوں میں اس دن کی دہنوں دوستوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سرگوشیوں کی صورت میں سنائی دے رہی تھی۔ میرے بعد تم پر بہت جلد ایک مصیبت آئے گی۔

کیا خدا کی راہ میں؟

ہاں ہاں خدا کی راہ میں۔

تو پھر میں خدا کی رضا کے ساتھ راضی ہوں۔

ابوذرؓ نے سراخا کے دیکھا تو وہ بیباں میں چلا جا رہا تھا، خونیں افق کے اس پار پھر اس بوڑھے شخص کو اس لق و دق صحرائیں دیکھ رہا تھا جو کہ حکومت کے نمائندے کی زیرگرانی اپنے جلاوطنی کے مقام پر لے جایا جا رہا تھا، سورج نے اپنا شہری رنگ کا دامن پہاڑوں اور صحراؤں سے سنبھالا اور افق نے اپنی خونیں پلکیں موند لیں۔

اوہر علیؑ کو ابوذرؓ کی جلاوطنی کے بارے میں پتہ چلا، تو بڑی شدت سے روئے حسرت بھرے لبجھ میں کہنے لگے۔ پیغمبرؐ کے فادار دوست کے ساتھ یہ لوگ کیا سلوک کر رہے ہیں؟ پھر وہ خود حسن و حسینؑ، اپنے بھائی عقیل، عبداللہ بن جعفر اور عمار یا سرؑ کے ساتھ ابوذرؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے وہ شہر سے باہر نکلے تو بہت جلد ابوذرؓ تک پہنچ گئے۔ چلتے چلتے علیؑ ابوذرؓ سے آکے آگئے تاکہ اس سے بات کر سکیں، مروان بھی میں پلک پڑا اور آگے آ کر کہنے لگا۔ اے علیؑ! امیر المؤمنین نے ابوذرؓ کی مشایعت اور راستے میں ساتھ دینے سے منع کیا ہوا ہے، اگر تو نہیں جانتا تو اب جان لے۔ علیؑ نے کوئی توجہ نہ کی اور ابوذرؓ کی طرف بڑھ گئے، مروان پھر علیؑ کے آگے آگئا، علیؑ نے کوڑا اس کے اوٹ کے سر پر مارا اور کہا: ایک طرف ہو جاؤ، خدا تجھے جہنم کی آگ میں ڈالے۔

مروان نے علیؑ کو غصے میں اور مضبوط ارادے کے ساتھ دیکھا تو اپنے اوٹ کی لگام پکڑ کر پلٹا اور ابوذرؓ کو ان کے پاس چھوڑ کر داد چاہنے کے لئے شہر کی طرف ہو لیا۔ علیؑ اور ان کے ساتھی ابوذرؓ کے ساتھ چل پڑئے، یہاں تک کہ رہنہ پہنچ گئے وہ اپنی سواریوں سے مچھے اتر پڑے اور بیٹھ گئے اور آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ جدائی کا وقت ہو گیا تو علیؑ اٹھ گئے ابوذرؓ کو یوں لگا جیسے غم کے پھندے کی وجہ سے اس

کا گلا گھٹا جا رہا ہے، قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے، ابوذرؓ نے علیؑ کو شانوں سے پکڑا، وہ اپنی حسرت بھری نگاہیں انؑ کے چہرے سے ہٹانا نہیں چاہتا تھا، اس نے علیؑ کو اپنے سینے سے لگایا، علیؑ نے خاندان محمدؐ کے اس وفادار دوست ابوذرؓ جو کہ محرومین کی پناہ گاہ تھا، کے گرم گرم آنسو اپنے رخساروں پر محسوس کئے، وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ ابوذرؓ کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلا ب المذا چلا آ رہا تھا اور وہ اپنی مشتاق اور تشنہ نگاہوں کو علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے دیدار سے سیراب کر رہا تھا، انہیں غم انگیز لمحے میں روتے ہوئے کہنے لگا۔ اے خاندان رحمت! خدا آپؑ پر اپنی رحمت نازل کرئے میں جب بھی آپؑ کو اور ان دونوں شہزادوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے پیغمبرؐ یاد آ جاتے ہیں۔ مدینہ میں آپؑ کی محبت کے علاوہ میرے لئے کوئی سامان سرت نہ تھا، میں مدینہ اور شام میں عثمانؑ اور معاویہ کے کاندھوں پر ایک بار تھا، عثمانؑ چاہتا تھا کہ میں اس کے اور اس کے ماموں زاد معاویہ کے پاس نہ رہوں، مبارا وہاں ان کے لئے فساد کا باعث ہوں، انہوں نے مجھے ایسی جگہ بھیج دیا ہے کہ سوائے خدا کے میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔

علیؑ اس بوڑھے اور باوفا دوست کو لق و دق صحراء میں تنہا چھوڑ رہے تھے، اس کو اس کی بد بخشی کے حوالے کرتے ہوئے بڑے غمگین لمحے میں بولے، ابوذرؓ تو خدا کی خاطر رنج و غم سہ رہا ہے، چیس تو جس کے لئے کر رہا ہے اسی سے امید رکھا یہ لوگ اپنی دنیا کی خاطر تجوہ سے خوفزدہ ہوئے اور تو اپنے دین کے لئے ان سے ڈرا، جس چیز سے تو ان کو باز رکھنا چاہتا تھا وہ اسی کے نیاز مند ہیں اور وہ تجھے جس چیز سے باز رکھنا چاہتے تو اس سے کس قدرے نیاز ہے؟ تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ آئنے والا کل کس لئے سودمند ہے اور کون زیادہ رشک کے لائق ہے، اگر آسمان و زمین کے

دروازے بھی ایک بندے پر بند ہوں اور وہ بندہ خدا سے ڈرنے والا ہو تو یقیناً وہ ذات اس کی چارہ گری کرتی ہے۔ ابوذرؓ صرف حق کے ساتھ انسیت اختیار کرو اور باطل سے نہ ڈر، تم اگر ان کی دنیا اپنا لیتے تو وہ بقیا تمہیں دوست رکھتے۔

پھر حسنؒ و حسینؒ کی طرف رخ کر کے کہا۔ میرے بیٹوں اپنے چچا کو خدا حافظ کہہ تو عقیلؑ اپنے بھائی کو وداع کرلو جب وہ ابوذرؓ کو خدا حافظ کہہ کر لوئے تو ہر جگہ ایک سنایا اور غمناک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

جب تک وہ سب بیابان میں دکھائی دیتے رہے، ابوذرؓ بھی ان کو اپنی گھری اور حسرت ناک نظروں سے دیکھتا رہا۔

مروان نے عثمانؓ سے علیؓ کے روایے کی شکایت کی، عثمانؓ غصے میں بھرا ہوا اٹھا اور کہنے لگا۔ اسے گروہ مسلمین اکوئی فرمان علیؓ سے جا کر یہ تو معلوم کرے کہ اس نے حکومت کے نمائندے کی فرض کی ادائیگی کے دربار تو یہن کی ہے، اس کو مارا ہے اور میرا قانون توڑا ہے، بخدا میں اس کو ایک طرف بٹھا کر رکھ دوں گا۔

علیؓ مدینہ اوٹے تو لوگ لپک کر آئے اور کہنے لگے کہ چونکہ آپؑ نے ابوذرؓ کی مشایعت کی ہے، امیر المؤمنین آپؑ سے بہت ناراض نہیں۔

علیؓ (تمسخر) میز مسکراہٹ کے ساتھ گھوڑے کا غصہ آخر اس کی لگام پر ہی ہو گا۔ رات ہوئی، علیؓ مسجد میں آئے تو عثمانؓ نے کہا کہ کس چیز نے تھے اس بات پر مجبور کیا کہ تو مروان کے ساتھ ایسا سلوک کرے؟ کس چیز نے تھے میرے آگے گستاخی کی جرات دی؟ تو نے میرے نمائندے اور میرے قانون کو کیوں رد کیا؟

علیؓ: لیکن مروان نے مجھے پہلے روکیا تھا، وہ میرے آگے آگیا، اس لئے میں نے اپنا دفاع کیا، لیکن تمہارے قانون کو میں نے رد نہیں کیا ہے۔

عثمانؑ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں نے ابوذرؓ کو چھوڑ کے آنے سے منع کیا تھا۔

علیؑ کیا ہم تمہارا ہروہ حکم بھی مان لیں جو خدا رسولؐ کی اطاعت کے خلاف ہو؟ بخدا! ہم تو کبھی ایسا نہیں کریں گے۔

عثمانؑ مردان کا بدله دو!

علیؑ کیسا بدله؟

عثمانؑ تو نے اس کے اونٹ کے دونوں کانوں کے درمیان میں تازیانہ مارا

ہے۔

علیؑ یہ لو میرا اونٹ، اگر وہ چاہتا ہے تو آ کر اسی طرح مار لے جسے میں نے مارا تھا۔ بخدا! اگر وہ غالی دے تو میں تجھے دون اور میں جھوٹ نہیں بوتا، میں بس حقیقت کہنا جانتا ہوں۔

عثمانؑ تو اس کو غالی دے اور وہ تجھے نہ دے؟ بخدا تو میری نظر میں مردان سے بہتر نہیں ہے۔ (مردان پیغمبرؐ کے ہاتھوں حلاطن ہوا تھا اور پیغمبرؐ نے اس کے بارے میں کہا تھا: چچکی، چچکلی کا پیغميون پر ملعون (یعنی ملعون، ملعون کا پیغمبرؐ))

علیؑ (غصے سے) ان الفاظ سے توبہ کرہ کیا تم مجھے مردان کے برابر سمجھتے ہو؟ بخدا! میں تجھ سے برتر ہوں، میرا باپ تیرے باپ سے اور میری ماں تیری ماں سے افضل ہے۔

عثمانؑ غصے سے بھر ک اٹھا، پھر اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا، علیؑ بھی اپنے گھر کو لوٹ گئے، النصار اور مہاجرین کا ایک گروہ علیؑ کے گرد جمع ہو گیا، ان کی کوشش تھی کہ علیؑ پر سکون ہو جائیں۔ اگلی صبح لوگ عثمانؑ کے پاس گئے، عثمانؑ نے علیؑ کے بارے میں

شکوہ کیا اور کہنے لگا۔ وہ ہمیشہ میری غلطیاں پکڑتا ہے اور جو لوگ مجھ پر نکتہ چینی کرتے ہیں ان کی حمایت کرتا ہے۔

لوگوں نے صلح کی کوشش کی، یہاں تک کہ موافقت کا راستہ نکل آیا، آخراً علی نے بڑے آرام سے عثمانؑ کی طرف رخ کر کے کہا: ابوذرؓ کی مشائیع کرنے سے میرا نظر یہ مغض خوشنودی خدا کا تھا۔

ابوذرؓ کی جلاوطنی کا سب دلوں پر بہت اثر تھا، ابو درداء نے جب ابوذرؓ کے ملک بدر ہونے کی خبر سنی، تو کہنے لگا: بجدنا! اگر میرا ہاتھ یا کوئی اور عضو بدن کاٹ لیا جاتا تو میں اس کو آزار نہ پہنچاتا۔ کیونکہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے: نیلا آسمان اس پر سایہ فگن نہ ہوانہ ہی تیرہ بخت زمین نے اس کو اپنے پہلو میں جگہ نہ دی، ابوذرؓ خدا کی مخلوق میں راستہ ترین بیکر ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ پیغمبرؐ کے بزرگ صحابی کو جب کوفہ میں ابوذرؓ کی جلاوطنی کی خبر ملی، اس نے ایک خطاب میں کنالیتی کہا: لوگوں کو آپ نے یہ آیت سنی ہے کہ ”تم وہ ہو کہ خود اپنے آپ کو مار ڈالتے ہو اور تم میں سے ایک گروہ اپنی جلاوطنی بھی کرتے ہو۔“ (سورہ بقرہ ۸۵)

حاکم کوفہ ولید نے عثمانؑ کو خبر دی اور عثمانؑ نے حکم دیا کہ اس کو دارالخلافہ بیچ دے۔ عبد اللہ مسعود جب مدینے لایا گیا تو مسجد میں داخل ہوا، عثمانؑ نے اپنے جبشی غلام سے کہا، اس شخص کو مسجد سے نکال دو، اس نے ابن مسعود کو مسجد کی زمین پر پھجا اور اپنے گھر میں قید کر دیا اور اس کو کچھ کھانے کو نہ دیا، یہاں تک کہ اس نے جان جان آفریں کے پر درگردی۔

معاویہ کو خبر ملی کہ عثمانؑ نے ابوذرؓ کو ربڑہ میں جلاوطن کر دیا ہے، اس نے

فیصلہ کیا کہ اس کی بیوی کو بھی اس کے پاس بیچ دے گا۔ ام ذر باہر آئی تو بیویوں کی تحلیلی اس کے ہاتھ میں تھی، معاویہ نے ارد گرد کے لوگوں کو مخاطب کر کے تھیلی انہیں دکھائی اور ابوذرؑ کے بارے میں کنایتہ کہا: دیکھو! جو دنیا میں زہد اختیار کرتا ہے، یہ اس کے پاس کیا کیا کچھ ہے؟

ام ذر: بخدا! یہ نہ درہم ہیں اور نہ دینار یہ چند کھوٹے سکے ہیں جب بھی اس کو تجوہ اعلیٰ تو وہ روز مرہ زندگی کے چھوٹے موٹے خرچوں کے لئے ان کا خرده لے لیا کرتا تھا۔

ام ذر کو بھی رہذا پہنچا دیا گیا، اس نے اپنے شوہر کو دیکھا کہ بیابان میں مسجد بنار ہا ہے۔

اکیلہ دن فیض ریاحی رہذا آیا اور ام ذرؑ سے پوچھا کہ ابوذرؑ کہاں ہے؟

جواب دیا کہ وہ وہاں اپنے کھیتوں پر ہے۔

فیض ابوذرؑ کے آنے کا انتظار کرنے لگا، پھر کیا دیکھتا ہے کہ ابوذرؑ آ رہا ہے اور اپنے دو اونٹوں کو اپنے پیچے کھینچ رہا ہے اور دونوں کی گرفتوں پر ایک ایک مشکل لٹک رہی ہے، ابوذرؑ نے مشکلیں زمین پر رکھیں۔ فیض آگے بڑھ کر کہنے لگا: اے ابوذر! لوگوں کے درمیان اور کوئی ایسا ناخواجہ تیرے دیدار سے میرے جتنا خوش بھی ہوتا اور پریشان بھی!

ابوذرؑ! خدا تیرے باپ کو بخشنے یہ دونوں سمجھا کیسے ہو سکتی ہیں؟

فیض میں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کیا تھا، تم سے ملاقات کے بعد مجھے امید تھی کہ تم میری توبہ کے لئے کوئی چارہ سازی کرو گے اور میں خوفزدہ بھی تھا کہ تم یہ کہہ دے گے کہ تمہاری توبہ قبول ہونے کے قابل نہیں ہے۔

ابوذرؓ کیا زمانہ جالیت میں ایسے ہوا؟

قصیم: ہاں!

ابوذرؓ گزری ہوئی باقوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا ہے۔

حج کا موسم آیا، ربڑہ میں لوگوں کا آنا جانا بہت زیادہ ہو گیا۔ جو حجاج ربڑہ سے گزرتے وہ مسجد ابوذرؓ میں نماز پڑھتے تھے پھر اس بزرگ صحابی کے پاس بیٹھ کر بات چیت کرتے۔ ایک دن حاج کا ایک گروہ ربڑہ آیا، ابوذرؓ کو نماز پر کھڑے دیکھا انہوں نے نماز ختم ہونے تک صبر کیا، پھر اس نے ان کی طرف اپنارخ کیا اور کہنے لگا: اپنے خیرخواہ اور مہربان کی طرف لپک کر جاؤ! پھر وہ رونے لگا۔ جب اس کے گریہ نے شدت اختیار کی تو کہنے لگا: مجھے اس استیاق نے مارڈا لا کہ میں اس تک نہیں پہنچ پاں گا۔

وہ جس تک تو نہیں پہنچ سکتا، ابوذر اور کوئی چیز ہے؟

لبی آرزو۔

لوگ اس کے گرد بیٹھ گئے، بعض نے اس کی تالیف قلب کے لئے عثمانؓ کے بارے میں باقی شروع کر دیں، لیکن ابوذرؓ نے ان کو اس کام سے منع کر دیا، اٹھا اور ملازم کے ساتھ چلا گیا۔ مفرور بن سوید نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ ابوذرؓ نے بالکل اپنے خادم جیسا لباس پہن رکھا ہے، اس نے بڑی حرمت سے اس کی وجہ ابوذرؓ سے پوچھی، ابوذرؓ نے کہا:

رسول خدا نے مجھے فرمایا کہ تمہارے ملازم تمہارے بھائی ہیں کہ اللہ نے ان کو تمہارا متحکم قرار دیا ہے، جس کا بھائی اس کا ماتحت ہو تو چاہئے کہ اپنے جیسی خدا اس کو دے اور اپنے جیسا لباس اس کو پہنائے اور جس کام کو کرنے میں خود عاجز ہو اس کو

بھی نہ کہنے سخت کاموں میں اس کی معاونت کرے۔ ابوذر اپنے خیے میں چلا گیا اور جا کر خیے کے آگے پڑی بوری پر بیٹھ گیا، جس شخص نے ابوذر کی بیوی کو سیاہ رنگ پژمردہ گرد آلو دچھرے کے ساتھ دیکھا تھا وہ ابوذر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اس کی طرف رخ کر کے بڑی ہمدردی سے کہنے لگا: تیرا کوئی بیٹا باقی نہیں رہا ہے۔ خدا کا شکر کہ جس نے ان کو اس جہان فنا سے جہان بقاء کی طرف ذخیرہ کر دیا ہے۔

اے ابوذر! اس عورت کے علاوہ تم کسی اور سے نکاح کر لیتے۔ میں ایک ایسی عورت کو زوجہ بناؤں جو مجھے عاجزی کا درس دے ایسی عورت اس سے بہتر ہے جو مجھے مغروہ بنادے۔

کیا بہتر نہیں تھا کہ تم اس سے بہتر چادر کا انتخاب کرتے؟

اے اللہ! بخشنش! جو کچھ تیرے آگے آگیا وہ لے لے۔

(یہ ان اختلافی موارد میں سے ایک اور ابوذر کی زندگی کے تاریک پہلوؤں میں سے ہے) حاجج چلے گئے اور ابوذر اور اس کی بیوی رہنے میں رہ گئے۔ وقت کی گاڑی چلتی رہی اور ان واقعات کو آنے والوں کے لئے لے جاتی رہی، ابوذر دن رات خدا کے حضور گرگرا تراہتا اور اس وسیع و خاموش صحرائیں خدا کو اپنے قریب تر محسوس کرتا۔ اس نے عثمان سے خاتہ کعبہ کی زیارت کی اجازت حاصل کی اور مکہ کی طرف روانہ ہوا، یہاں تک کہ کعبہ پہنچ گیا اور اس کے برادر کھڑا ہو کر فریاد کرنے لگا:

اے لوگو! میں غفار بستی کا جندب نامی شخص ہوں اپنے خیر خواہ اور شفیق بھائی کی طرف لیک کر آؤ، لوگوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ لیا، پھر وہ کہنے لگا: کیا تم میں سے کوئی سفر پر جائے گا تو اپنا تو شہ کیا ساتھ نہیں لے گا؟ کیوں نہیں؟

قیامت کے راستے کا سفر بہت لمبا ہے، جو کچھ تمہارے کام آنا ہے وہ لمے لو۔
کیا چیز ہمارے کام آئے گی؟

اہم کاموں کی انجام دہی کے لئے خانہ خدا کی زیارت کے لئے آؤ، روز حشر
کی خاطر پتے دنوں میں روزہ رکھو، وحشت قبر سے بچنے کے لئے آدمی رات کو درکعت
نماز پڑھو لبے دنوں میں بس حق بات کہو اور باطل سے خاموشی اختیار کرو اپنے اموال
میں سے خدا کی راہ میں دو شایدیں دینا کی خیتوں سے تمہیں آسودگی مل جائے۔ دنیا کی
زندگی کے دو حصے کوڈ پہلا نصف جتوئے حلال میں دوسرا نصف طلب آخرت میں
صرف کرو تیرا حصہ تمہارے لئے زیاد کا باعث ہے وہ تمہیں منفعت نہیں دے گا، اس
لئے اس کو چھوڑ دو۔ اسی طرح دولت کے بھی دو حصے کرو نصف اول کو اپنے گھر
والوں کے لئے خرچ کرو اور دوسرا نصف کو اگلے جہان میں اپنے لئے بیج دو، تیرا
تمہارے لئے ضرر کا باعث ہے وہ تمہیں فائدہ نہیں دے گا، اس لئے چھوڑ دو۔

ابوذر نے حج مکمل کیا اور مٹی چلا گیا، اس کو لوگوں نے بتایا کہ عثمان نے سفر
میں چار رکعت نماز پڑھی ہے، اس کے چھرے پر غضب کے آثار محدود رہوئے، اس نے
چلا کر عثمان سے کہا، میں نے رسول خدا کے ساتھ سفر میں نماز پڑھی ہے، وہ تو درکعت
پڑھتے ہیں، میں نے ابو بکر اور عمر کے ساتھ بھی اسی طرح نماز پڑھی ہے، تو عثمان پھر کس
طرح پوری نماز پڑھتا ہے؟

پھر اس نے کھڑے ہو کر خود بھی چار رکعت نماز پڑھی، جو لوگ قریب موجود
تھے وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئے اور جب وہ نماز مکمل کر چکا تو لوگوں نے کہا، تو نے اسی
بات کے لئے امیر المؤمنین کی غلطی کوئی پوچھی، لیکن وہی تم خود بھی انجام دے رہے ہو،
نفاق کا باعث بنانا نسبتاً برا ہے!

ابوذر ربڑہ کی طرف لوٹ گیا، اب یہاں سے اس کی زندگی کا ٹکنیں دور شروع ہوتا ہے مالی بدهالی کی وجہ سے وہ انہماں اذیت میں تھا اس کی بیوی بیٹی اور بیٹا بھوک سے بے حال ہو چکے تھے۔ ان تمام خیتوں اور مشقتوں کے مقابلے میں اس کو یہ اطمینان تھا کہ یہ سب پریشانیاں اور صعوبتیں وہ راہ خدا میں غریبوں اور ناداروں کی آزادی کی خاطر جیل رہا ہے وہ ہر دکھ اور مصیبت اپنی جان پر سہہ رہا تھا۔ اس کے پاس جو چند بکریاں تھیں، جن پر اس کا اور اس کے خاندان کی زندگی کا دار و مدار تھا، وہ بھی ایک ایک کر کے لفڑ ہو گئیں، اب وہ فقر و ناداری اور بھوک کے شکنچے میں تھے، ان کی زندگی شکل سے مشکل تر ہو رہی تھی، یہاں تک کہ آخر کار اس کی بیوی اسی ایک کے سامنے بھوک سے بلبلاتے ہوئے جان دے دی، لیکن فقر و ناداری کا دیویاں ایک کے نگئے سے یہ نہیں ہوا، اب وہ اس کے بیٹے پر حملہ آور ہوا۔ ابوذر سہم کر سوچنے لگا کہ اب اگر اس کا بیٹا بھی بھوک سے بیٹا ہو کر دم توڑ دے گا تو اس کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہو گی، وہ انھا اور اس نے مدینے کی راہ میں اور سیدھا خلیفہ رسول عثمانؐ کے دولت پاؤ آشنا نے پر پہنچا۔ اس کا قدر لمبا تھا، کمر جھکی ہوئی اور وہ پہنچنے پرانے لباس میں ملبوس تھا، اس کا گندی چہرہ غم و اندوہ اور تنگ حادث زمانہ کا مظہر دکھائی دیتا تھا، اس کے بال سفید تھے اور اس کی گہری گہری نگاہوں سے اس کے ارادوں کی مضبوطی جھلک رہی تھی۔ وہ عثمانؐ اور اس کے خوشامدی، زر پرست حاشیہ نشینوں کے پاس پہنچا، اس کے وجود پر لوگوں کی ملی جملی نگاہیں گزی ہوئی تھیں، جن میں خوف، شفقت اور احترام کے جذبات محسوس ہو رہے تھے وہ عثمانؐ کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا اور اپنی ذمہنی نگاہیں اس کے چہرے پر کاڑ دیں اور بہت بیکاری کرنے والیں اپنے گھر سے نکال کر ایک ایسی سر زمین پر بیٹھ ڈیا ہے۔

عثمانؐ! تو نے مجھے میرے گھر سے نکال کر ایک ایسی سر زمین پر بیٹھ ڈیا ہے۔

جہاں نہ کچھ کھانے پینے کو ملتا ہے نہ کچھ اگتا ہے میرے پاس سوائے چند بکریوں کے کچھ بھی نہیں جو ابھی دودھ دینے کے قابل نہیں ہوئیں وہاں سوائے میری بیوی کے کوئی میر انگکار اور خدمت گار نہیں ہے وہاں لق و دق صحرائیں میرا تھاں سامنے ایک درخت ہے عثمانؑ مجھے چند بکریاں اور ایک خدمت گار دے دوتا کہ میں زندگی گزار سکوں۔ عثمانؑ نے اپنا رخ موڑ لیا ایسے ہیے اس نے ابوذرؓ کی باتیں بالکل بھی نہیں سنھیں، اب ابوذرؓ پھر عثمانؑ کی دوسری طرف جا کر بالکل اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنا تقاضا دہرا لیا۔

حیب بن مسلم عثمانؑ کے درباریوں میں سے تھا اس کا دل ابوذرؓ کے حالات سن کر کڑھا کہنے لگا تیرے ہزار درہم پانچ سو بکریاں اور ایک ملازم میرے پاس ہے۔ پیسے بکریاں اور خادم کی ایسے کو دے دو جو مجھ سے محتاج تر ہوئیں تو وہ حق لینا چاہتا ہوں جس کا قرآن بھی قائل ہے۔ اسی دوران علیؑ داخل ہوئے۔

عثمانؑ: (علیؑ سے مخاطب ہو کر) اس اپنے سر پھرے یوقوف کو ہمارے سر سے کیوں نہیں ٹالتے؟

علیؑ: کون یوقوف؟

عثمانؑ: ابوذرؓ

علیؑ: وہ یوقوف نہیں ہے خدا کی قسم! میں نے بیشتر سے سنا کہ ابوذرؓ عفت،

پارسائی اور فرقتوں میں سعیٰ بن مریم کی مانند ہے۔

ابوذرؓ نے عثمانؑ کی باشیں سیکھنے میں محل سے محل گیا اور جھی اس کے

بیچھے اس کو آوازیں دی گئیں اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر اپنی منزل کی طرف

ربذہ کو لوٹ گیا۔ جب اپنے بھی کے پاس پہنچا تو اس کی بیوی بیچاری اپنے بیٹے کے جنازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس کے بیٹے نے اسی لمحے بھوک سے جان بلب ہو کر جان دے دی تھی، وہ بد نفیس بیٹھی ہوئی رورہی تھی۔ ابوذر نے یہ جان لیا کہ گرفتگی کے باعث اس کا پیارا بیٹا بھی موت کے منڈ میں چلا گیا۔

یہ جگر پاش سانحہ بھلانے کے لئے اس نے لمحے بھر کے لئے اپنی آنکھیں موند لیں، خود کو اس نے خدا کے حوالے کیا اور اس کی خوشنودی کو اس روح فرسا حادثے کا بدل قرار دیا، اچانک اس نے بڑی جرات کے ساتھ بند آنکھیں کھولیں، اپنے رخساروں پر بہتے ہوئے آنسوؤں کو پوچھا اور اس حال میں اپنے بیٹے کا مردہ جسد انھیما ک غم کی آگ کے شعلے اس کے دل کو جلانے دے رہے تھے، اپنے بیٹے کو اس نے کفن پہنایا اور زمین کے بینے میں چھپا دیا۔

ابوزر جتنی سختیاں برداشت کرتا جاتا تھا، اتنا ہی خود کو خدا کے نزدیک ترپاتا تھا، اس لمحے اس کو یہ احساس ہوا کہ سب سے زیادہ آج اس کو خدا اپنے اندر اور وہ خود کو خدا کے اندر محسوس کر رہا تھا۔

ایک لمحے کے لئے وہ اپنے بیٹے کی قبر کے کنارے کھڑا ہوا اور شفقت پروری سے اپنا ہاتھ اس خاک تیرہ پر ملا اور بڑی مشکل سے یہ جملے ادا کئے:

• میرے بیٹے! خدا تجھے بخشتے تو نیکو کار تھا، تو نے اپنے بوڑھے والدین پر مہربانی کی۔ میرے عزیز بیٹے! میں تمہرے مرنے سے اپنے اندر ذلت و حقارت کا احساس نہیں کرتا، مجھے سوائے خدا کے کوئی ضرورت نہیں ہے، جس کوشش سے میں تیری مرگ کا ساختی متحمل کرنے کے قابل ہوا ہوں، اب وہی سمجھتے تیری مرگ پر عنایاں نہیں ہونے دے گی۔ میرے بیٹے! اگر مرگ کے پہلے ہی دن سے میں خوفزدہ نہ ہوتا تو

محمدؐ کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا اور ایک طرح سے خود کو اور اپنی بیوی کو تسلی میں دے رہا تھا، کہنے لگا:

میں نے پیغمبرؐ سے سنا، وہ ایک گروہ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے کہ تم میں سے ایک بیان میں مرے گا اور موئین کا ایک گروہ اس کے مرنے کے وقت اس کے پاس حاضری دے گا۔ اب وہ تمام گروہ والے آبادیوں میں کوچ کر چکے ہیں مساوئے میرے میں ہی وہ ہوں جو بیان میں مرے گا۔

خدا کی قسم! نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ مجھے جھوٹ کہا گیا ہے! انہوں اور راستے پر ایک نظر دیکھو تو کیا!

میں کہاں دیکھوں؟ حاجی تو جا چکے ہیں اور راستہ بند پڑا ہے۔

دیکھو! اگر تمہیں کوئی نظر نہ آئے تو یہ عبادتی جسم کے گروپسٹ دو اور مجھے سرراہ رکھ دینا، پھر جو قافلہ سب سے پہلے یہاں سے گزرے اس سے کہنا، یہ ابوذرؓ پیغمبرؐ کا یاد ہے جو یہاں مر گیا ہے، آؤ اور اس کی تیضیں و مذہبین میں میری مدد کرو۔

اس کی بیوی کبھی نیلے کے اوپر چڑھتی اور صحراء میں دور دور تک اپنی نگاہیں دوڑاتی، مگر اس خاموش صحراء میں اس کو کوئی نظر نہ آتا، پریشان ہو کر وہ واپس آ جاتی۔

ابوذرؓ کو یہ دلی اطمینان تھا کہ کوئی اس کی تدفین کے لئے ضرور آئے گا، وہ اس کو کہتا کہ جا کر راستے میں دیکھو اور اس کی بیوی بھی اس کی تسلی کی خاطر نیلے کے اوپر جاتی اور پھر واپس آ جاتی، اچانک دور اس کو چند کالے دھبے سے دکھائی دیتے جو کرگس کی طرح صحراء کے کنارے کنارے سے نیزی سے راستہ عبور کر رہے تھے، ام فر نے اپنا کپڑا اہلایا، سوار اس کی طرف آنے لگے۔ (یہ گروہ عبد اللہ بن مسعود، جمیر بن عدری، مالک بن حارث، اشتہر بن ماں، اور

انصار میں سے ایک جوان پر مشتمل تھا "فرہنگ و ہدایا")

اے کنیر خدا! تجھے اس دیرانے میں کیا کام ہے؟
 ایک مسلمان شخص مر رہا ہے اس کی عکھن کر دو اور خدا سے اجر پاؤ۔
 وہ کون ہے؟
 ابوذرؓ۔

کیا پیغمبرؐ کا دوست؟
 ہاں!

ہمارے والبپ تجھ پر فدا ہوں اے ابوذرؓ!
 وہ بڑی تیزی سے نیچے کی طرف بڑھے ابوذرؓ ابھی زندہ تھا انہوں نے سلام
 کیا، ابوذرؓ نے بہت ہی پر سکون اور غمزوہ لجھ میں کہا، اگر میرے یا میری بیوی کے پاس
 کوئی کپڑا ہوتا جو میرے کفن کے لئے کافی ہوتا تو میں وہی اختیاب کر لیتا، میں آپ کو
 خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے کفن نہ پہنائیں کیونکہ آپ میں سے ہر کوئی حکومت کے اہم
 منصب پر مامور ہے آپ میں سے کوئی حکومت کا قاصد ہے کوئی رئیس اور کوئی فوج
 میں سے ہے اور کوئی جاسوس ہے۔

بھی یہ سن کر بڑی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کیونکہ وہ بھی انہی
 عہدوں پر فائز تھے سوائے انصار کے ایک جوان کے وہ کہنے لگا:

عمو جان! میں آپ کو اس بس میں جو میرے تن پر ہے یا پھر اس یوسیدہ
 کپڑے میں جو چلتے وقت میری ماں نے مجھے دیا تھا، میں کفن پہنادیتا ہوں۔
 ہاں تم میری عکھن کرو۔

جب ابوذرؓ اپنے کفن دلن کے مسائل سے آسودہ خاطر ہوا تو اس نے بڑے
 ہی اطمینان کے ساتھ اپنی آنکھیں موند لیں اب اس غمناک داستان اور ابوذرؓ کی قابل

غزر ندگی کا خاتمہ ہو گیا، اس کو غسل و کفن دیا گیا، اس پر نماز پڑھی گئی اور ایک پتھر کے کنارے صحرائی نرم ریست کے نیچے اس کو سپردخاک کر دیا گیا۔
انصاری جوان اس کی قبر کے کنارے کھڑا ہو کر کہنے لگا:

اے خدا! یہ ابوذرؓ پیغمبرؐ کا دوست ہے اور تیری پرستش کرنے والا بندہ ہے
جس نے تیری راہ میں مشرکین کے ساتھ چہار کیا۔ اے خدا! ابوذرؓ کے عقیدے اور
ایمان میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں آئی بلکہ اس نے تو ایک مذکر کو دیکھا اور زبان و دل کے
ساتھ اس کے ساتھ مبارزہ کیا، اس کی پاداش میں اس کو جلاوطن کر دیا گیا اور یہاں وہ
انہائی بے کسی کے عالم میں عالم غربت میں یکہ و تھا مر گیا۔ اے خدا! جس نے
ابوذرؓ کو محروم کیا اور اپنے گھر اور حرم پیغمبرؐ سے دور کر دیا، اس کو نیست و نابود کر
دے۔ (ابوذرؓ میں نوت ہوا، اس کے تین سال بعد مدینہ میں شورش بلند ہوئی اور عثمانؓ کے یوں بچے
کی موجودگی میں اس کے قتل کا سانحہ ہیں آیا۔)

اس وقت صحرائے اس سرے پر کچھ را گذر گزرنے انہوں نے اپنے ہاتھ
آسمان کی طرف بلند کر دیئے اور انہوں نے انہائی خصوصی و خشونع کے ساتھ زیریب کہا:
آمیں!

عبداللہ بن سعود نے روتے ہوئے کہا:

اے رسول خدا! آپ نے چ فرمایا:

وہ تباہیت ہے

تباہ مرتا ہے

اور تباہی اٹھایا جائے گا۔

ابوذرؓ.....ایک بار پھر

بھی ایک شخص ایک جہاں اپنے اندر سمونے ہوئے ہوتا ہے اور بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک فرد کے اندر کو یا ایک پورا معاشرہ سنایا ہوا ہوتا ہے۔

اور جنبد، جو جنادہ کا بیٹا ہے، عربی بدو ہے، قبیلہ غفار سے اس کا تعلق ہے، ایک ایسا قبیلہ جو انہجاتی نادار ہے۔ ربڑہ کے ایک صحرائیں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، جو کہ قریش کے تجارتی قافلوں اور خانہ کعبہ کے حاجیوں کی گزرگاہ ہے، یہ قبیلہ ہر طرح کے امن و آسائش اور نعمات سے ملا مال تھا، یہ بہت بدنام اور لا ابادی لوگ تھے آتے جاتے قافلوں کو لوٹنے، ان میں بہت سی فاسد برائیاں موجود تھیں۔

غفار ایک بدنام قبیلہ راہنہن قبیلہ، جو قافلوں کا سارا ساز و سامان لوٹ لی کرتے تھے اتنے بے پروا لوگ تھے کہ کبھی حرمت والے مہینوں کے احترام کو بھی نکاہ میں نہیں رکھا، ایسے دلیر اور گستاخ لوگ کہ ہاتھوں میں کاسہ گدائی پکڑنے کی بجائے اپنے آقاوں پر تکوار سونت لیتے۔ جنادہ کا بیٹا بھی انہی میں سے ایک تھا، یہ وہی ہے جو بعد میں ابوذرؓ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے گھر میں جو رُنگی کا عالم تھا، اسی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے وہ تعجب کرتا کہ وہ آخر کیوں نہیں تکوار سونت کر پایہر نگل آتا اور لوگوں پر حملہ آور ہوتا! وہ لوگ جو اتحصال کرنے والے ہیں جو استغفار کرتے ہیں، اس فکر کے

تحت کہ جب تو بھوکا ہو تو اس کی ذمہ داری پورے معاشرے پر ہے۔
 اور جذب پسر جنادہ کا کہنا ہے کہ اس نظام ظلم و ستم کو سہنا جہالت کے
 مترادف ہے اس نے یہ جان لیا کہ یہاں حاکم کے مذہب کا بھی یہی رول ہے لہذا اس
 کی اطاعت کفر کے مترادف ہے۔

اور بت! یہ کیا ہے؟ جس رات تمام قبیلہ "منات" کی زیارت کے لئے گیا
 ہوا تھا اور وہ لوگ بڑے جذبے اور جوش و خروش سے دعا، پوجا پاٹ، نذر و نیاز اور خشک
 سالی و قحط سے نجات کی دعاوں میں مشغول تھے ایسے ماحول میں ایک پراسرار ساختا
 چھایا ہوا تھا، قبیلے والوں نے "منات" کے اردو گردیزے ڈال رکھے تھے۔ جب سب سو
 گئے تو وہ آہتہ سے اٹھا، ایک پتھر اٹھایا، شک اور یقین کی طی حلی کیفیت کے ساتھ آگے
 بڑھا، اس کے معبود کی نگاہوں میں سوانعِ حرث کے پکھنے تھا، اس نے وہ پتھر اس معبود
 کو تمام تر غصے اور نفرت کے ساتھ دے مارا، جو جہالت اور ظلم و جور کے عناصر سے تراشنا
 گیا تھا۔ بس وہاں ایک آواز تھی، ایک پتھر کے دوسرا پر گرانے کی... اور پکھنے بھی نہ
 تھا، یہاں ایک اسے احساس ہوا کہ وہ زنجروں کے شلنگوں سے ایک دم آزاد ہو گیا ہے، گویا
 وہ اپنے آغاز خلقت سے ایک شنگ اور عجیش غار میں قید و بند کی صوبتیں سہہ رہا تھا اور
 اب وہ یک لخت آزاد ہو گیا ہے، اب ایک دم اس کی سوچوں کے افق و سعی سے دستیں تر
 ہونے لگے، اب وہ صحرائیں دور دور شک و دیکھ سکتا تھا۔ ایمان و یقین کی دولت کی بنا پر
 اس نے فکری آزادی حاصل کی تھی، یوں لگتا تھا جیسے اس کے تاریک، خنک اور عطفناک
 باطن کے صحرائیں احساس کے سوتے پھوٹ پڑے ہوں، اس کیفیت نے اس کے
 پورے وجود کو گھیر رکھا تھا اور پھر اچا ایک اس کا وجود خاک پر مجده ریز ہو گیا... اور یہی
 ابوذر کی چھپی نماز تھی:

میں نے پیغمبر کے دیدار سے تین سال پہلے نماز پڑھی۔
تو کس طرف جلتا تھا؟
جس طرف وہ مجھے متوجہ کر لیتا۔

تین سال کے بعد اس نے سنا کہ میں ایک شخص نے ظہور کیا ہے اور وہ لوگوں کے دین کا نماق اڑاتا ہے اور اپنی قوم کی مقدس چیزوں کو باطل کہتا ہے اور کعبہ کے تمام بڑے بتوں کو گونٹا اور جاہل کہتا ہے اور سب کے خدا کو "خداۓ واحد" قرار دیتا ہے۔

یہ خبر ہوتے ہوئے غفارنک بچھی سب لوگ ایک دوسرے کی دیکھادیکھی اس شخص کے بارے میں دل میں بغض و عناد رکھتے تھے، مگر جذب ان کے درمیان اپنی ایک گمشدہ چیز کی جتوں میں تھا، وہ جانتا تھا کہ یہ سب ان سنگ پرستوں کی جانبیت خرافات اور شرک ہے، جذب کے اندر وہ افلاطی روح حلول کر چکی تھی کہ موروثی روایات کے عکس قاب میں اس کوخت وحشت ہوتی تھی، اب وہ فکری خلائی سے آزاد تھا۔

ابوذرؓ نے اپنے بھائی ائمہ کو مکہ میں بھیجا، وہ شخص اسے وہاں نہ ملا، کسی نے بھی اس بے نام و نشان اجنبی کو اس کا اتر پڑھ نہ بتایا، وہ نامیدی سے شہر میں گھومتا رہا۔ اس نے اس شخص کے لئے ہر طرف سے گالیاں، ٹھنڈہ نماق، کینہ و عناد اور نفرت کے کلمات ہی سنے۔ ہر جگہ، مسجد، بازار غرضیکہ سب مقامات پر سب لوگ، حتیٰ کہ معقول آدمی اور معتبر شخصیات اور بزرگان دین و دنیا بھی اس کے بارے میں ایسے ہی کلمات کی گمراہ کر رہے تھے۔

وہ دیوانہ ہے جادوگر ہے اس کی گفتگو میں وہی کی چاشنی نہیں ہے بلکہ وہ تو زرا

جادوگر ہے اس کی باتوں میں حقیقت کا حسن نہیں ہے بلکہ وہ شاعر ہے اس کی باتیں جبراہیل کی نازل کردہ نہیں ہیں یقیناً کوئی خارجی داشتندہ اس کی طرف القاء کرتا ہے یہ الفاظ اس کے اپنے نہیں ہیں یقیناً کوئی سمجھی راہب یا ایرانی عالم اسے سکھاتا ہے وہ تو ایک بلا کی طرح امت ابراہیم پر نازل ہو گیا ہے۔

ایک دن انیس نے مکے ایک عجک کوچے میں لوگوں کا ایک جم غیر دیکھا یہ بھی وہاں پہنچ گیا، وہاں ایک روشن پیشانی والا امیانہ قامت شخص بہت ہی موڑ انداز میں مجھ سے مخاطب تھا، انہیں بھی جا کر اس کے برابر میں کھڑا ہو گیا، اس کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس کی باتیں غور سے نہیں یا اس کے جذبوں پر غور و فکر کرے؟ یا اس کی لگادو گفتار کی خوبصورتی کا قائل ہوتا رہے۔ اتنے میں ایک گروہ وہاں پہنچا اور سور شور چاتا شروع کر دیا، وہ لوگ متواتر اس شخص پر بہتان طرزی اور دشام تراشی کرنے لگے۔

انیس اس بات کا بغور جائزہ لیتا رہا کہ وہ شخص جو کہ وقار اور ممتازت میں اپنی نظر نہیں رکھتا، جب ایک گروہ سے اس طرح مایوس ہوتا تو پھر کسی دوسرے گروہ میں جا کر خدا کا پیغام سناتا، جب وہ لوگ بھی گالی گلوچ اور سنگ زنی پر اتر آتے تو پھر کسی تیسرے گروہ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا۔ وہ شہر میں ہر جگہ اسی طرح گشت کرتا رہتا، گلی بازاروں میں مجلس آ راستہ کر لیتا، کبھی سر راہ کھڑے ہو کر لوگوں کو مژدے بھی سناتا اور عذاب سے ڈراتا۔

مگر وہاں اس حقیر معاشرے میں تھبت سازش، حکمکی اور تمسخر کا ایک نہ تھے والا طوفان تھا جس میں شہر کے اشراف اور بے وقار گھٹیا لوگ برابر کے شریک تھے۔

انیس اس شخص کو دیکھتا رہا اور اس کے پیچھے پیچھے پھر گتارا اور اس کی باتیں غور سے سنتا رہا، وہ اس حیران کن معمر قسم شخص کے بارے میں سوچتا رہتا کہ ایک طرف

Digitized by srujanika@gmail.com

لوگوں کا اژدهام ہے اور دوسری طرف یہ تھا مطمئن چنان کی سی مضبوط شخصیت۔

جندب کے بھائی انیس نے جب پہلی بار خدا کا پیغام سناتا تو حیرت زدہ رہ گیا، اس کے اندر اس پیغام کے معانی سمجھنے کی تاب نہ تھی، بس اتنا تھا کہ اس نے حقیقت کا ناقابل بیان مزہ بچکھا اور بونے ایمان کو اپنے مشامِ جان میں محفوظ کر کے واپس چلا گیا۔ ادھر ابوذر تمتر بے تابیوں کے ساتھ صحراء میں مکہ کے راستے پر بھائی کا منتظر تھا، بھائی کے آتے ہی اس نے اس پرسوالات کی بوجھاڑ کر دی۔

انیس! کیا تو نے اس کو دیکھا؟ اس کی باتیں سنیں؟ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ اور وہ

کون تھا؟

وہ ایک تن تھا شخص ہے اس کی قوم کا سلوک اس کے ساتھ ناروا ہے، گروہ انتہائی صابر اور مہربان ہے، جب ایک جگہ لوگ اس کو رد کر دیتے ہیں اور تم خراڑاتے ہیں تو وہ کسی دوسرے مجع کی تلاش میں چل پڑتا ہے۔

بتاؤ انیس! وہ کیا کہتا تھا؟ وہ لوگوں کو کس بات کی طرف بلاتا ہے؟

خدا کی قسم میں نے جس قدر بھی سوچا، اس کی باتوں کا دراک نہ کرسکا، البتہ اس کی گفتگو میں حلاوت ہے جو میری روح کی گہرائیوں تک اتری جا رہی تھی۔

ابوذرؓ کو اس پیغام کی جستجو تھی، وہ عالمانہ انداز میں مجسٹس تھا، اس کی شفیقی کو رفع

کرنے کے لئے انیس اس چشمے سے اس کے لئے ایک قطرہ بھی نہیں لایا تھا، وہ ایک دم اٹھا اور بغیر زاد را کی فکر کئے سفر پر چل پڑا، یہ ایک طولانی سفر تھا، وہ جا رہا تھا اور ایمان

اس کی طرف کشاں کشاں چلا آ رہا تھا، حتیٰ کہ وہ مکہ پہنچ گیا۔ اب وہ ایک ایسے شخص کی

تلاش میں تھا جس کا نام بھی اس شہر میں لینا جرم سمجھا جاتا تھا، وہ دن کے وقت ادھر بازاروں میں یا مسجد الحرام میں وقت گزارتا، رات کو عاشی کے گھر چلا جاتا۔

اب تقدیر کچھ اور ہی نقشے بنارہی تھی، یہ گھر پیغمبر کا گھر ہے، علی تو ایک چھوٹا سا بچہ ہے جو کہ پیغمبر کے گھر میں رہتا ہے۔ کہہ میں جو شخص ابوذر کے ساتھ ہم کلام ہوا وہ علی ہی ہے، تین دن تک علی اس کو اپنے گھر لے جاتا رہا، جہاں وہ رات بسر کرتا۔ تین دن کے بعد ابوذر بڑی احتیاط سے اپنا نام علی کو بتاتا ہے اور اس راز سے باخبر کرتا ہے کہ اس کا اس شہر میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ ابوذر نے علی سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص نے اس شہر میں ظہور کیا ہے، یہ سن کر نو عمر علی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ پھر علی نے بڑی چاہت سے محمدؐ کی باتیں کرتے ہوئے ابوذر کے ساتھ وعدہ کر لیا کہ آج رات میں جسے اس پوشیدہ مقام پر لے جاؤں گا جہاں محمدؐ قیام پذیر ہیں۔

میں آگے آگے چلوں گا اور تم فرما فاصلے سے میرے پیچے پیچھے آتے رہنا، اگر راستے میں کوئی جاسوس مل گیا تو میں دیوار کے ساتھ ساتھ ہو جاؤں گا اور اپنے پاؤں پر جھک جاؤں گا جیسے میں اپنے جوتے کے تھے ٹھیک کر دیا ہوں۔

یہ دن پیغمبر کے لئے بڑے پختہ اور ہولناک تھے پوزے شہر نے ان کے خلاف مجاز آرائی کر رکھی تھی اور دوسرے مجاز پر دوست صرف تین تھے اور آج رات ایک چوتھا مسلمان بھی ان میں شامل ہونے جا رہا تھا۔

محمدؐ ارم کے گھر میں تھے۔ صفا کی پہاڑی پر چند قدم کے فاصلے پر رات کی تاریکی میں ابوطالبؓ کا نوجوان بیٹا اور جنادہ غفاری کا بیٹا جنده کوہ صفا کے اوپر چڑھ رہے تھے، یہ جنبد کی زندگی کا ایک حسین موڑ ہے، اب اس کی تقدیر کا نئے سرے سے

آن غاز ہونے والا ہے۔

ابوذر قدم قدم ایمان و یقین سے قریب تر ہو رہا تھا۔ اب ارم کا گھر بالکل

چند قدم پر ہے، یہ چند لمحات بڑے دشوار ہیں، جنبد عشق محمدؐ میں صید زبوں حال ہو چکا ہے، اس کے باطن میں اپنے وجود کی بجائے محمدؐ کی ذات زیادہ سماں ہوئی ہے، گویا ایک طاقتور مقناطیسی قوت اس کو کھینچے لے جا رہی تھی۔ ابوذرؓ بہت کچھ سوچ رہا تھا، اپنے محبوبؐ کے مبارک وجود کے بارے میں؟ اس کا چہرہ؟ اس کا سر اپا؟ اس کی گفتار؟ اس کا وجود مسعود؟ پھر یہ کہ وہ اس سے کیسے ملاقات کرے گا؟

سلام عليك!

وعليک السلام ورحمة الله

یہ پہلا سلام تھا جو دینِ اسلام کی آمد کے بعد ادا ہوا۔
ہم یہ نہیں جانتے کہ محبت اور محبوب کا یہ دیدار کتنا طولانی ہوا؟ اگر یہ میں تاریخ بتا بھی دے پھر بھی ہم یقین نہیں کر سکتے کیونکہ ایسے موقع پر وقت کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

پھر جنادہ کا بیٹا ارقم کے گھر کا ہی ہو کر رہ گیا۔ پھر ارقم کے گھر سے جنادہ کا بیٹا نہیں بلکہ ابوذرؓ بن کے نکلا۔

اسلام! بھی بھی ارقم کے گھر میں پہاں ہے، یہ گھر ایک پوری اسلامی دنیا ہے، اب امت مسلمہ چار اشخاص پر مشتمل ہو گئی ہے۔ پیغمبرؐ کردوپیش کی خاتمیوں اور صعبوں توں کو دیکھتے ہوئے جنبد کو ہدایت کرتے ہیں کہ غفارؓ واپس چلے جاؤ مگر یہ فرزند صحراء جس کے اندر کفر کے خلاف آگ بھڑک رہی ہے، وہ کعبہ کے برابر میں، دارالنورہ جو کہ قریش کی مشاورتی کو نسل ہے، کھڑا ہو جاتا ہے اور تو حید کا پرچم بلند کرتا ہے اور اپنے اہمیات کا رسالت محمدؐ پر ملند بانگ اعلان کرتا ہے اور ان بتوں کو محض خاموش پھر قرار دیتا ہے کہ یہ تو خود گھرے ہوئے ہیں اور ہاتھ سے بنے ہوئے کبھی خدا نہیں ہو سکتے۔

یہ پہلی مرتبہ کسی مسلمان نے مشرکین پر یورش پا کی، کافروں نے بے دریغ اس کو زد و کوب کیا، اتنے میں حضورؐ کے چچا عباس وہاں پہنچ لگوں کو تیایا کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے، اگر اس کو مار ڈالو گے تو پورے قبیلہ غفار کی تلواریں نیام سے باہر آ جائیں گی۔

لوگ ایک دم بکھر گئے، لہذا ابوذرؐ ایک خون آسود جسم کی صورت میں تھا، وہ کشاں کشاں زمزم کی طرف چلا وہاں جا کر اس نے اپنے زخم دھونے، پھر پیغمبرؐ نے اس شورش کے بعد ابوذرؐ کو صرف دعوت غفار پر مامور کر دیا۔
ادھر ابوذرؐ نے اپنے خاندان حتیٰ کہ پورے قبیلے کو مسلمان کر لیا اور پھر وہ غفار ہی میں تھا کہ اس کے ساتھ مسلمانوں پر بہت کڑا وقت آیا، جس کے نتیجے میں جنگوں کا آغاز ہو گیا۔

اب یہاں آ کر ابوذرؐ کو حساس ہوتا ہے کہ اس کو ایسے موقع پر پیغمبرؐ کی معاونت کے لئے مدینہ میں ہونا چاہئے تھا، اس زمانے میں لوگ مسجد نبویؐ میں اپنے گھر کی طرح رہتے تھے، ان لوگوں کو "اصحاب صفة" کہتے تھے۔

اسلام پیغمبرؐ کی رہبری میں اپنی ترقی کی میازل طے کرتا رہا اور ابوذرؐ جیسے کریم انس لگوں کی اجتماعی آرزوؤں کی تسلیم ہوتی رہی۔ اب ابوذرؐ کی زندگی میں ایک بہت بڑا انقلاب آتا ہے، وہ خروم طبقے کو آزادی دلانے کے لئے اپنی آزادی کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔ ابوذرؐ کی رہائش بھی چند دوسرے پارساوں کے ساتھ مسجد کے گوشے میں چبوتے ہے، پر تھی اور وہ پیغمبرؐ کے گھر سے دوستوں میں سے تھا۔ جب بھی وہ محفل میں نہ ہوتا پیغمبرؐ اس کے بارے میں پوچھتے اور دوسران گفتگو رئے ختن پیغمبرؐ نہیں ابوزرؐ کی طرف ہوتا۔ غزوہ تبوك میں ابوذرؐ اپنے لا غراونٹ کے ساتھ نہ دے سکنے کی

جبکہ سے اس جلتے ہوئے صحرائیں سب سے پیچھے رہ گیا، پیدل چلنے کی وجہ سے یوں لگتا تھا جیسے اس پر آگ برس رہی ہو، مگر اس کا یقین اتنا کامل تھا کہ وہ ایمان کی حرارت دل میں لئے آگے بڑھتا رہا، راستے میں اگرچہ اس کو قدرت کی طرف سے پانی میرا گیا مگر وہ اپنے دوست کے بغیر پانی نہیں پینا چاہتا تھا۔ پھر پیغمبرؐ اور سبھی مجاہدوں نے اس کو اس آگ کے صحرائیں ایک مہم نقطے کی ماند آگے بڑھتے ہوئے دیکھا، سب کو یہ لگا گزرا کہ شاید وہ ایک انسان ہی ہے؟ مگر اس پتے ہوئے صحرائیں ایک انسان کا کیا کام؟ اتنے میں پیغمبرؐ نے مجت سے سرشار ہو کر آرزو کی، ”اے کاش ابوذرؓ ہو“، پھر چند ساعتوں میں ابوذرؓ ان پہنچا، آتے ہی وہ پیاس اور تھکن کی شدت سے گر گیا۔

حضورؐ نے لگے، ابوذر اپنی تمہارے پاس ہے مگر تم پھر بھی پیاسے ہو۔

خدا ابوذرؓ کو بخشنے تھا چلتا ہے تھا ہی مرتا ہے اور پھر تھا ہی اٹھایا جائے گا۔ اور پھر پیغمبرؐ نے رحلت فرمائی، علیؑ خانہ نشین ہو گئے۔ اب علیؑ کی محافظت کرنے والوں میں خاندان اہل بیتؑ کے چاہنے والوں میں ابوذرؓ پیش پیش ہیں، وہ ابوذرؓ جو فرزند صحراء ہے بالا جھنی بھنی محض ایک غلام ہے، سلمانؓ کا تعلق عجم سے تھا اور وہ بھی آزاد شدہ غلام تھا، صہیبؓ یونان سے آیا ہوا جبکہ اور مسافر تھا اور عمرانؓ کی والدہ سیاہ فام کنیز اور باب عربی تھا، اس کا اپنا کوئی شخص نہیں تھا اور میثم تمازؓ ایک تھی دست خرما فروش تھا۔ رہبر انقلاب اسلامی کے یہی قریب ترین عزیز تھے۔

ادھر نظامِ جامیت کے اشراف میں عبد الرحمن عوفؓ، سعد بن ابی وقارؓ، خالد بن ولیدؓ، طلحہؓ، زیرؓ، ابوکبرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔ ان لوگوں نے تحریک اسلام کی قیادت و سیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ انہوں نے سقیفہ کا آغاز کیا، پیغمبرؐ کی ازواج مطہراتؓ کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا، ایک آزاد اور ایک کنیز آزاد ازاوج تھے اس پر احتجاج کیا

اور اس اقتیاز کو قبول نہ کیا۔ عثمانؑ کے دور حکومت میں معاشرہ مکٹرے مکٹرے ہو گیا، فرمانروں کو حاکم مطلق کی حیثیت حاصل تھی، یہ لوگ فتوحات کے نتیجے میں حاصل ہونے والا ایران، شمالی افریقہ اور ماوراءالنہر کا مال غنیمت، زکوٰۃ اور جزیہ بھی حکومت کے خزانے میں جمع کرنے لگے۔

اس پچیس سالہ دور میں، جبکہ علیؑ بھی خانہ نشین رہے، زراعت کے علاوہ گھر میں تدوین قرآنؐ کا مقدس فریضہ انجام دیتے۔

اسی دور میں ہمیں معاویہ کا سیاسی چہرہ نظر آتا ہے اور مردان بن حکم بھی جس کو پیغمبرؐ نے جلاوطن کر دیا تھا اور کعب الاحرار، ایک یہودی راہب جو تازہ تازہ حلقة گوش اسلام ہوا تھا، پیغمبرؐ کا خلیفہ عثمانؑ تفسیر قرآنؐ کعب الاحرار سے پوچھتا اور تفسیر علیؑ اور تفسیر ابوذرؓ کو نادرست قرار دیتا۔

عثمانؑ کے دور میں بہت سی بدعنیوں وجود میں آئیں، اس نے اپنے رہنے کے لئے شان و شوکت کے ساتھ شاہی محل بنایا، محافظ اور دربان مقرر کئے۔ عثمانؑ کے دور میں ہی بیت المال، خلیفہ کے اختیار میں آیا، بیت المال کے کلید بردار نے مسجد میں آ کر عوام سے مخاطب ہو کر کہا، میں آپ کو چابی واپس کرتا ہوں اور اپنے عہدے سے مستقفل ہوتا ہوں، اب آپ خود جانیں۔ عثمانؑ کے دور میں ہی سیاسی قید و بند کا آغاز ہوا اور اسی کے دور میں پہلی مرتبہ سیاسی جلاوطنی عمل میں آئی۔ اس کے علاوہ طبقاتی کٹکش، سرمایہ داری، معنوی ارزشوں کی ناقدرتی بھی اسی کے دور حکومت میں دکھائی دیتی ہے۔ عثمانؑ کے دور میں اہل بیت محمدؐ پر اہل بیت ابوحنیفہ کو فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔ اس موقع پر ابوذرؓ نے شکست علیؑ کو ابو بکرؓ اور عمرؓ کے مقابلے میں بڑے دکھ کے ساتھ برداشت کیا۔

اب ہر چیز بدل چکی تھی، جھوٹ اور زور پرستی نے خلافت کا لبادہ پہن لیا تھا۔

اور بے چارے عوام، جو ہمیشہ سے اس "ستلیٹ شوم" کے آنگے قربانی کا بکرا بتتے آئے تھے، اب ابوذر مزید خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔

ابوذرؓ کی خدمات کی اہمیت بس یہی نہیں تھی کہ اس نے باطل کے مقابلے میں حق کا، کفر کے مقابلے میں دین اسلام کا، غاصب کے مقابلے میں صاحب حق کا بھرپور دفاع کیا، بلکہ اس کا چہرہ تمام چہروں میں ایک ممتاز مجاہد کا چہرہ ہے، اس نے اس دور کے نعروں کو بدل دیا۔ اس کا اسلام، اسلام علیؑ اور محمدؐ ہے، اس کی بازگشت ہمیں قرآنؐ کی طرف دکھائی دیتی ہے، اسی لئے اس نے اپنا نفرہ قرآنؐ ہی سے اخذ کیا۔

"جو لوگ سونا چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور راہ خدا میں انفاق نہیں کرتے، ان لوگوں کو دردناک عذاب کی عید سنادو، ایک دن وہ آتشِ دوزخ میں ڈالے جائیں گے، ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اب یہ اس کا صدھ ہے جو تم نے اپنے لئے اندوختہ تیار کیا، اب اس کو چکھو جو تم جمع کیا کرتے تھے۔"

فارسی میں خزانے کے لئے لفظ "گنج" ہے اور عربی میں اس کو "کنز" کہتے ہیں، انفاق نفق سے ہے اور نفق کے معنی "حضرہ" کے ہیں، یعنی معاشرے میں سرمایہ داری کے نتیجے میں حضرہ طبقاتی (معاشرتی ناہمواری) وجود میں آتا ہے۔

ابوذرؓ پیغمبرؐ کے قریب ترین صحابی کے مقام پر فائز ہے۔ اس نے اس قدر علم حاصل کیا کہ اس کا سینہ لبریز ہو گیا۔

ابوذرؓ جیسے سچ اور کمرے انسان کے لئے چرٹ نہیں نے بھی سایہ نہ کیا اور تیرہ بخت زمین نے بھی اپنے پہلو میں نہ لیا۔

روز بروز یہ طبقاتی مخالفت اور فرقہ بندی زور پکڑتی گئی
تو پھر کیا کیا جائے؟

ابوذرؓ تو انہائی پارسا شخص ہے، وہ ایسے کاموں میں ملوث نہیں ہوتا، اس کو جتنی
مرضی دھمکی دے لیں، جتنا جی چاہے لائچ دیں، اس پر کوئی تدبیر کا رگرنہیں ہوتی۔
اس کی یوں ام در ہے، وہ بھی پیغمبرؐ کے اصحاب میں سے ایک کی بیٹی ہے، وہ
اپنے شوہر کا ہر ختنی میں ساتھ دیتی ہے۔

ابوذرؓ کے جرات دلانے سے حکوم اور محروم بھی اب دلیر ہو گئے تھے عثمانؓ
خاطرے کی بوسوکھ چکا تھا مگر اب وہ کیا کرے؟ مدینے میں تو ابھی بھی پیغمبرؐ کی یادیں
ہیں اور لوگ ابوذرؓ کو خوب پہچانتے ہیں، مگر عثمانؓ نے ابوذرؓ کو شام کی طرف جلاوطن کر
دیا۔ معاویہ کے ہاتھ ابوذرؓ پر دراز تر ہو گئے، معاویہ نے شام میں عثمانؓ سے زیادہ
امیرانہ ٹھاٹھ بائھ کی زندگی اپنا رکھی تھی، نظام اسلام میں ظلم و تشدد رج بس گیا تھا، انہی
ذنوں میں معاویہ نے روی اور ایرانی معماروں کی مدد سے اپنا "کاخ سبز" تیار کیا۔ یہ
ایک انہائی پر شکوہ عمارت تھی، معاویہ اس کو بڑی دلجمی سے بنوا رہا تھا، یہاں تک کہ
روزانہ معماروں کے سر پر خود کھڑا ہوتا۔ وہاں ابوذرؓ بھی روز پہنچ کر فریاد بلند کرتا کہ
اسے معاویہ اگر یہ محل تم اپنے پیسوں کا بنوار ہے ہو تو یہ اسراف بیجا ہے اور اگر لوگوں
کے پیسے سے تغیر کر رہے ہو تو یہ خیانت ہے۔

معاویہ ایک عیار پختہ کار اور بربار سیاستدان تھا، وہ روز بروز داشت کرتا رہا اور
اس کا کوئی حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

ایک دن اس نے ابوذرؓ کو اپنے گھر میں بلایا، بے انہا پیار و محبت اور احترام
سے پیش آیا، مگر ابوذرؓ کا چہرہ ویسے ہی خم و غصے سے آسودہ تھا اور اس کے عصیلے لہجے میں

بھی کوئی کمی نہ آئی، یہاں تک کہ معاملہ دھمکی تک پہنچ گیا:

ابوذرؓ اگر میں پیغمبرؐ کے اصحاب میں سے ایک کو عثمانؓ کی اجازت کے بغیر مارڈالتا تو وہ تو ہی ہوتا، لیکن تیری سوت کے لئے مجھے عثمانؓ سے اجازت لینا پڑے گی۔ ابوذرؓ یہ جو تو ناداروں اور غریبوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتا ہے، تیرے اس کام سے ہمارے تمہارے درمیان جدائی پڑ جائے گی۔

اس کے جواب میں ابوذرؓ یہ کہتا۔

سنت رسولؐ عمل کروتا کہ میں تجھ سے کوئی سر و کار نہ رکھوں ورنہ جب تک میرا آخری سانس بھی باقی ہے میں پیغمبرؐ کی احادیث نقل کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔ ابوذرؓ کی تبلیغات کا سلسلہ پھیلتا گیا، شام کے لوگوں کو اسلام کے اصل چہرے سے روشناس ہی نہیں کرایا گیا تھا۔ معاویہؓ کا رہن سہن رومی سلطنت کا سا تھا، اب ابوذرؓ کے بتانے پر شام کے عوام کو بھی اسلام کے بارے میں پچھ پچھ پتہ چلنے لگا، لوگ فقر و محرومیت کو دین سے تعیر کرتے۔ انہوں نے پہلی مرتبہ ابوذرؓ سے یہ سیکھا کہ ”جب نظر ایک دروازے سے داخل ہوتا ہے تو دین دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔“

پھر علیؓ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی وہ خانہ خدا میں بیٹھتا، معاویہؓ اور اس کی حکومت کے خلاف اس کا مبارزہ وہی تھا، لوگ اس کے گرد حلقة باندھ لیتے، کیونکہ وہ بس حقیقت اور حق کی بات کرتا اور لوگوں کو سکھاتا کہ چھپنے کی بجائے منظر عام پر آؤ۔

اب معاویہ نے ایک چال اور چلی، ابوذرؓ کو جہاد قبرص پر بھج دیا، یہ سوچ کر کہ اگر قبرص فتح ہو گیا تو معاویہؓ کے لئے بھی باعث افتخار ہے اور عزت اسلام ہے اور

اہل کتاب سے مربوط (یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں) یہ مسلمانوں سے متعلق نہیں ہے۔

ابوذرؓ چیخا کہ یہودی زادے! تو ہمیں ہمارا دین سکھانا چاہتا ہے؟ تیری ماں تیرا سوگ منائے! عثمانؓ کہنے لگا کہ اگر کسی شخص نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو، اب خواہ وہ ایسا محل بنائے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہو اور دوسری چاندی کی ہو، اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ کہہ کر کعب کی طرف رغ کیا اور چاہا کہ وہ انہما نظر کرے، کعب نے اپنا نظریہ پیش کیا، ہاں ہاں میں آپ پر قربان جاؤں ایسا ہی ہے!

اب ابوذرؓ نے آؤ دیکھانہ تاؤ، اس پر حملہ آور ہو گیا، کعب ڈر کا مار عثمانؓ کے پیچھے چھپ گیا اور خود کو خلیفہ کی پناہ میں سمجھا۔

ڈرامے کا ایک سین تو مکمل ہو چکا۔

ایک طرف جھوٹ، جبر و استبداد مذہب حاکم چہرہ عبد الرحمن، عثمانؓ اور کعب الاحبار ہیں۔

ان کے مقابلے میں تنہا ابوذرؓ، مظہر مذہب حکوم، نمائندہ طبقہ مظلوم، وہ ابوذرؓ جو نہتا ہے، اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے، اس کے باوجود حق کی لازوال قتوں سمیت اس نے اونٹ کی ہڈی سے کعب کے سر پر اسے زور سے مارا کہ خون بہہ نکلا۔

عثمانؓ نے کہا:

ابوذرؓ تیری اذیتیں بڑھتی ہی جا رہی ہیں، میرے سامنے سے ٹھے جاؤ۔
ابوذرؓ نے پوچھا، میں تمہیں دیکھ دیکھ کر شنگ آپ کا ہوئ، میں کہاں جاؤں؟

ربذہ ٹھے جاؤ۔

مروان حکم، جس کو حضورؐ نے جلاوطن کر دیا تھا، اس کو عثمانؓ نے ابوذرؓ کی

جلاظنی پر مامور کیا۔ علیؑ کو تمام واقعے کی خبر ہوئی تو بہت گریہ کیا، حسن و حسینؑ اور عقیل کو لیا اور اس کی مشایعت کو آئے۔ مروان علیؑ کے آگے آ گیا اور کہا کہ خلیفہ نے ابوذرؑ کے ساتھ چلنے سے منع کیا ہے، علیؑ نے اس کو تازیانے کے پرے ہٹایا اور ابوذرؑ کے ساتھ ربذہ تک گئے۔ ربذہ ایک جلا دینے والا صحراء ہے جہاں پانی اور آبادی کا نام و نشان تک نہیں، یہ صحراء حاجج کی رہنمای رہے، حج کے علاوہ دنوں میں وہاں بہت تہائی ہوتی ہے، وہاں ابوذرؑ نے اپنا خیمہ لگایا۔ اس کے پاس چند بکریاں تھیں جن پر اس کیگز زبرسر ہوتی تھی۔

مہینے گزر گئے، نادری بڑھتی رہی اور بھوک سے برا حال ہو گیا، اس کی بکریاں ایک ایک کر کے مر گئیں، پھر وہ اور اس کے گھر والے اس صحراء کی تہائی میں موت کے روپرو ہونے لگے۔

پہلے اس کی بیٹی نوت ہوئی، اس نے صبر کر لیا اور اس سانحہ کو ”خدا کی راہ میں شمار کیا“، کچھ عرصے کے بعد دیومرگ اس کے بیٹے حملہ آور ہوا، اس کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا، اس نے مدینہ میں آ کر عثمانؓ سے اپنے قطع شدہ حقوق طلب کئے، مگر عثمانؓ نے کوئی جواب نہ دیا، وہ خالی ہاتھ لوٹ آیا۔ اس کے پیچے کا جسم ٹھٹھا پڑ چکا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں سے اسے دفنایا، ابوذرؑ اور ام ذر تہارہ گئے۔ بھوک کی وجہ سے ابوذرؑ بھی نہایت ضعیف اور لا غیر ہو چکا تھا۔ ایک دن اسے احساس ہوا کہ اس کی زندگی کی آخری رقم بھی ہاتھ سے لنگی جا رہی ہے، بھوک سے وہ جاں بلب تھا، ام ذر سے کہنے لگا، آؤ اس صحراء میں گھوم کے دیکھیں شاید لگھاں کا تنکا ہی کھانے کوں جائے کہ اپنی بھوک مٹا کھیں، میاں بیوی دنوں خیمے کے گرد وور دوڑ تک دھونڈتے رہے، مگر ان کو کچھ نہ ملا، واپسی پر ابوذرؑ میں سکت نہ رہی، موت کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہو چکے تھے۔

ام ذرنے یہ دیکھا تو پریشان ہو کر نپوچھنے لگی:
ابوذر! تجھے کیا ہو رہا ہے؟

جدائی کی گھری قریب آ گئی! میرا جنازہ را ہندر پر رکھ دینا اور کسی آنے
جانے والے سے کہنا کہ صحابی رسول کا جنازہ پڑا ہے آ و میری غربت و بے کسی کے عالم
میں کفن و دفن میں مدد کریں۔

حاجی تو جا چکے ہیں، اب کوئی را گیر نظر نہیں آتا۔

کیوں نہیں! اٹھو اور اس ٹیلے پر جاؤ، کچھ لوگ میری موت پر آئیں گے۔
ام ذرنے ٹیلے کے اوپر سے تین سواروں کو ذیکھا کہ دور سے سواری کو
ہنکاتے ہوئے آ رہے ہیں، اس نے اپنی نشانی دکھائی، وہ قریب تر آ گئے۔
خدا آپ کو بخشنے ایک شخص یہاں پر مر رہا ہے، اس کی تدبیث میں میری مدد
کریں اور خدا سے اجر پائیں۔

وہ کون ہے؟

ابوذر!

پیغمبر کا دوست؟

ہاں۔

ہمارے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں اے ابوذر!

وہ اس کے سر کے پاس آ گئے، ابھی وہ زندہ تھا، ابوذر نے ان سے درخواست
کی کہ تم میں سے جو کوئی حکومت کا اپنی، جا سوں یا فوج سے تعلق رکھتا ہے مجھے دفن نہ
کریں، اگر میرے یا میری بیوی کے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو پھر میرے کفن کے لئے
ضرورت نہ تھی۔

ان میں سے انصار کا ایک جوان ایسا تھا جس کا حکومت کے کسی عہدے سے کوئی تعلق نہ تھا، وہ کہنے لگا، یہ میری ماں کے ہاتھ کا دیا ہوا کپڑا میرے پاس ہے، ابوذر نے اس کو دعا دی اور کہا کہ اسی سے مجھے کفن پہنا دو۔

اب وہ ذہنی طور پر انتہائی مطمئن تھا، ہر چیز کا اختتام ہو چکا تھا، اب اس نے اپنی آنکھیں موند لیں اور پھر نہیں کھو لیں، ان راگبیروں نے اسے ربذہ کی جلتی ہوئی ریت کے نیچے پرد خاک کر دیا۔ انصاری جوان ابوذرؓ کی قبر کے سرہانے کھرا ہوا، زیریں سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔

جناب رسول خدا نے سچ فرمایا۔

وہ اکیلا چلتا ہے،

اکیلا ہی مرتا ہے،

اور وہ اکیلا ہی اٹھایا جائے گا!

ابوذر.....ایک بار پھر

سٹیچ

ابوذر کی موت کا مظہر ہے ربڑہ کی تھائی، صحراء کا شعلے برساتا ہوا سورج۔
ابوذر، ہمارے لئے ایک شاہکار پیکر ہے، ایک ایسا پیکر جو نہ آسمانوں میں
ہے نہ افسانوں میں ہے نہ تاریخ میں ہے نہ خداوں میں سے ایک ہے، بس خدا کا ایک

سچا بندہ ہے۔
مگر اس کا پیغام بڑا عظیم پیغام ہے، اس کا کام انسان کو اس کا حق دلانا ہے
محروم طبقے کے حق میں ظلم کے خلاف قربانیاں دینا ہے وہ جاہل پیشواؤں کی ظلمت کو
آشکار کرتا ہے اور عثمان اور کعب الاحرار کو بے نقاب کرتا ہے۔
مرنے کے وقت وہ اپنی تمام زندگی کے سین ان ایک فلم کی طرح پرده ذہن پر لاتا
ہے اور تمام یادوں کو نازدہ کرتا ہے۔

تحصیل کی پوری کہانی اسی پر ہے۔
ربڑہ ہے ابوذر ہے اور موت ہے ربڑہ میں ابوذر کی موت کے وقت کچھ

لوگ اس کے گرد آتے ہیں۔
ابوذر وقت مرگ اپنے قدیم وجود جذب کو ذہن میں لاتا ہے، جذب سے

ابوذرؓ تک تمام یادیں اس کے وجدان میں تازہ ہو جاتی ہیں، اس کو ایک نیا جنم مل جاتا ہے۔ بظاہر وہ خوراک کے بارے میں اپنی بیوی سے کہتا ہے مگر باطن میں اس کا وجود سیراب ہے اور وہ بارگاہ ایزدی تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ یہ ایک نبرد آزمائی ہے، ایک کشائش ہے، مذہب اور مذہب کے درمیان ایک مذہب قید و بند میں ڈالنے والا اور دوسرا قید سے آزاد کرنے والا، ”مذہب بند“، ”مذہب نور“۔

شرک اور توحید کی جنگ

ابوذرؓ شہید شہادت کے رتبے پر فائز، تمام زمانوں میں، تمام نسلوں میں، تمام محاذوں پر

اور آخر میں ”الصال“ ہے، ہائل سے ابوذرؓ تک، ابوذرؓ سے حسینؑ تک، حسینؑ سے آخر ازمان تک۔

قاہل سے معاویہ معاویہ سے یزید تک اور یزید سے آخری شیطانی طاقت تک۔ دجلہ ہے اور فرات، ان کا سرچشمہ ایک ہے، کیونکہ دونوں بگداو میں مل جاتے ہیں، شط العرب، اس کا نام ہے ”اسلام“، لیکن اس کی انتہا سمندر ا بس بات اتنی ہی تھی۔

گروہ ہنری حسینیہ ارشاد

ابوذرؓ تک تمام یادیں اس کے وجدان میں تازہ ہو جاتی ہیں، اس کو ایک نیا جنم مل جاتا ہے۔ بظاہر وہ خوراک کے بارے میں اپنی بیوی سے کہتا ہے مگر باطن میں اس کا وجود سیراب ہے اور وہ بارگاہ ایزدی تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ یہ ایک نہر آزمائی ہے، ایک کشاکش ہے، مذهب اور مذهب کے درمیان، ایک مذهب قید و بند میں ڈالنے والا اور دوسرا قید سے آزاد کرنے والا، ”مذهب بند“، ”مذهب نور“۔

شرک اور توحید کی جنگ

ابوذرؓ شہید شہادت کے ربیع پر فائز، تمام زمانوں میں تمام نسلوں میں تمام محاذوں پر۔

اور آخر میں ”اتصال“ یعنی قabil سے ابوذرؓ تک ابوذرؓ سے حسینؑ تک حسینؑ سے آخر الزمان تک۔

قابل سے معاویہ، معاویہ سے یزید تک اور یزید سے آخری شیطانی طاقت تک۔ دجلہ ہے اور فرات، ان کا سرچشمہ ایک ہے کیونکہ دونوں بخداو میں مل جاتے ہیں، شط العرب، اس کا نام ہے ”اسلام“
 لیکن اس کی انتہا سمندر ا
 بس بات اتنی ہی تھی۔

گروہ ہنری حسینیہ ارشاد

ابوذر.....ایک بار پھر

تقریب

شکر خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا

بر منہبائی مطلب خود کامران شدم

”خدا کا شکر ہے کہ میں نے خدا سے جو کچھ بھی طلب کیا، ان
عطاؤں کے حصول میں، میں کامیاب ہوا۔“

ہماری ملت نے تاریخ اسلام کے گذشتہ ۳۰۰۰ اسال کے عرصے میں عشق علی،
خاندان علی اور راہ علی کو ہی اپنے لئے انتخاب کیا ہے۔ اس صدی کے مذہبی روشن فکر
نامساعد حالات کے باوجود اپنے مذہب و ایمان کے اس انداختے کی حفاظت کر رہے
ہیں جس کی قیمت انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں جھیل کر اور شہادت کے رتبے پر فائز
ہو کر ادا کی ہے۔ اس ادارے کی روشن نصب اعین اور آرزوی بھی رہی ہے کہ اس زمانے
اور اس نسل کی خاطرا پنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو۔

آج رات کے پروگرام سے بڑھ کر جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ ابوذر ہے وہ

ایک ایسا فرد ہے جس کے انکار آج کے دور کی ضرورت میں وہ علی کے راستے سے یعنی
علی کی روشن پر چل کر علی کے اسلام کو روشناس کرتا ہے۔ ابوذر، جو تنہا جیا، تنہا مارا اور
پھر تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔ وہ شخص جس نے پیغمبر کی ندائے توحید سے تین سال پہلے ہی

ربذہ کے خاموش صحرا میں اپنی فطرت کے مطابق خدا تک رسائی حاصل کر لی اور خدا نے وحدہ لا شریک کی نماز پڑھی۔ اس نے پیغمبر اسلامؐ کے اعلان نبوت سے پہلے اس پیغام کی جتنوں کی اور تمام زندگی وہی کے انتظار میں گزار دی۔ ابوذرؓ اسلام لانے والوں میں چوتھے نمبر پر تھا، مکہ میں پیغمبر اسلامؐ کے گھر تک جس نے ابوذرؓ کی رہنمائی کی، وہ علیؑ تھا، ایک دس سالہ بچہ، جس طرح محمدؐ کوہ حراء سے نکلے تھے، ابوذرؓ خانہ محمدؐ سے توحید کا علم بلند کرتا ہوا نکلا۔ وہ کوہ صفا پر تھا، بے آسرا، بغیر تھیمار کے بڑے بڑے اشراف (بت پرست) کے ساتھ آواز بلند کرتا کہ اے پتوں کے پچاریو! جن کو تم خود تراشتے ہو ان کو توڑ دو اور پھر۔ وہ اپنے وقت کا ابراہیمؐ بنا، اس نے زیر آسان تن تھا آوازہ اسلام بلند کیا۔ بت پرستوں نے کوشش کی کہ اس کی آواز کو دباؤ لیں، اس پر حملہ آور ہوئے، اس کو قیروکیا، اوزیں دیں۔

مگر کیا ایمان کو طاقت کے مل پر خاموش کیا جا سکتا ہے؟ پھر کل یہی منظر اور پھر کل وہی سین، حتیٰ کہ پیغمبرؐ نے پریشان ہو کر یہ حکم صادر فرمادیا کہ غفار چلے جاؤ اور اپنی تبلیغ کو غفار تک ہی محدود رکھو اور منتظر رہو کہ اعلامیہ مبارزہ کا آغاز کب ہوتا ہے؟ اس وقت آ جانا۔

جب مکہ میں کفار کے ظلم و قسم مسلمانوں پر حد سے زیادہ ہو گئے تو مسلمان مدینہ آ گئے، اب جامعہ سازی یعنی معاشرے کو تکمیل کرنے سوارنے کا مرحلہ شروع ہوا۔ یہاں اس مرحلے پر ابوذرؓ پھر مدینہ چلا جاتا ہے، بغیر زادراہ کے، نہ اس کی کوئی جائیداد ہے، نہ اس کا کوئی عزیز ہے۔

اب مدینہ میں عشق ایمان اور مبارزہ کی فضا ہے، وہ خانہ خدا میں آ گیا۔ مسجد نبویؐ کا ایک چھت والا حصہ جہاں ایک چبوترہ بنایا ہوا تھا، وہاں ابوذرؓ مجسے اور بھی عمار اور سلمانؓ رہتے تھے، سبھی بے خانماں مسلمانوں کا ذریہ تیکیں پر تھا۔

جب بھی اسلام کو شمشیر کی ضرورت پیش آتی تو اہل صفحہ میدان کا رزار میں پیش پیش ہوتے، ان کے دنوں میں وہ علم کی ترویج اور آموزش میں لگے رہتے۔

مدینے کے دس سال بڑے ہنگامہ خیز شے جو ٹالمیں مٹانے میں طبقاتی کشمکش کو ختم کرنے میں، بتوں کو توڑنے میں اور لوگوں کے درمیان جہالت کے خاتمے میں صرف ہو گئے، ان سالوں میں ابوذرؓ تھا بڑی کامیابی سے نبرد آزمراہا۔

اچانک ہر طرف سے مخالف آندھیاں چلنے لگیں۔ اشرافیت، طبقہ بندی، آقائی اور غلامی سب اس طرح تھیں جیسے سانپ کا سر پکل دیا گیا ہو، مگر ابھی وہ سانس لے رہا ہو۔ خود غرضی اور سیاست بازی نے مدینے کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

اختلافات شروع ہو گئے، پہلی مرتبہ علیؑ خانہ نشین ہو گئے۔ علیؑ کی خانہ نشینی اس وجہ سے تھی کہ عدالت کو دین سے جدا کر دیا گیا ہے، مگر مظہر عدالت خانہ نشین ہو گیا تھا، کچھ خارجی مصلحتوں نے علیؑ کو خاموش کر دیا اور وہ برواشت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ابوذرؓ نے بھی یہی روش اپنائی، دوسرا آیا تو پھر یہی خاموشی اور تحمل، تیسرا آیا تو اس نے اسلام کو عجیب غلط انداز میں پیش کیا۔

عثمانؓ کے مقابلے میں علیؑ کی شکست ابوذرؓ کو بہت کھلٹی تھی، عثمانؓ نے اپنے قریبی عزیزوں کو حکومت کے کلیدی عہدوں پر فائز کر دیا۔ جو اسلام عدالت اور آزادی کی خاطر آیا تھا، اب وہی دشمنوں کے ہاتھوں میں تھا۔ عثمانؓ کے دور حکومت میں اسلام کا لبادہ ہی بدل دیا گیا، اب ابوذرؓ سے بھی خاموش نہیں رہا گیا، وہ سکوت کو خیانت خیال کرتا تھا، جیسے وہ مکہ میں تھا میدان میں اتر آتا تھا، اب مدینہ میں پیغمبرؓ کے بڑے بڑے مہاجرین اور انصار کے باوجود وہ تھا ہے، یہاں وہ عثمانؓ کی زر پرستی پر حملہ آ رہا۔ جو

مہاجرین و انصار پیغمبرؓ کے دور میں ایمان کی خاطر رہتے تھے اور تقویٰ ان کا پیشہ تھا، اب ان کے پاس ہزاروں غلام تھے اور وہ حکومت ری، حکومت ایران، حکومت روم، مصر اور یمن کی طرح ثروت مند تھے۔ غارت گری کو وہ جہاد کا نام دیتے تھے، اسی طرح مالیات

اور زکوٰۃ پر ان کے ناجائز قبضے تھے۔ اب ابوذرؓ نے پھر صدائے احتجاج بلند کی، مگر عثمانؓ اس کو برداشت نہ کر سکا اور ابوذرؓ کو شام میں معاویہ کے پاس بیٹھ چکا دیا۔ اب معاویہ آزاد تھا، اس کے ہاتھ ابوذرؓ پر بہت کھل پکے تھے۔ معاویہ اس بات سے بھی بہت خوش تھا کہ علیؓ تو شکست خورده ہے اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں اور خلیفہ وقت عثمانؓ اس کا عزیز ہے۔ روی اور ایرانی نقشے پر اس نے ”کاخ سبز“ بنانا شروع کر دیا، اس نے ایران اور روم سے بڑے بڑے آرٹس اور معمار بلائے تھے اور وہ اتنا خوش تھا کہ روزانہ اپنے معماروں کے پاس آ کر ان کے کام کی ترقی کا جائزہ لیتا رہتا، ابوذرؓ بھی معاویہ کے پیچھے پیچھے آ جاتا اور مجتمع کے سامنے آواز بلند کہتا، اے معاویہ! اگر یہ محل تیرے اپنے پیسوں کا ہے تو یہ اسراف ہے اور اگر لوگوں کے پیسے کا بنا رہے ہے تو خیانت ہے۔

معاویہ جیسا بار بار سیاستدان بھی بہت پختہ کار تھا، وہ عرب کے چار نایاب روزگار لوگوں میں سے ایک تھا۔ وہ جاستا تھا کہ ابوذرؓ پیغمبرؓ کا چہیتا ہے، پیغمبرؓ کی آنکھ کا تارا ہے، انؓ کو عزیز ہے۔ ابوذرؓ کے بارے میں حضورؐ فرمایا کرتے تھے، ابوذرؓ زمین والوں کی نسبت آسمان والوں میں زیادہ مشہور ہے، ابوذرؓ کی پاکیزگی عیسیٰ بن مریم جیسی ہے، ابوذرؓ کے سینے کا ظرف علم سے اتنا لبریز ہوا کہ چھلنکے لگا۔

ابوذرؓ مسجد میں بیٹھتا، احادیث پیغمبرؓ نقل کرتا، آیات قرآنی تلاوت کرتا۔

شام کے لوگوں نے اسلام کو آغاز سے ہی معاویہ کی زبان سے سنا تھا، شام کے لوگ پہلی مرتبہ ابوذرؓ کی زبان سے اسلام کا ذکر سن رہے تھے، شام میں بغاوت کے آثار نظر آنے لگے۔ معاویہ نے عثمانؓ سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تجھے شام کے لوگوں کی ضرورت ہے تو ابوذرؓ کو سنبھالو۔ عثمانؓ نے حکم دیا کہ زخمیوں کے منہ بند رہنے دو اور لوگوں کے ساتھ نرمی سے بیش آؤ اور ان سے کوئی عرب و کار و رکھو اور ابوذرؓ کو لکڑی کے پالان والے اونٹ پر بٹھا کر بیٹھ جو اور ایسے جبشی غلاموں کو مقرر کر دو جو ابوذرؓ کو نہ جانتے ہوں اور ساتھ یہ بھی حکم دے دو کہ مدینہ سے شام تک راستے میں ابوذرؓ آ رام نہ

اب گرنگی ابوذر پر حملہ آور ہوتی ہے، ابوذر ام ذر کو آواز دیتا ہے، اٹھواس بیان میں کوئی دانہ دنکا یا گھاس کا تنکا ڈھونڈیں اور اپنی بھوک مٹائیں، دونوں چل پڑتے ہیں۔ ہوا اس قدر طوفانی ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے اس غمناک سانحہ پر اس کو بھی غصہ آ گیا ہے، ان کو اس بیان میں کچھ بھی نہیں ملتا۔ اب ابوذر کے جسم میں کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں رہتی، واپسی پر وہ اپنی فہریان شریک حیات کے بازوؤں میں جھول جاتا ہے، ام ذر رونے لگتی ہے۔ بیہاں پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ابوذر اپنی ایمانی قوت کے بل پر ایک مرتبہ پھر اپنے حواس کو بجا کرتا ہے اور ام ذر کو پیغمبر خدا کا پیغام سننا کر کہتا ہے کہ ہم تین لوگ تھے، دو تو شہر میں مر گئے، میں ہی وہ ہوں جس کے بارے میں

حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میں ”بیان“ میں مروں گا۔

مجھے بیہاں پر رکھ دو اور ٹیلے پر جا کر دیکھو، بیہاں سے کچھ لوگ گزریں گے، ام ذر بڑی نامیدی سے کہتی ہے کہ آج کل حج کا موسم بھی نہیں ہے اور جاج تو سمجھی جا چکے، مگر ابوذر بڑے ہی قطعی اور مطمئن انداز میں کہتا ہے کہ جائی ٹیلے کے اوپر جا کر گھوم پھر کر دیکھو کسی طرف سے تمہیں چند لوگ ضرور نظر آئیں گے کیونکہ فرمودہ پیغمبر ہے اور اس کامل ایمان کے سہارے وہ ان چند افراد کا منتظر ہے۔ اتنے میں دور بہت ہی دور چند لوگ دکھائی دیتے ہیں، ام ذر اپنے رومال سے ان کو متوجہ کرتی ہے وہ آ کر پوچھتے ہیں کہ اے کنیز خدا! کیا بات ہے؟

اے بھائیو! میرا شوہر مر رہا ہے، آؤ اور اس کے کھن و دفن میں میری مدد کرو

اور خدا سے اس کا اجر عظیم پاؤ۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ جواب ملتا ہے، ابوذر یا پیغمبر۔ یہ لوگ عثمانؐ کی

حکومت کے کارندے تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کی آخری سانس تک ابوذرؐ کی معنوی

دولت اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ ابوذرؓ ابھی تک زندہ ہے وہ ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے، تم لوگ جو کہ سلطنت عثمانؓ کے گماشتے ہو تو تم میں جو کوئی ساہی ہے، قاصد ہے یا عثمانؓ کا خاص مامور کردہ خادم ہے، میری تکفین نہ کرو نہ تدفین کرو اور میری موت کے معاملات میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرو جو کچھ تمہارے پاس کپڑا ہے میرے کفن کے لئے مخصوص کر دو اگر ہم دونوں کے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو تمہاری ضرورت نہ تھی۔

ایک جوان جو کہ مالک اشر穆علوم ہوتا ہے اے چچا جان امیرے پاس مال کا دیا ہوا پرانا کپڑا ہے۔ ابوذرؓ فوراً کہتا ہے، تم مجھے دفن کرنا اور اس کپڑے سے کفن پہنانا، یہ کہہ کر ابوذرؓ انہیانی سکون کے ساتھ آنکھیں بند کر لیتا ہے یہ تینوں افراد اس بیباں میں اس کو دفن کر دیتے ہیں اور اس کی قبر پر بڑے احترام کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ انصاری جوان کہتا ہے کہ اے ابوذرؓ! تو نا حق دیکھ کر کبھی خاموش نہیں بیٹھا اور اس کے خلاف اس قدر فریاد بلند کی، حتیٰ کہ اپنی جان کو اس راہِ حقیقت میں قربان کر دیا، اے ابوذرؓ! اب تو بڑے سکون اور آرام سے رہ کہ زندگی بھر تیرا شغاز رسالت الہی ہی رہا ہے۔ حضور نے چیخ فرمایا تھا کہ وہ تنہا زندگی گزارتا ہے، تنہا مرتا ہے اور کل روز قیامت تنہا ہی اٹھایا جائے گا

قیام قیامت میں بھی اور ہر دور میں بھی

”والسلام“

پروفیسر فضیلت زہرا

مدرسہ جامعہ زینبیہ، جنتا ج ٹاؤن،

ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

حیدر آباد لیٹریچر آیا، یونیورسٹی فریڈم

حیدر آباد لیٹریچر آیا، یونیورسٹی فریڈم

فہرست کتب ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

ہدیہ	نام کتاب	
120	تلاش حق	☆
100	ذکر حسین	☆
120	برزخ چند قدم پر	☆
100	اسلامی معلومات	☆
100	محمد نما محمد	☆
100	محمد نما علی	☆
120	سورج بادلوں کی اوٹ میں	☆
100	شہید اسلام	☆
50	قیام عاشرہ	☆
100	قرآن اور اہل بیت	☆
45	دنی معلومات	☆
25	نوجوان پوچھتے ہیں کہ شادی کس سے کریں؟	☆
10	ظالم حاکم اور صحابی امام	☆
200	تو پنج عزما	☆

100	تفسیر سورہ فاتحہ	☆
100	مشعل ہدایت	☆
150	اسم اعظم	☆
200	سو گناہ مآل محمد	☆
250	افکار شریعتی	☆
150	گفتار شریعتی	☆
150	سیرت آل محمد	☆
250	110 بہترین مناظرے	☆
200	ٹاپ (10) خطباء	☆
125	سیرت رسول	☆
50	بی ای	☆
240	آسان مسائل (چار جلد)	☆
100	تاریخ جنت البقع	☆
100	عمدة المجالس	☆
25	حقوق زوجین	☆
15	ارشادات امیر المؤمنین	☆
45	صدائے مظلوم	☆
30	مرام عربی و محررات بقول	☆

25	اسلامی پہلیاں	☆
25	ٹوکی سونا لڑکا چاندی	☆
10	قلر حسین اور ہم	☆
30	پیام عاشورہ	☆
25	معصومین کی کہانیاں	☆
30	ارشادات مصطفیٰ و مرتضیٰ	☆
6	آزادی مسلم	☆
45	فقہ اہل بیت	☆
100	حیفہ چتن	☆
100	حرف احساس	☆
100	حسین میرا	☆
150	جام خدیر	☆
100	زندہ تحریریں	☆
60	شاہ کار ر سالت	☆
200	محشر خاموش	☆
200	اسلام اور کائنات	☆
100	غريب ربذہ	☆
125	نظرت	☆